علیؑ

حصّہ دوم

مُرتّبہ

محمد وصی خان

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کی فضیلت کے ۲۵۰ سے زیادہ حیرت انگیز اور سچے واقعات کا مجموعہ جن کو آج تک کسی کتاب میں یکجا نہیں کیا گیا۔

رحمت اللہ بک ایجنسی
بمبئی بازار - کھارادر - کراچی ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی محمد و آل محمد؛

یا صاحب العصرؑ والزماں ادرکنی

علیؑ علیؑ (حصہ دوم)

مؤلف و مرتبہ — محمد وصی خان

٭ فضائل اور مناقب امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا متلاطم خیز دریا جس کے تیز تھپیڑوں کی تاب نہ لاکر مخالفت کی کشتی بیچ منجدھار میں آپکو ڈوبتی نظر آئے گی۔

٭ یہ کتاب محبان علیؑ کیلئے "عقیدت" اور "حقائق" کا ایک ایسا بے نظیر تحفہ ہے جسکو آپ کبھی فراموش نہ کرسکیں گے۔ آپ پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھائیں؛ تاکہ زمین و آسمان کے درمیان گونجنے والی "علیؑ علیؑ" کی صدا کو وہ صاف طور پر سُننے کی سعادت حاصل کریں۔

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی۔ ناشران و تاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

تقریظ

از

اُستادِ محترم محقق عصر عالیجناب علی حسنین شیفتہ ایم اے تاج الافاضل

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تصدیق رسالت کیلئے اُسی طرح اللہ کی نشانی اور معجزہ ہیں جس طرح قرآن مجید۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "علیؑ مع القرآن والقرآن مع علی لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض" یعنی "علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ ایک ساتھ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر نہ آجائیں (دیکھئے مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۴) اور رسول اللہ نے فرمایا "رحم اللہ علیا اللھم ادر الحق معہ حیث دار" یعنی اللہ علی پر رحم فرمائے۔ اے اللہ تو حق کو علی کے ساتھ ادھر ہی پھیر جا جدھر علی پھیریں"۔ (مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۲۴)

جناب محمد وصی خاں صاحب اپنی دنیاوی مصروفیات کے ساتھ ساتھ نشرِ فضائلِ آلِ رسول کے سلسلے میں جو بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں وہ یقیناً قابلِ تحسین ہیں۔ اُنھوں نے اپنی کتاب "علیؑ علیؑ"، حصہ اول کے بعد اب "علیؑ علیؑ"، حصہ دوم نشر و اشاعت کے لئے تیار کردی ہے اس حصے میں بھی نہایت دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ خدا کرے اُن کی یہ خدمتیں بارگاہِ الٰہی، دربارِ معصومین اور نگاہِ مومنین میں مقبول ہوں۔

علی حسنین شیفتہ

کراچی ۔ ۳۰ ر اگست ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

یاصاحب العصر والزمان ادرکنی

قطعہ درشانِ مولائے کائنات!

"ع" سے عین عبادت کا سر انجام ہُوا!
"ل" وہ لام کہ جس لام سے اسلام ہُوا!
"ی" سے یاور ہوئے مُشکل میں ہر اک بندوں کی
صدقے اس نام کے کیا خُوب "علی" نام ہُوا!

میری شہرت کا سبب مدحت حیدر ہے وصی
ورنہ اربابِ سخن میں میرا رتبہ کیا ہے



مؤلّف و مُرتّب کتاب

محمّد وصی خاں

صدر

محفلِ حیدری ناظم آباد کراچی

گزارش

مومنین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی قسم کی کوئی غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو قارئین کرام اس گنہگار کو نہ صرف یہ کہ معاف کر دیں بلکہ مجھے میری کوتاہی سے آگاہ بھی فرما دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح و تلافی کر دوں۔

• دوسری گزارش مومنین سے یہ ہے کہ ان کے پاس فضائل مولائے کائنات کے سلسلے میں تحریری طور پر مواد موجود ہو یا معجزہ کی صورت میں ان کے ذہن میں محفوظ ہو تو وہ مجھے بھیجدیں ان کو شائع کرا دوں گا تاکہ اس واقعہ سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ نیز کتاب میں واقعہ درج ہو جانے کے بعد محفوظ بھی ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ میری اپیل صدا بصحرا ثابت نہ ہو گی اور ضروری حد تک مومنین خاص توجہ فرمائیں گے۔ (محمد وصی خان)

نام کتاب	علیؑ علیؑ حصہ دوم
نام مؤلف	
طباعت	سندھ آفسٹ پریس
کتابت	سید محمد یوسف رضوی
تعداد کتاب	ایک ہزار

کتاب ملنے کا پتہ

۱۔ رحمت اللہ بک ایجنسی بمبئی بازار کراچی
۲۔ محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ ″
۳۔ احمد بک ڈپو رضویہ سوسائٹی ″

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اِنتسابِ عقیدت

جب اِنساں کو جکڑ لیتی ہیں ناکامی کی زنجیریں
نہ دولت کام آتی ہے نہ کام آتی ہیں تدبیریں
اگر ایسی گھڑی آئے تو گھبرانا نہیں خاکی!
علیؑ کا نام لینے سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
(ڈاکٹر مسعود خاکی)

میں اپنی کتاب علیؑ علیؑ حصہ دوم کو دل کی تمام گہرائیوں، دماغ کی تمام وسعتوں، روح کی تمام بالیدگیوں اور عقیدت و شوق کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ بہ ہدیۂ ولاء و نذرانۂ عقیدت وارث بتولؑ دلبند رسولؐ — ولایت مآب حضرت ولی عصر روحی و ارواح المومنین لہ الفداء کی خدمت اقدس میں! ——— حقیر نذرانہ !!!

- طلبگار معرفت بخشش گناہ کا طالب دل کی گہرائیوں کے ساتھ ملتجی ہے کہ فہرست اعوان و انصار میں میرے نام کے درج کرنے کا حکم فرمائیں
- آخر میں اپنی شہزادی کون و مکاں کی بارگاہ سے اپنے والد بزرگوار جناب محمد عسکری خاں مرحوم اور خسر صاحب سید نذر الحسن رضوی کی مغفرت کے لئے دست بستہ ملتجی ہوں اور مومنین کرام سے ایک سورۂ فاتحہ کی استدعا کرتا ہوں۔

مقصدِ تالیف وترتیب

کتاب علیؑ علیؑ حصہ دوم بھی حصہ اول کی طرح ہدیۂ قارئین ہے یہ نذرانہ اس عظیم ہستی کے حضور پیش خدمت ہے جو دنیا کو عزت نفس کا سبق دینے اور احساس محرومی سے نکالنے کے لئے —— آپ نے خدا اور رسولؐ برحق کا پیغام اپنے کردار وعمل کے ذریعہ دنیا میں پہنچایا اور انسانوں کو بتایا کہ خدا کی رضا عبادت کے ساتھ ساتھ خدمت خلق ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے ہمارا یہ اولین فرض ہے اور اس کتاب کی اشاعت کا مقصد بھی یہی ہے کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کے مختلف گوشے سامنے لائے جائیں تاکہ دنیا ان کی سیرت وکردار معجزات وکرامات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کے دلکش محل تعمیر کرسکے۔ زیر نظر کتاب میں ہم نے مشاہیر اہل قلم کے افکار عالیہ واقعات کی صورت میں شائع کئے ہیں اور فضائل امیرالمومنینؑ کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

• ہمارے نزدیک علیؑ کی ذات کسی ایک فرقہ یا مذہب کی ملکیت نہیں ہے بلکہ وہ ساری کائنات کے ناخدا ہیں اور ہر انسان ان پر یکساں حق رکھتا ہے اس لئے خیالات ان کے متعلق جو بھی ہیں وہ اس کا اظہار کرے اس لئے ممکن ہے ایسی عبارت بھی کتاب میں زیر نظر آجائے جس سے آپ متفق نہ ہوں تو اسے مضمون نگار کے مکتب فکر کی روشنی میں ہی دیکھنا چاہیئے اور روح مضمون کو اولیت دینا چاہیئے۔

میری التجا ہے کہ یا صاحب العصر میری اس سعی کو قبول کیجئے جو میں نے آپ کے جد کے فضائل ومناقب کو دنیا میں اجاگر کرنے کے لئے کی ہے۔ آمین

اظہارِ تشکر

لے مجھ کو بھی مثلِ سلمان و بوذر
وہی خواجہ تاشی وہی نیکنامی!

(مولانا حسرت موہانی)

میں ان تمام حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دامے، درمے، قدمے اور سخنے اس ضمن میں میری معاونت فرمائی۔ کچھ دنوں پہلے میں اپنے دفتری کاموں کی الجھنوں کی وجہ سے کافی پریشان ہو گیا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی کہ میں کس طرح ان الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات پاؤں گا لیکن میرے یہ احباب مفکرِ اسلام حضرت علامہ عباس حیدر عابدی صاحب، جناب علامہ رضی جعفر صاحب جناب مولانا مصطفےٰ حسین جوہر صاحب۔ جناب مولانا ڈاکٹر صادق حسین صاحب جناب مولانا سید ذکی الاجتہادی صاحب قبلہ جناب صوفی محمد نواز خاں نیازی۔ جناب مولانا مفتی فقیر محمد صاحب چشتی۔ جناب زمان صاحب جناب مولانا ظفر جونپوری جناب مولانا حیدر حسین صاحب۔ جناب علامہ طالب جوہری صاحب قبلہ جناب مولانا عباس کمیلی صاحب، جناب مولانا محمد باقر صاحب قبلہ نجفی، جناب مولانا علی سرکار صاحب قبلہ جناب مولانا انعام اختر صاحب، جناب عالی جونپوری صاحب جناب پروفیسر سردار نقوی صاحب، جناب نجم جونپوری صاحب، جناب موسیٰ رضوی صاحب، جناب سجاد حیدر عرف جانی صاحب، سید مختار جعفری صاحب جناب شاہ حسین حماد صاحب۔ جناب شاکر صاحب، جناب علی امام صاحب جناب انصار حسین واسطی صاحب جناب راحت حسین صاحب جناب ضمیر عباس صاحب، جناب ارتضیٰ عابدی صاحب جناب شمیر حیدر جعفری صاحب جناب نعمت عباس عابدی صاحب جناب سید محمد یوسف رضوی صاحب۔ جناب سرور حسین صاحب جناب قیصر عباس صاحب، جناب افسر حسین صاحب، جناب منور حسین صاحب قبلہ تیغبر

جناب علی حسنین صاحب سلیم اینڈ کو - جناب رضا انصاری صاحب - جناب خورشید بٹ صاحب جناب موسیٰ عباس عابدی صاحب - جناب اشرف حسین زیدی صاحب جناب عبدالکریم مشتاق صاحب - جناب تحسین صاحب محفل شاہ خراسان جناب سید سرفراز حسین صاحب رضوی اور جناب سید محمود الحسن رضوی صاحب جناب خواجہ آل علی صاحب - چودھری شفیق خیرپور - جناب چودھری قمر عباس صاحب خیرپور اور مولانا علی سرکار، جنکی دعاؤں اور قابل قدر ہمدردی نیز میری الجھنوں اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے عملی کوششوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا -

میں آئمہ اطہار اور بی بی سیدہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ پروردگار عالم ان لوگوں کو خوش وخرم اور قائم ودائم رکھے - ہر قسم کی ارضی و سماوی بلیات و آفات سے محفوظ رکھے - اور دنیاوی الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات دے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان لوگوں کو کامیابی و کامرانی نصیب ہو - آمین!

خادم قوم

صحی خایث

یہ ہم سے تعاون کرتے ہیں

ادارہ محفل حیدری جناب سید رضا رضوی (آگرہ) حال ساکن بہار کالونی جمشید روڈ اور جناب عبدالکریم مشتاق صاحب کا شکر گزار ہے جو اپنے قیمتی مشورہ اور عملی تعاون سے ادارہ کی مطبوعات کو کامیاب طریقہ سے پیش کرنے میں مدد فرماتے ہیں - بارگاہ مرتضوی میں آپ کی صحت درازیٔ عمر اور کامرانی کے لئے ملتجی ہے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

ہر درد کی دوا علیؑ دافع بلا علیؑ
ہر مرض کی شفا علیؑ ردِّ قضا علیؑ

فہرست عنوانات

فہرست مضامین

فہرست مضامین

چند نایاب اور مشہور زمانہ مذہبی کتابیں

جن کا مطالعہ آپ کیلئے ضروری ہے

یہ کتابیں جناب وصی خاں نے بھرپور حوالہ جات اور عمیق تحقیق کے ساتھ تحریر کی ہیں ان کے مطالعہ سے آپ کی محبت عقیدۂ حقہ سے مستحکم سے مستحکم ترین ہو جائے گی اور مومنین کرام کے ایمان میں زبردست پختگی آئے گی اور دین حقہ سے آپ کی معلومات میں بے پناہ اضافہ ہو جائے گا۔

• ۱۔ کتاب علیؑ علیؑ ۔ حصہ اول و حصہ دوم۔ فضائل امیر المومنینؑ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر!

• ۲۔ کتاب حسینؑ حسینؑ ۔ حصہ اول اور حصہ دوم شہید کربلا کی عظیم المرتبت شخصیت پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

• ۳۔ کتاب "بیعت علیؑ" علیؑ نے کسی کی بیعت نہیں کی، حضرت ابوبکر سے "وارث خلافت"، کا ہیجان خیز مکالمہ جس کے ایک ایک لفظ سے علیؑ کے وصیٔ رسول اللہؐ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت فراہم ہے بلاشبہ شیعیان علیؑ کے لئے یہ ایک بے نظیر تحفہ ہے اس کتاب میں قرآن، حدیث اور کتب اہلسنت سے ثابت کیا گیا ہے علیؑ نے بیعت نہیں کی۔

• ۴۔ کتاب وارث فدک :۔ اس کتاب میں حق وراثت کو کتب اہلسنت سے قرآن و حدیث کی روشنی میں انتہائی دلپسند انداز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

• ۵۔ حصہ اول و دوم بیاض تسکین زہرا "، لاجواب نوحوں کا مجموعہ

• ۶۔ "حضرت علیؑ کے فیصلے اور موجودہ تعزیرات اسلامی"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یا صاحب العصر والزماں ادرکنی

پیش لفظ

از نتیجۂ فکر جناب عبدالکریم مشتاق صاحب "مفکرِ دوراں"

عالی قدر محمد وصی خاں صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ کتاب "علیؑ علیؑ" حصہ اوّل پیش کر کے انھوں نے حلقۂ مومنین میں یہ امید پیدا کر دی تھی کہ اگر ان کا اخلاص تالیف اسی نہج پر قائم رہا تو عنقریب اپنے مطالعہ کا نچوڑ ایک امر شاہکار کی شکل میں قوم کے سامنے پیش کریں گے اللہ کے فضل و کرم اور استمدادِ علویہؑ سے آپ نے "علیؑ علیؑ" حصہ دوم مرتب فرما کر توقعات سے بڑھ کر علمی شہ پارہ وں میں گرانقدر اضافہ کر دیا۔

فرمان رسولؐ ہے کہ "ذکرِ علیؑ عبادت ہے"، وصی خاں صاحب اس عبادت کا ثواب جی بھر کر حاصل کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ ثواب کھلے ہاتھوں سعادت مندوں میں تقسیم بھی فرما رہے ہیں۔ مولا ان کی توفیقات میں برکات کا سلسلہ جاری رکھے۔ خاکسار جناب وصی خاں کا تہ دل سے ممنون ہے کہ آپ نے حقیر کو بھی اس عبادت میں حصہ لینے کا موقع فراہم کیا ہے۔ علیؑ علیؑ گلی گلی ہو رہا ہے امیر المومنین علیہ السلام کے حضور ہر مکتب فکر کی جانب سے گلہائے عقیدت پیش کئے جا رہے ہیں۔ اطراف عالم میں مشکل کشائے عالم کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے الترائی چرچے ہو رہے ہیں۔ عقیدت کے موتی طشت ایمان میں سجا کر ایک طرف رکھ دیئے جائیں اور عمومی فکر کے تحت اگر حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے اور آپ کی معرفت حاصل کرنے کی غیر جانبدارانہ سعی کی جائے تو زندگی کا کوئی گوشہ حیات کا کوئی شعبہ، اور مادیت یا روحانیت کا کوئی پہلو ایسا نظر نہیں آئے گا جہاں

جہاں حضرت حیدر کرار ؑ کے قدموں کے درخشندہ نشانات ثبت نہ ہوں۔
کتاب علیؑ علیؑ میں ایسے انمٹ نقوش پا کی نشاندہی کرائی گئی ہے جو راہ ہدایت کے رہنما اور مینارہ منزل ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت امیر علیہ السلام کی حقیقی معرفت خاطی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ "اے علیؑ تجھے نہیں پہچانا کسی نے سوائے میرے اور اللہ کے" وہ تمام راستے بند کر دیے ہیں جن سے سرکار ولایت مآب علیہ السلام کی معرفت کا دعویٰ بلند کیا جا سکے۔ علیؑ کیا ہیں؟ اللہ جانے یا اللہ کا رسولؐ! ہم تو صرف اتنا جان سکے ہیں کہ علیؑ وہ ہے جس کا مہمل بھی "ولی" ہے۔

علیؑ وہ سوداگر ہیں جنہوں نے اپنی جان بیچ کر مرضیات خداوندی خریدلی ہیں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ہ یعنی اور لوگوں میں ایک ایسا ہے بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی مرضیاں خریدنے کی خاطر اور اللہ ایسے مخصوص بندوں پر رؤف ہے
(سورۃ البقرہ رکوع ۲۵ پ۲)

اس خرید و فروخت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بکنے والا نفس کتنا انمول ہے اور خریدار نے اس کی قیمت اپنی قدرت کی ہمہ گیری کے مطابق کیا ادا کی ہے۔

میں نے اس آیت کے ترجمہ میں عام ترجموں کے خلاف صیغہ واحد استعمال کیا ہے اس کی وجہ لفظ "نفسہ" ہے۔ جو میرے نزدیک اس آیت کا مصداق واقعہ ہجرت میں صرف ذات امیرؑ ہی کو قرار دیتا ہے۔ مفصل بحث کسی اور مقام پر کی جائے گی۔

ہر ایک توصیفی لفظ اپنے موصوف کو محدود کر لیا کرتا ہے اور میرے نزدیک ہر ایک توصیفی لفظ ذات علیؑ کی کما حقہ توصیف کرنے سے قاصر ہے لہٰذا وصی خالق [illegible] کی مولا علیؑ سے محبت و مودت کی غمازی اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے کسی توصیفی

لفظ کی بجائے آپ کے نام نامی کو دیگر الفاظ سے الگ لکھا ہے اور کتاب کا نام علی علی علی تجویز کیا ہے۔

یہ کتاب ہر گھر میں ہونا باعث برکت ہے۔ میں مومنین کرام سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تحفہ بیش بہا کو نعمت مترکہ اعتقاد کریں خود مطالعہ فرمائیں اور دیگر احباب کو پڑھنے کی سفارش فرمائیں۔ انشاء اللہ اس کا مطالعہ فلاح دارین کا موجب ہوگا۔ ایمان میں تقویت و ثبات پیدا کریگا رُوح کو سرور اور قلب کو تسکین بخشے گا۔

آخر میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محمد وصی خاں اور دیگر تمام معاونین کے اقبال کا ستارہ ہمیشہ چمکتا رہے۔ اور وہ تعلیمات محمدؐ و آل محمد علیہم السّلام کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی سعادت پاتے رہیں۔ (آمین)

والسّلام

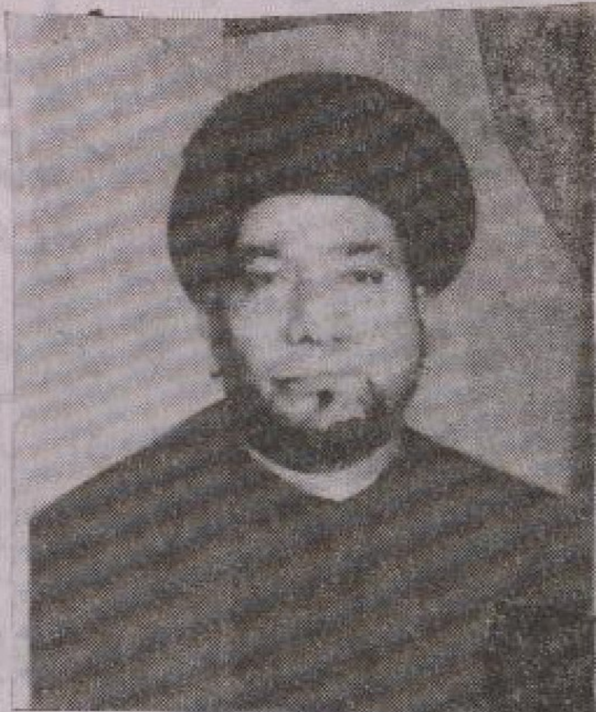
خیر اندیش

عبدالکریم مشتاق

8/11/G/3 - ناظم آباد ـــــ کراچی ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ



از قلم حقیقت رقم
سرکار صدر العلماء و مجتہدین مسند نشین
اریکۂ شریعت رہنمائے منازل ہدایت
عامل فیض روحانی علامہ سید محمد ذکی الاجتہادی
الرشتی مدظلہ العالی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام، علیٰ نبیّنا خیر الانام۔ محمدؐ وآلہ الکرام۔ تمام تعریفیں اس کے لئے ہیں جو تمام عالمین کا رب ہے درود وسلام ذات رحمت اللعالمین محمد مصطفےٰؐ اور ان کی آل پاک پر۔ اما بعد میرے محترم رفیق جناب محمد وصی خاں صاحب نے کہا کہ میں انکی زیر نظر کتاب "علی علیؑ حصہ دوم" کے تعارف کے سلسلہ میں کچھ لکھوں۔ اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ ایک عظیم کتاب ہو گی کیونکہ اس عظیم انسان کے فضائل اور مناقب کے سلسلے میں لکھی جا رہی ہے جو خود عظمت کا مینار اور بعد رسالت مآب علم۔ عمل۔ شجاعت۔ عبادت۔ قناعت صبر شکر۔ صداقت اور تعلیم رسول اکرمؐ کی سچائی کا زندہ نمونہ ہے جسکے لئے خود رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ اے علیؑ دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں دریا اور سمندر روشنائی، تمام انسان لکھنے بیٹھ جائیں اور اجنّا شمار کرنے بیٹھ جائیں اس وقت بھی تمہارے فضائل اور مناقب نہ لکھے جا سکیں گے۔!

محترم وصی خاں جنھوں نے فضائل مولائے کائنات کو جمع کرنا اور اس کو کتاب کی صورت میں مرتب کر کے مومنین کی خدمت میں پیش کرنا

اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا ہے اور اجر رسالت ادا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ کتاب علی علیؑ حصہ اول میری نظر سے گزری جو اپنی جگہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ ابھی لطف پوری طرح سے ختم نہیں ہوا تھا کہ زیر نظر کتاب کا مسودہ لے آئے جس کے اندر تقریباً دو سو سے زیادہ علیؑ اور اولاد علیؑ کے فضائل و واقعات کی صورت میں موجود ہیں جو انھوں نے بڑی محنت اور کاوشوں کے ساتھ غیروں کی کتابوں رسالوں اور روزناموں سے جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اردو زبان میں جناب امیر علیہ السّلام کی شہادت کے واقعات کو بھرپور انداز میں اور تاریخی حقائق کی صورت میں پیش کیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی بھی اس طرح کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ کتاب نوجوانوں اور تاریخ کے طالب علموں کے لئے ایک بے بہا خزانہ ہے۔ تمام واقعات اور حوالہ جات درست اور سچے ہیں۔

میں وصی خاں کی اس تاریخی کوشش پر دلی مبارک باد دیتا ہوں اور خداوند علی و اعلیٰ اور محمدؐ و آل محمدؐ علیہ السّلام کی بارگاہ میں دعاگو ہوں کہ موصوف کو اجر جزیل اور عمر طویل عنایت کرے۔ اور ہمیشہ ایسے ہی علمی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے یہ جب بھی میرے آستانہ پر تشریف لائے میں نے ان سے سوائے محمدؐ و آل محمدؐ کے ذکر کچھ نہیں سنا!

علیؑ نوشتۂ تقدیر کو بدلتے ہیں!
علیؑ سے کام خدائی کے سارے چلتے ہیں!
یہ معجزہ ہے ذرا آپ بھی تو سن لیجئے!
علیؑ کے نام سے گرتے ہوئے سنبھلتے ہیں!

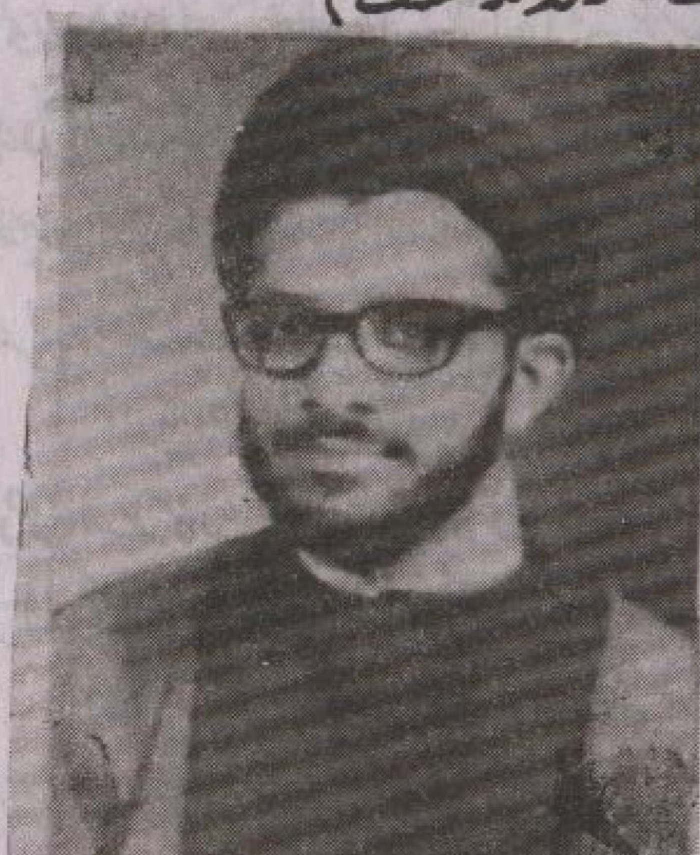
۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

دُعاگو
فقیر جاب اھلبیتؑ
سیّد محمد ذکی الاجتہادی ارشتی ۔ ۱۹ پی۔ آئی۔ بی کالونی کراچی

تقریظ

عالیجناب حجتہ الاسلام الحاج علامہ سیّد رضی جعفر نقوی

مجتہد العصر (ایم ۔ اے ۔ گولڈ مڈلسٹ)



"باب مدینتہ العلم،، کے عاشقان پاک طینت کا طرۂ امتیاز ہر دور اور ہر عصر میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت اور حقائق و معارف کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہونچانا رہا ہے۔

جس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ شیعیان حیدر کرار نے بعد وفات رسول مقبولؐ اس تاجدار ولایت کو اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کیا جو آنحضرتؐ کے علم و حکمت کا باب اور شریعت کا اصلی پاسبان تھا۔

اور یہ حقیقت ہر دور کے صاحبان نظر نے تسلیم کی ہے کہ "باب مدینتہ العلم" کا کلمہ پڑھنے والے انتہائی سخت سے سخت دور اور نازک سے نازک حالات میں بھی علم و حکمت کی سرپرستی کرتے رہے ہیں، انھوں نے اپنے خون جگر سے مشعل علم کو فروزاں رکھنے کی سعئ پیہم اور جہد مسلسل کی ہے اور اس راہ میں پیش آنے والی کسی مشکل کا انھوں نے کبھی کوئی خیال نہیں کیا بلکہ جیسے جیسے مشکلات بڑھتی گئیں، اُن کی ہمتیں جوان ہوتی گئیں۔

اور برصغیر میں بھی "شیعیت،، کا تعارف علمی کارناموں کے ذریعہ ہی ہوا اور وہ پہلا شخص جو ایمان کی مشعل لے کر اس خطۂ ارض پر آیا وہ ایک جیّد عالم دین، بیباک مقرر، بے لوث خطیب، اور بے مثال محقق تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے، اردو زبان اسلامی علوم و معارف کا خزینہ بنتی گئی

اور انتہائی مختصر عرصہ میں اس زبان میں ہر فن پر نادر کتابوں کا انبار لگ گیا خصوصاً وہ کتابیں جن سے مذہب اہلبیت علیہم السلام کا تعارف پورے برصغیر میں علم و حکمت کے ساتھ ہوا۔

اور اس سلسلہ میں ادارۂ اصلاح کھجوا (بہار) اور فخر المحققین مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ (سرپرست ادارۂ اصلاح) کے خاندان کی خدمات بیحد اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ یہ ادارہ ۱۲۹۲ھ (یعنی تقریباً ۱۰۸ سال) سے مذہب حق کی خدمات اور علوم محمد و آل محمد علیہم السلام کی نشر و اشاعت میں بھرپور حصہ لے رہا ہے۔ پروردگار عالم اس چمن کو شاداب رکھے۔

البتہ تقسیم برصغیر کے بعد مومنین پاکستان، اس ادارے کے فیوض و برکات سے زیادہ دیر تک استفادہ نہ کر سکے اور یوں تھوڑے عرصے تک ایک خلا سا نظر آنے لگا۔

لیکن پھر کچھ حوصلہ مندوں نے جرأت رندانہ کے ساتھ قلم و قرطاس کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس ملک کے کتاب خانے بھی اسلامی مطبوعات سے چھلکنے لگے۔

اور ماتمی انجمنوں کی فیڈریشن، مرکزی تنظیم عزا، کے صدر عالیجناب محمد وصی خاں صاحب دام مجدہ انہی باہمت حوصلہ مندوں میں ہیں جو مسلکِ اہلبیتؑ کی نشر و اشاعت اور خدمتِ قوم کے جذبے سے سرشار نظر آتے ہیں۔

موصوف انتہائی قلیل عرصے میں متعدد جواہر ریزے، قوم کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور اب بھی ہمہ تن مصروف ہیں چند روز قبل "شیعہ ڈائرکٹری"، کے نام سے آپ کی ایک نہایت مفید کاوش منظر عام پر آ چکی ہے جو ہر صاحب ایمان سے داد و تحسین کا استحقاق رکھتی ہے۔

موصوف کا سب سے پہلا قلمی تعارف "علیؑ علیؑ"، نامی کتاب کے ذریعہ سے ہوا تھا جس کی جلد اوّل نے ایسی مقبولیت حاصل کی کہ بہت مختصر عرصے میں اس کے تین اڈیشن شائع ہو کر ختم ہو گئے۔ اور اب چوتھا اڈیشن

نہایت اعلےٰ پیمانے پر شایع ہوا ہے۔

اسی کتاب کا حصّہ دوم ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے جس میں مولائے کائنات کی حیات طیبہ کے ایسے ایسے پہلوؤں کو سامنے لایا گیا ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر رکھنے کو دل نہ چاہے۔ اور انسان جیسے جیسے کتاب کی ورق گردانی کرتا جائے اُس کے ایمان میں جلا پیدا ہوتی جائے۔

میری دعا ہے کہ موصوف کی یہ کاوش بھی بارگاہ مولا میں شرف قبولیت حاصل کرے۔ اور پروردگار عالم موصوف کو اپنی توفیقات نوازتا رہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دینی خدمات انجام دیتے رہیں۔

"ایں دُعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد"

والسلام احقر

(سیّد رضی جعفر نقوی رکن شیعہ سپریم کونسل

(تحریک نفاذ فقہ جعفری)

مومنین کرام کیلئے نایاب تحفہ

کتاب وارث فدک۔ کتاب بیعت علیؑ۔ کتاب حسینؑ حسینؑ۔ کتاب تاریخ آل محمدؐ۔ کتاب شیعہ ڈائریکٹری۔ کتاب شیعہ حافظ قرآن کتاب اخلاق محمدیؐ۔ کتاب حضرت علیؑ کے فیصلے۔ اور موجودہ تعزیرات اسلامی کا پڑھنا اور ہر گھر میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ کتابیں آسان اردو اور بھرپور حوالے جات کے ساتھ حقائق کی روشنی میں لکھی گئی ہیں اگر پسند نہ آئے تو پیسے واپس لے لیجئے۔

(مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تقریظ

خطیب اہلبیت لسانِ ملّت مولانا سید حیدر حسین رضوی

ساری تعریف وحمد وثنا اس ذات گرامی کے لئے جو کائنات کا خالق ہے اور درود وسلام محمد مصطفٰےؐ اور انکی آلؑ پاک پر جو ہمارے لئے رحمت اور برکت کا سبب ہیں۔ ان ہی کی عطا کی ہوئی عزت ومنزلت کی وجہ سے انسان دنیا میں کچھ کرتا ہے۔ جناب محمد وصی خاں صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ میرے دوست، ہمدرد اور محسن ہیں ان کی زندگی محمدؐ وآل محمدؑ کی تعلیمات کو عام کرنے اور فضائل آل محمدؑ کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کرنے کے لئے وقف ہے۔ زیر نظر کتاب علیؑ علیؑ حصہ دوم آپ کی ایک بہترین کوشش اور محنت کا ثمرہ ہے اس کتاب سے پہلے آپ کئی شاہکار کتابیں مومنین کرام تک پہونچا چکے ہیں جیسے کتاب علیؑ علیؑ حصہ اول۔ حسینؑ حسینؑ حصہ اول۔ بیاض تسکین زہرہ حصہ اول و دوم۔ حضرت علیؑ کے فیصلے اور موجودہ اسلامی قانون۔ وارث فدک۔ بیعت علیؑ۔ تاریخ آل محمدؑ۔ شیعہ اور صحابہ۔ اور سب سے زیادہ کارآمد شیعہ ڈائرکٹری بیحد مقبول ہوئی ہیں جو ایک سال کے اندر دو دفعہ شایع ہو چکی ہیں خصوصاً علیؑ علیؑ حصہ اول کے پانچ ایڈیشن شائع ہو کر مومنین کرام تک پہونچ چکے ہیں۔

محمد وصی خاں صاحب کی مسلسل یہی کوشش رہتی ہے کہ دین کی خدمت زیادہ سے زیادہ انجام دی جائے۔

موصوف کی اس نیک خواہش کی تکمیل میں آئمہ طاہرینؑ کی مدد شامل حال رہتی ہے اگر مدد شامل حال نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ایسے نادر تحائف ملّت جعفریہ کو پیش کرنے کے بعد اتنی جلدی ایک اور کتاب علی علی حصہ دوم پیش کر دیں۔

میں درگاہ معصومین میں دست
بدعا ہوں کہ پروردگار عالم آئمہ اطہار
کے صدقہ میں ان کی توفیقات میں
اضافہ ہو اور انکا دینی خدمت کرنے
کا جذبہ پوری شدّت سے ہمیشہ
ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ آمین!

ذاکر اھلبیت
احقر سیّد جمیل حسین
لیاقت آباد کراچی ۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

بارگاہ مرتضوی میں نذرانۂ عقیدت

"علیؑ علیؑ"

ہر چند کہ بندہ ہے وہ اللہ نہیں ہے
رتبے سے پر اس کے کوئی آگاہ نہیں ہے
مریمؑ سے فزوں رتبۂ معراج علیؑ ہے
خالق کے سوا جو ہے وہ محتاج علیؑ ہے

• حقیقت امر یہ ہے کہ حسن عقیدت سے قطع نظر کر کے اگر تھوڑی دیر کے لئے امیر المومنینؑ غالب کل غالب علیؑ ابن ابی طالب کی مقدس حالات زندگی اور محاسن اخلاق اور خصائل و شمائل کو بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ہر صاحب عقل سلیم کو بلا کسی تحریک کے تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُسی عظمت، اُسی وجاہت، اُسی فضیلت کے ساتھ اس اُمت مرحومہ میں اگر کسی کا نام لیا جا سکتا ہے تو وہ صرف ذات والاصفات غالب کل غالب علیؑ ابن ابیطالب ہے آپ کی ذات برگزیدہ صفات دُنیا کے تمام محاسن و کمالات کا ایک خوشنما گلدستہ ہے جس میں باغبان قدرت نے اظہار صفت کے ساتھ ہی ساتھ اپنی تمام قدرتوں کا خاتمہ کر دیا ہے سچ تو یہ ہے کہ ایسی صفات متضادہ کا بشر، ابوالبشرؑ کی نسل میں پیدا ہی نہیں ہوا اور ایسی صفات متقابلہ کا آدمی جناب آدمؑ کی اولاد میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

• حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ دُنیا میں ایسی ماں پیدا ہو جو "علیؑ" جیسے بچہ کو جنم دے۔"

• انھیں صفات متضادہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھکر نصیری نے حضرت علیؑ کو خدا جانا۔ صوفیوں نے خدا جانے کیا جانا۔ مگر ہم نے صفات الٰہی سے متصف بندۂ خدا، وصی رسولؐ اکرم اور کشتی اُمت مرحومہ کا ناخدا جانا۔

دُنیا میں جس قدر مشہور لوگ گزرے ہیں اور جن کی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں سب میں جناب امیر علیہ السلام کی ذات خجستہ صفات ہر طبقہ کے مشاہیر میں سرِ فہرست نظر آئے گی۔ مجمع سلاطین میں آپ کے فرق مبارک پر جلال و عظمت کا تاج نظر آئے گا اور حضرت کی شان ایک ایسے عظیم الشان سلطان کی سی پائی جائے گی کہ جس کے آگے تمام دُنیا کے بادشاہ زانوئے ادب تہہ کئے مُہر بہ لب (خاموش) کھڑے رہتے ہیں۔ دُنیا کے سلاطین میں کون ایسا بادشاہ گزرا ہے، جس کی صولت وہیبت وشجاعت نے ملک عرب کے دلیر سے دلیر، قوی سے قوی، شجاع سے شجاع، سرکش سے سرکش قوموں کی ناک زمین پر رگڑ دی ہو۔ اور جس کی عظمت، شوکت و قوت کا شہرہ سُن کر دُنیا کے باقیماندہ دلیر اور قوی ہیکل کان پر ہاتھ دھرتے ہوں اور آج تیرہ سو سال کے بعد بھی ہر مشکل اور کٹھن وقت پر (طاقت کی حصول کے لئے) ہر قوم و ہر مذہب و ملّت کے لوگ اس کا نام لیتے ہیں۔ اگر آپ اپنے دل کی نظر سے دیکھیں تو وہ ذات آپ کو حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام مشکلکشائے عالم کی ذات گرامی قدر نظر آئے گی۔

- اگر آپ مسندِ خلافت پر ایک عدیم المثال سلطان ہیں تو بوریائے فقر پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں آپ کے توکل و استغنا کی یہ صورت نظر آئے گی کہ بجز بوریئے کے دُنیا کے فرش و فروش سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ دُنیا میں کون ایسا شخص گذرا ہے کہ باوجود سلطنت کے ہمیشہ فرش بوریا پر بیٹھتا ہو۔ جَو کا آٹا بغیر چھانا ہوا کھاتا ہو۔ فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہو۔ اپنے سے اچھی اور بیش قیمت پوشاک اپنے غلاموں کو پہناتا ہو۔ اس میں میرے مولا کی ذات نظر آئے گی۔

- محراب عبادت میں میرے مولا و آقا کا یہ حال تھا کہ دُنیا و مافیہا کی مطلق خبر نہ رہتی تھی، رجوع قلب، خضوع و خشوع، استغراق فی اللہ کی وجہ سے جناب امیر علیہ السلام کو اپنے جسم مبارک کی مطلق خبر نہ ہوتی تھی خشوع و خضوع کی کیفیت دیکھ کر لوگ چلّانے لگتے تھے "قد مات ابوالحسنؑ"، "علیؑ دُنیا سے گزر گئے کیونکہ میرے مولا اس جذبے کے ساتھ عبادت کرتے تھے کہ

معبود! اس لئے تیری عبادت نہیں بجالاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنت کی طمع دامنگیر ہے۔ نہیں مالک! علیؑ کا سر نیاز اس لئے اور صرف اس لئے خم ہوتا ہے کہ تو مستحقِ عبادت ہے۔

● چنانچہ منقول ہے کہ ایک جنگ میں ایک تیر پائے مبارک میں ایسا لگا کہ جسکے نکلنے میں از حد تکلیف ہوتی تھی اور علیؑ اس کا تحمل نہ فرما سکتے تھے آخر جناب رسالت مآبؐ کو اطلاع ملی حضرت نے فرمایا کہ جب علیؑ مصروف عبادت و طاعت ہوں اس وقت تیر نکالا جائے۔

● میدانِ جنگ میں ہمیشہ آپ کا مصلےٰ صفوں کے درمیان بچھایا جاتا تھا لوگ کہتے تھے یا علیؑ تیر برس رہے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں یہ کونسا موقع نماز پڑھنے کا ہے تو حضرت ارشاد فرماتے تھے کہ ہم اسی نماز کو قائم کرنے کے لئے تو جہاد کرتے ہیں اگر نماز کو ہی چھوڑ دیں تو پھر اس جہاد سے فائدہ؟

● اگر معرکہ کارزار میں حضرت کے جاہ و جلال، رعب و اقبال کو دیکھا جائے تو مرحب، عنتر، عمرو عبدود جیسے عرب کے رستم پہلوان ضرب یداللّٰہی کے ایک وار میں تڑپتے نظر آتے ہیں۔

● صفحاتِ تاریخ اسلام شہادت دیں گے کہ تمام غزواتُ النبیؐ کا سہرا علیؑ کے سر پر رہا۔ پھر سب سے زیادہ مشکل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ اس شجاعت کے ساتھ رحم و مروّت کو بھی ہر طرح ملحوظ رکھتے ہیں۔ واقعہ ہے کہ جو لوگ قتل کے خوگر ہوتے ہیں، جنکے نزدیک خون بہانا ایک کھیل ہوتا ہے وہ جانتے ہی نہیں کہ عفو کیا ہوتا ہے۔ مروّت و رحم کیا چیز ہے کیونکہ ایسے افراد کے قلب سے ہر وقت ایک آگ جیسی لپٹیں نکلتی رہتی ہیں جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر غضب کا غلبہ ان کے دل و دماغ پر ہر لحظہ طاری رہتا ہے لیکن دشمن پر غلبہ پاکر اُسے درگذر کرنا اصلی بہادری اور جراٴت مندی ہے اور یہی صفت بدرجہ اولیٰ میرے مولا "شجاعِ ازلی" میں موجود تھی۔

● چنانچہ منقول ہے کہ ایک جنگ میں شہ زور مدِّ مقابل کو آپ نے بڑی محنت اور سخت جانفشانی کے بعد جب پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور اب چاہتے

تھے کہ اس کو اسلام کی مخالفت کرنے کی پوری پوری سزا دیں کہ اس نے آپ کے چہرۂ مبارک کی طرف اپنا نجس تھوک اُچھالا! اس موقع پر میں دنیا کے تمام جنگجو افراد سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ایسی نازیبا حرکت کے جواب میں کیا کرتے؟ مجھے یقین ہے کہ یہی جواب ہوگا کہ ــــ نازیبا حرکت کے نتیجہ میں خبیث کے جسم کی ایک ایک بوٹی کر ڈالی جائے تب بھی انتقام کی کارروائی مکمل نہ ہوگی اگر ہڈیوں کو پیس کر سرمہ کر دیا جائے تب بھی آتشِ انتقام کی تپش باقی ہی رہے گی لیکن تاریخ کے اوراق میں یہ واقعہ بھی محفوظ ہے کہ "شجاع ازلی" میرے مولا علیؑ فوراً خبیث کے سینہ سے اُتر گئے اور اُس کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔!

اس جنگ کا نظارہ کرنے والوں نے سوال کیا کہ "مولا خبیث پر رحم کرکے اپنی گرفت سے آزاد کیوں کر دیا؟ میرے مولاؑ نے ارشاد فرمایا۔

"میری جنگ اللہ اور اس کے پیارے دین اسلام کے لئے تھی۔ مگر جب اس نے مجھ پر تھوک پھینکا تو مجھے غصہ آگیا اور اس جنگ میں "میرا نفس" شریک ہوگیا۔ ایسی حالت میں اُسے قتل کرتا تو میرا یہ عمل اپنے نفس کے لئے ہوتا نہ کہ خدا کے لئے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ ــــ خدائی کام میں اپنے نفس اور ذاتی وقار کو شریک کروں۔!!!

- حضرت کی سخاوت و ایثار کے متعلق کس کی طاقت ہے کہ ایک شمہ بھی بیان کر سکے کیونکہ مالکِ دو جہاں قرآن کریم میں خود اس سخیٔ دو جہاں کے ایثار میں رطب اللسان ہے اور سورۂ دہر ان کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی کر رہی ہے۔ اور یہ شرف تو انھیں کے در دولت کو حاصل ہے کہ یہاں سے پھیلا ہوا ہاتھ کبھی خالی واپس ہی نہیں ہوا۔

- زہد اور ترک دُنیا میں حضرت کی یہ حالت تھی کہ آپ نے دُنیا کو بائن طلاق دے رکھا تھا جس کے بعد رجوع ممکن ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص تارک الدُنیا ہوتا ہے وہ دُنیا والوں اور دُنیا سے کوسوں دور بھاگا کرتا ہے۔ اس کو اہل دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں رہ جاتا مگر جناب امیر علیہ السلام کی حالت اس مرکز پر بھی جدا ہے

آپ تختِ حکومت پر رونق افروز نہیں مگر سب سے زیادہ اخلاق سب سے زیادہ کشادہ پیشانی سے ملنے والے، ہر ایک کے دُکھ درد سے تڑپ جانے والے اور اس کا مداوا کرنے والے اور بڑے سے بڑے مقدمات کا فیصلہ کر کے دل موہ لینے والے اور رعایا کی مکمل خبر گیری کو فرض سمجھنے والے ہیں۔

• منبر پر اگر حضرت علیؑ کے کمال کو دیکھا جائے تو ظاہر ہو گا کہ ہر ہر فقرہ پر عرب کے علم و ادب کا خاتمہ ہو رہا ہے لفظ لفظ پر فصاحت و بلاغت کا دریا ابل رہا ہے۔ ملکِ عرب میں بہت سے خطیب گذرے ہیں اور سب نے مختلف مضامین میں اپنے "کمالِ ادب" کا مظاہرہ کیا لیکن جب ان خطیوں کو بہ نگاہ غور ملاحظہ کیجئے گا تو ان کو باب مدینۃ العلم کے ہی خطبوں کا اڑایا ہوا خاکہ پائیے گا۔

• تعلیم کے مدرسہ آپ ایسے زبردست اور ہمہ داں پروفیسر ہیں کہ تمام علوم و فنون کا سرچشمہ آپ کی ذات والاصفات ہی نظر آئے گی۔

• ہزاروں "تحقیق کے پیاسے"، اپنی اپنی جگہوں سے اٹھتے ہیں اور اس چشمۂ فیض منبع علم سے سیراب ہو کر پھر نہایت ادب سے اپنی جگہ پر دم بخود بیٹھ جاتے ہیں۔

• ارسطو کے احکام، افلاطون کے اصول، سقراط کے دلائل آپ کے ارشادات و اقوال کے سامنے ایک پرانی جنتری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

• علم النحو، علم الکلام، علم فلسفہ، علم نجوم، علم ہیئت، علم ریاضی غرضیکہ کونسا علم ہے کہ علیؑ نے سب سے پہلے دُنیا کو نہیں سکھایا۔ تب ہی تو حضور سرورِ عالم کا ارشاد ہے کہ

"میں علم کا شہر ہوں ـــ اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت علیؑ مسندِ خلافت پر ایک ذیشان امیر ہیں اور بوریائے قناعت پر ایک منکسر المزاج فقیر۔ اگر آپ عدل و انصاف میں نوشیرواں سے بڑھ کر ہیں تو شجاعت میں رستم و دستاں سے بہتر و برتر۔! ایسی صفات متضادہ کا جامع بعد جناب رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سوائے علی المرتضےٰ کے دُنیا میں کوئی ہوا ہے اور نہ ہو گا۔

علیؑ کہ جس کی ہر نظر محیط کائینات تھی!
علیؑ کہ جس کے فلسفہ سے دنگ سارے فلسفی
(معجز جونپوری)

● زیر نظر کتاب "علیؑ علیؑ حصہ دوم" فضائل علیؑ پر میری دوسری کتاب ہے جس کے اندر مولائے کائینات کے فضائل اس انداز سے بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی نے بھی اس انداز سے قلم نہیں اٹھایا ہے۔ اس لئے میں بجا طور پر اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ضرور پسند فرمائیں گے۔ اور قائم آلِ محمدؑ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اس "ہدیۂ عقیدت" کو شرف قبولیت سے نوازا جائے۔!

خادم اہلبیتؑ

محمد وصی خاں

صدر مرکزی تنظیم عزا (رجسٹرڈ) کراچی

و

صدر محفل حیدری ناظم آباد، کراچی

قولِ جناب امیر علیہ السلام

امیر المومنین امام عالمین حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد گرامی

"جس کے ساتھ احسان کرو، اس کے شر سے بچنے کی فکر کرو"

علیؑ اور اولادِ علیؑ کے کارنامے تاریخ کی زبانی!

گزشتہ سے پیوستہ

● کتاب "علیؑ علی"، حصّہ اوّل میں آپ نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت ننّو واقعات بسلسلہ فضائل مولائے کائینات حضرت علی ابن ابی طالب غالب کلّ غالب کے پڑھ لئے ہیں اب میں اس سلسلے کو آگے بڑھا رہا ہوں۔ اور جو واقعات مجھے حاصل ہوئے ہیں انھیں معزز قائین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبان ضرور پسند کریں گے اور مولاؑ کی بارگاہ میں بھی شرفِ قبولیت حاصل ہوگی۔ (محمد وصی خاں)

واقعہ نمبر ۱۰۱
علیؑ کی ماں کو رسول اکرم نے اپنے کپڑوں میں دفنایا

کتاب "الزہراؑ"، مصنّف عمر ابو النصر ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی ناشر میری لائبریری لاہور صفحہ ۴۴ "علیؑ کی والدہ کا نام فاطمہؑ تھا اور یہ بزرگ خاتون بھی رسول اللہ کی مدد کرنے میں اپنے شوہر حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ سے کم نہ تھیں حضرت ابوطالب کے بعد آپ ہی کی ذات رسولؐ اللہ کے لئے باعث تسکین رہی تھی لیکن جب تک رسول اللہ مکہ میں تشریف فرما رہے انھوں نے اپنی بے نظیر شفقت اور الفت کے باعث ان ایذاؤں کے احساس میں بہت حد تک کمی کر دی جو کفّار کے ہاتھوں سے آپ کو پہنچتی تھیں رسول اللہؐ کو ان کی خدمت اور شفقت و الفت کا اس قدر پاس تھا کہ ان کی وفات کے بعد آپ نے اپنے کپڑوں میں انھیں کفن دیا اور خود قبر میں اتر کر انھیں لٹایا۔ یہ دیکھکر بعض صحابہؓ نے آپ سے پوچھا۔

"یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ آپ نے ان سے وہ سلوک کیا ہے جو آج تک کسی سے نہیں کیا؟" رسالت مآب صلعم نے فرمایا۔

"یہ ابوطالب کے بعد میری سب سے زیادہ ہمدم اور محمدؐ پر سب سے زیادہ مہربان اور

اور شفیق رہی ہیں۔"
مسلمانو! رسول اکرم تو جناب ابو طالب اور والدہ گرامی جناب علی علیہ السلام فاطمہؓ بنت اسد سے اس طرح محبت کرتے تھے کہ جب ان دونوں کا انتقال ہوا تو تمام رسومات خود رسول اللہؐ نے ادا کیں اور کبھی یہ کہا کہ آج ہمارے والد اس جہان سے اُٹھ گئے اور کبھی ارشاد فرمایا کہ آج ہماری ماں کا انتقال ہو گیا۔ ان سب باتوں کے جانتے ہوئے آپ لوگ ایمان ابو طالب پر بحث کرتے ہیں۔ اگر ایمان ابو طالب کو سمجھنا ہے تو پہلے رسول اکرم کے طرز عمل کو دیکھو اس کے بعد کوئی فیصلہ کرو۔

واقعہ نمبر ۱۰۲
سب سے زیادہ زاہد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے

کتاب "اسوۂ علیؑ" یعنی علیؑ اور قدر النسائی" از سید رئیس احمد جعفری ندوی ناشر آفتاب اکیڈیمی ۱۲ اُردو بازار کراچی صفحہ نمبر ۳۵ میں عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانہ کا واقعہ لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کے ذکر سے رطب اللسان رہتے تھے ایک بار ان کے ہاں فرقہ زہاد کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے مختلف لوگوں کے نام لئے لیکن انھوں نے کہا کہ "دنیا میں سب سے زیادہ زاہد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔"
دیکھا آپ نے خاندان بنی اُمیہؓ نے کیا کچھ نہیں کیا کہ دنیا سے علیؑ اور ان کی آلؑ کا نام مٹ جائے لیکن یہ میرے مولا کا معجزہ ہے کہ خود دشمن کے گھر سے آپ کے حق میں آواز اُٹھتی ہے۔

واقعہ نمبر ۱۰۳
"صفحۂ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے"

(عمر بن عبد العزیز خلیفہ خاندان بنی اُمیہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتساب و تعلق نے اہل نجران لوگوں کے

کردار و حسن عمل نے اہل بیت کو تمام مسلمانوں کے نزدیک عزیز تر بنا دیا تھا لیکن بنو امیہ کا خاندان ابتداہی سے سیاسی مصالح کی بناء پر ان کا دشمن بن گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اسی خاندان کے رکن تھے اور ان کے زمانہ تک اس بغض و عداوت کا خمیر اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ خاندان بنو امیہ کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا تھا لیکن ان کا دل اہل بیت کی محبت میں اس قدر سرشار تھا کہ ایکبار جب آپ مدینہ میں گورنر تھے اس وقت ان کے ہاں فاطمہ بنت علیؑ آئیں تو انھوں نے پہلے تمام پہرہ داروں اور غلاموں کو گھر سے نکلوا دیا پھر تنہائی میں لے جا کر ان سے کہا "اے دختر علیؑ صفحہ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے اور تم خود میرے خاندان سے زیادہ عزیز ہو"۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۲۹۱ و صفحہ ۲۴۵ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۴)

مندرجہ بالا سطور سے ان کی دلی عقیدت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے جو انھیں خاندان اہل بیتؑ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تھی۔

واقعہ نمبر ۱۰۴

ایک ہزار سواروں کے برابر طاقت رکھنے والے سوار کا علیؑ کے ہاتھوں انجام!

کتاب "قول شدید یعنی رد خلافت معاویہ و یزید"، از مولوی ضیاء احمد بدایونی ایم اے پروفیسر و صدر شعبہ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ناشر ایجوکیشنل بک ہاؤس یونیورسٹی ایریا علی گڑھ ۲ یو۔ پی انڈیا صفحہ ۱۳۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"غزوہ خندق میں عرب کا مشہور سوار عمرو بن عبدود جو ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا لڑنے کو نکلا اور پکارا "کوئی ہے جو مقابلہ کرے"، اس وقت صرف علیؑ کی آواز آتی ہے "میں"، حضورؐ نے فرمایا "یہ عمرو ہے"، (یعنی تمہارا اس کا جوڑ نہیں) آخر تین بار یہی سوال و جواب ہوئے اور علیؑ نے عرض کی "میں جانتا ہوں

یہ عمرو ہے" اور حضورؐ نے ان کو مقابلے کی اجازت دی۔

آپ نے جا کر عمرو سے پوچھا کہ میں نے سُنا ہے کہ اگر تجھ سے کوئی تین سوال کرے تو تُو ایک سوال ضرور مان لیتا ہے اس نے اثبات میں جواب دیا پھر بقول علامہ شبلی یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت علیؑ:۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام لا۔

عمرو:۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت علیؑ:۔ لڑائی سے واپس جا۔

عمرو:۔ میں خواتین قریش کا طعنہ نہیں سُن سکتا۔

حضرت علیؑ:۔ مجھ سے معرکہ آرا ہو۔

عمرو:۔ مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔

جب اس نے نام پوچھا آپ نے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب چونکہ اس میں اور ابی طالب میں دوستی کے تعلقات تھے وہ بولا "میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا آپ نے کہا" مگر میں چاہتا ہوں"، غرض لڑائی ہوئی اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر میں آپ کی شمشیر خارا شگاف نے اس کا سر کاٹ کر زمین کو بوسہ دیا اس واقعہ کو علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی جلد اول میں لکھا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۰۵

ولایت علیؑ کی بناء پر اسے پچاس دینار دے دو!

کتاب "اسوۂ علی"، از رئیس احمد جعفری ندوی ناشر آفتاب اکیڈیمی کراچی صفحہ نمبر ۳۵ میں عمر بن عبدالعزیز کے غلام کا واقعہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک بار حضرت کا آزاد شدہ غلام زریق ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا امیر میں مدینہ کا رہنے والا ہوں، قرآن مجید اور فرائض مجھے یاد ہیں، لیکن بیت المال کے رجسٹر میں میرا نام درج نہیں ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا

"تم کس طبقہ کے آدمی ہو"؟

وہ بولا۔ "میں موالی بنی ہاشم میں ہوں"۔ پھر اُس نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا نام لیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا "میں خود علیؑ کا غلام ہوں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اُس کے مولیٰ ہیں۔ پھر آپ نے موالی (غلام) مزاحم سے پوچھا "اس قسم کے لوگوں کو کیا وظیفہ دیتے ہو"؟ اس نے کہا سَو یا دو سَو درہم! عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا

"ولایت علیؑ کی بناء پر اسے پچاس دینار دے دو"۔

واقعہ نمبر ۱۰۶

"اسلام کی پہلی مسجد اور اس کا معمار علیؑ"۔

ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا آپ نے اس کی بُنیاد رکھی اور اپنے رفقاء کے ساتھ خود اس کی تعمیر میں حصّہ لیا تمام صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ شریک کار تھے۔

حضرت علی علیہ السّلام اینٹ اور گارا لا لاکر دیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے جو کتاب زرقانی جلد اول صفحہ نمبر ۲۶۴ میں درج ہے۔

"جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقّت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کے باعث اس کام سے جی چُراتا ہے وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے"۔

آپ خود سمجھ گئے ہوں گے کہ کن لوگوں نے اس کام میں حصّہ نہ لیا ہو گا۔

واقعہ نمبر ۱۰۷

علیؑ اور غزوہ بدر!

"اے محمد! اگر جنگ کرنا ہے تو ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے ہم سر کے آدمی بھیجو۔ کمتر لوگوں سے ہم نہیں لڑتے"۔

سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ ۳۱۳ جانثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے آگے آگے "دو سیاہ رنگ کے علم تھے"، ان میں سے ایک حیدرِ کرارؑ کے ہاتھ میں تھا جب رزم گاہ بدر کے قریب پہونچے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو چند منتخب جاں بازوں کے ساتھ غنیم کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا۔ انھوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہونچکر اہم مقاموں پر قبضہ کر لیا۔ سترہویں رمضان المبارک کو جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی۔ قاعدہ کے مطابق پہلے تنہا مقابلہ ہوا۔ سب سے پہلے قریش کی صف سے تین بہادر نامی جنگجو اپنی صفوں سے نکل کر مسلمانوں سے مبارزہ طلب ہوئے۔ تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے۔ قریش کے بہادروں نے ان کا نام و نسب پوچھا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ دو یثرب کے جوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر کہا "اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر کے آدمی بھیجو"۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لئے۔ حمزہؓ۔ علیؑ۔ اور عبیدہؓ تینوں اپنے اپنے حریفوں کے لئے میدان میں آئے۔ حضرت علیؑ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کر دیا اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کیا، مشرکین نے طیش میں آکر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھکر مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر کے ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے۔ اور عام جنگ شروع ہو گئی۔ شیرِ خدا نے صفوں کی صفیں الٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمنِ ہستی کو جلا دیا مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر و منصور ہوئے۔ بے شمار مال غنیمت اور تقریباً ستر قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے اس مال غنیمت میں سے آپ کو ایک زرہ۔ ایک اونٹ اور ایک تلوار ملی۔

(صفحہ نمبر ۲۹۔ کتاب "اسوۂ علیؑ"، از رئیس احمد جعفری ندوی۔ ناشر آفتاب اکیڈمی۔ کراچی۔)

واقعہ نمبر ۱۰۸



شہر کوئٹہ میں دنیا کا سب سے بڑا عاشورہ محرم کا جلوس جس کے اندر
لاکھوں عاشقانِ حسینؑ شرکت کرتے ہیں
فوٹو خود اس بات کی تصدیق کرے گا۔

واقعہ نمبر ۱۰۹

سب ایمان والوں کے سرور و سردار اور شرف حضرت علیؑ ہیں

کتاب "سچی باتیں"، از مولانا عبدالماجد دریابادی ناشر نفیس اکیڈمی صفحہ ۲۲ تحریر فرماتے ہیں کہ "حافظ عماد الدینؒ ابن کثیرؒ آٹھویں صدی ہجری کے ایک مشہور محدثؒ و مفسرؒ گذرے ہیں ان کی تفسیر تمام علماء اہل سنتؒ میں معتبر و مستند چلی آرہی ہے۔ سورہ مائدہ کے شروع میں "یاایھاؒ الذین آمنو"، کے ذیل میں حضرتؒ ابن عباسؓ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ "سب ایمان والوں کے

سرورِ سردار اور اشرف حضرت علیؑ ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں سے وہی ایک ایسے ہیں جن پر کسی معاملہ میں کوئی گرفت نہیں ہوتی ہے"۔

واقعہ نمبر: ۱۱۰

علیؑ علیہ السلام کی پرورش کاشانۂ وحی میں ہوئی

کتاب "حضرت عثمان تاریخ اور سیاست کی روشنی میں" مصنف ڈاکٹر طہٰ حسین ترجمہ علامہ عبدالحمید نعمانی ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی صفحہ ۱۹۱ میں اسطرح تحریر ہے کہ "حضرت علیؓ کا آنحضرت سے رشتہ اور آپ کی نگاہوں میں ان کا مرتبہ بلاشبہ ہمارے کسی بیان سے بے نیاز ہے۔ ابوطالبؑ کی آنحضرتؐ پر عنایات کون نہیں جانتا قریش کے مقابلے میں ابوطالب کا آپؐ کی اور آپؐ کے دین کی حمایت عام بات ہے۔ پھر ابوطالب نے آپؐ کی کفالت کی اور جب کثرتِ اولاد سے ان کا ہاتھ تنگ ہوا تو آپؐ نے حضرت علیؑ کی کفالت فرمائی۔ آنحضرتؐ اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ حضرت علیؑ بتوں کے متعلق کچھ جانتے نہ تھے اسلام لانے سے پہلے وہ بتوں کے تصور سے خالی تھے۔ پس اسلام کے سابقین اولین میں آپ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپؑ کی تربیت خالص اسلامی ماحول میں ہوئی۔

زیادہ جامع تعبیر میں یوں کہیئے کہ آپ کی پرورش کاشانۂ وحی میں ہوئی آنحضرتؐ نے اپنی صاحبزادی فاطمہؑ سے آپ کی شادی کر دی۔ جس کی وجہ سے اب تک آپ کی نسل جاری ہے۔ جہاد کے میدانوں میں، آنحضرتؐ کے تمام غزوات میں اسلام کا جھنڈا حضرت علیؑ کے ہاتھ میں رہا۔ وہ ایک بہادر، دلیر اور خدا داد قوت کے مالک تھے جس کی مثال دوسرے لوگوں میں نہیں دیکھی گئی"۔

یہ تھیں حضرت علی علیہ السلام کی ذاتی صفات اور اسلام فہمی جس کا مصنف نے خود اقرار کیا ہے۔ یہ مصنف آپ کا ایک جیّد عالم ہے کاش اور ... جب "سقیفہ" کے وقت بھی مسلمان علیؑ کو یاد کر لیتے تو آج اسلام میں اتنی بےچینی نہ ہوتی۔

واقعہ نمبر ۱۱۱

در صنعت مربع بنام حضرت علی علیہ السلام

یہ محنت اور نذرانہ عقیدت جناب سید اختر حسین صاحب اختر حیدر آبادی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی شان میں دو عدد قطعہ مربع کی صورت میں تحریر فرمائے ہیں ان دونوں قطعوں کو جس طرف سے بھی پڑھیئے۔ بامعنی پائیے گا۔

قطعہ نمبر ۱

علیؑ ہی	نبیؐ کا	وصی ہے	ولی ہے
نبی کا	برادر	وہ شیر	جری ہے
وصی ہے	وہ شیر	دلاور	بہادر
ولی ہے	جری ہے	بہادر	علیؑ ہے

قطعہ نمبر ۲

ولائے	نبیؐ سے	ولائے	علیؑ ہے
نبی سے	علیؑ ہے	علیؑ سے	نبیؐ ہے
ولائے	علیؑ سے	ہے روشن	مرادِ دل
علیؑ ہے	نبیؐ ہے	مرادِ دل	یہی ہے

واقعہ نمبر ۱۱۲

اب کی بار علیؑ کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا!

ماہنامہ قومی ڈائجسٹ شمارہ ۱ جلد ۱ جون ۱۹۷۸ء تحریر مدیر جناب مقبول جہانگیر صفحہ ۳۱ بعنوان "کرم عظیم" سوانحیات جناب مولانا حضرت اشرف علی تھانوی اس کے علاوہ یہ واقعہ خود مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب بہشتی زیور میں بھی لکھا ہے۔

"مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی کی پیدائش کا واقعہ بھی عجیب ہے جو خاندان میں اسی وقت سے مشہور چلا آتا ہے مولانا کے والد عبدالحق مرض فارشت میں ایسے مبتلا ہو گئے کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض کی ایک دوا اکسیر ہے مگر وہ قاطع النسل ہے۔ عبدالحق صاحب چونکہ بیماری سے بہت تنگ آ گئے تھے اس لئے انھوں نے دوا یہ کہکر استعمال کر لی کہ بلا سے اولاد نہ ہو بقائے نوعی سے بقائے شخصی مقدم ہے۔ عبدالحق صاحب کی بیوی کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کہ اس وقت تک کوئی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی شدہ شدہ یہ خبر عبدالحق صاحب کی خوشدامن تک پہونچ گئی انھوں نے اس زمانہ کے مشہور مجذوب اور بزرگ حضرت حافظ غلام مرتضٰے پانی پتی سے عرض کیا کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے فرمایا "عمرؓ اور علیؑ کی کشاکش میں مر جاتے ہیں اب کی بار علیؑ کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا" اس مجذوبانہ معمے کو کوئی نہ سمجھا۔ آخر عبدالحق صاحب کی بیوی نے اپنی فہم خداداد سے اسے حل کیا اور فرمایا حافظ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی ہیں اور ماں علوی ہیں۔ اب تک جو نام رکھے گئے وہ باپ کے نام پر رکھے گئے اب کی بار جو لڑکا ہو اس کا نام ننہال کے ناموں کے مطابق رکھا جائے، جس کے آخر میں "علیؑ" ہو۔ حافظ صاحب یہ سنکر ہنسے اور فرمایا واقعی میرا مطلب یہی تھا یہ لڑکی بڑی عقلمند معلوم ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہینگے۔

ایک کا نام "اشرف علی" رکھنا۔ دوسرے کا نام اکبر علی رکھنا۔ دونوں صاحب نصیب ہوں گے ایک میرا ہوگا وہ مولوی اور حافظ قرآن ہوگا اور دوسرا دنیا دار ہوگا۔ چنانچہ یہ سب پیشنگوئیاں حرف بہ حرف درست ثابت ہوئیں ۔

یہ تھی حضرت علی علیہ السلام کے نام کی کرامات جس کا زندہ ثبوت خود اشرف علی تھانوی کی زندگی ہے۔ دنیا کو یہ ماننا پڑے گا کہ روحانی عطا صرف اور صرف محمدؐ اور ان کی آل پاک کے سوا اس دنیا میں کسی کو نہیں ہے۔[1]

واقعہ نمبر ۱۱۳

واقعہ غدیر کی سچائی سے انکار کرنیوالوں کا انجام!

کتاب غدیر خم شایع کردہ بورڈ آف ٹرسٹیز شاہ کربلا ٹرسٹ رضویہ سوسائٹی مضمون جناب ڈاکٹر اسرار ریپ پیپلز اوپن یونیورسٹی اسلام آباد بعنوان سلسلہ الحدیث غدیر صفحہ نمبر ۱۲۲۔ اس کے علاوہ ارجح المطالب باب ۴ صفحہ ۲۱۵ دیکھئے۔

"ایک روز چند عمامہ پوش تلواریں لٹکائے گھوڑوں پر سوار جن کے چہروں سے سفر کی تھکاوٹ ظاہر تھی جناب امیرؑ کے پاس آئے اور سلام میں کہا "السلام علیک یا مولانا"، جناب امیرؑ نے جواب دیا اور وہ لوگ مجمع میں موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے " جناب رسولؐ خدا کے ساتھیوں میں سے اس وقت وہ کون کون ہے جس نے انؐ سے سنا ہو کہ جس کا میںؐ مولا ہوں پس اس کا علیؑ مولا ہے"۔ مجمع میں اس وقت بارہ[12] آدمی تھے (۱) خالد بن زیدؓ (۲) ابوایوبؓ انصاری (۳) خزیمہؓ بن ثابت (۴) ثابت بن قیسؓ بن شماس (۵) عمار بن یاسرؓ (۶) ابوالہیثم (۷) ہاشم بن عتبہؓ (۸) سعد بن ابی وقاص (۹) حبیب بن بدیل بن ورقا (۱۰) ابوہریرہ (۱۱) انس بن مالک (۱۲) براءؓ بن عازب۔ سب نے گواہی دی مگر انس بن مالک اور براءؓ بن عازب نے گواہی نہیں دی۔

جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا " تم دونوں نے کیا ایسا نہیں سنا پھر جناب امیرؑ نے کہا اگر تم نے بغض و عناد کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو بلائے ناگہانی میں مبتلا ہو گے گے

[1] "اشراف السوانح" میں یہ واقعہ مفصل طور پر مرقوم ہے۔

دُنیا دیکھے گی۔" چنانچہ یہی ہوا اور براء بن عازب اندھے ہو گئے اور انس کے چہرے پر برص (کوڑھ) کے بڑے بڑے داغ ہو گئے یہ اپنی باقی زندگی اس عیب کو چھپانے کے لئے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ دیکھا آپ نے جھوٹ کا انجام! مولا علیؑ کے مُنہ سے ان جھوٹوں کے لئے الفاظ نکلے اور پروردگار نے پورا کیا۔

واقعہ نمبر ۱۱۴

حماد اہلبیت حکیم مظاہر حسین صاحب مومن فرقانی اور "حُبِ علیؑ"

پھرے جب حج آخر سے پیمبرؐ
ابھی پہونچا یہ پیغام فرر!
نہ کرنا خوف کچھ اعدا کے شر سے
یہ سنکر احمد مرسلؐ نے فوراً
غرض منبر بنا اونٹوں کا بنا کر
اُٹھایا پھر علیؑ المرتضیٰ کو
غدیر خم پر احمدؐ نے علیؑ کو
کہا مَن کنتُ مولا، جب نبیؐ نے
تو پھر حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر
کہا مولا ہو تم سب مومنیں کے
ہوئی پھر "آیۂ اکملتُ" نازل
خدا نے نعمتوں کی انتہا کی

یہ آئی وحی تب ربّ العُلا کی
نہ کچھ خدمت رسالت کی ادا کی
کہ نصرت ساتھ ہے ہر دم خُدا کی
منادی حاجیوں میں جا بجا کی
نبیؐ نے پہلے خالق کی ثنا کی
نمایاں تھی بغل دستِ خدا کی
بنایا جانشیں، مدح و ثنا کی
ہوئی تکمیلِ دینِ کبریا کی
مُبارک باد دی، مدح و ثنا کی
خُدا نے سب پہ سرداری عطا کی

★

واقعہ نمبر ۱۱۵

اسپین (مغرب) سے اسلام کے نابود ہونے اور مشرق میں باقی رہنے کا راز

کتاب تاریخ تشریح و محاکمہ مولفہ آقائے بہلول بہجت مترجم اردو سیّد عباس حسین ناشر مطبع حیدری چھتہ بازار حیدر آباد دکن سال طباعت ۱۳۷۱ھ صفحہ ب میں اس طرح تحریر ہے۔ " فرانس کا ایک عالم کہتا ہے کہ مغرب (اسپین) سے اسلام کے نابود ہونے اور مشرق میں باقی رہنے کا راز یہ ہے کہ مغرب میں امویوں نے اسلام کی بناء کر کے اسلام کے ظاہری احکام نافذ کیئے۔ یہی وجہ تھی کہ نصرانیوں کی ظاہری و باطنی کوششوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور اسلام کی بنیاد وہاں کھوکھلی ہو گئی بر خلاف اس کے مشرق میں اسلام کی باطنی تعلیم حضرت علی علیہ السلام کے پیروؤں میں باقی تھی جو "شیعہ" کہلاتے ہیں اسی کی بدولت وہ اس قابل ہیں کہ اتنی صدیوں سے وہ مغرب کی طاقت کا مقابلہ کر سکیں "

● اس ہی سلسلہ میں ایک واقعہ جو خود میرے ساتھ پیش آیا اُس کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ سنہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ میں میٹرک میں پڑھتا تھا۔ میرے احباب امان اللہ خاں سرور ی۔ بار وق صاحب۔ جمیل صاحب اکثر پادریوں سے بحث و مباحثہ کرنے ان کے چرچ (گرجا گھر) جاتے تھے۔ ایکبار معلوم ہوا کہ امریکہ سے ایک بہت بڑا پادری آیا ہوا ہے۔ حسب عادت ہم لوگ جمع ہو کر اس سے ملنے گئے امان اللہ صاحب نے اس سے مناظرہ شروع کرنا چاہا۔ اس نے دریافت کیا "آپ لوگ اسلام کے کس فرقہ سے تعلق رکھتے" ؟ ہمارے دوستوں نے کہا کہ ہم لوگ "سُنّی" ہیں مگر میں خاموش نہ رہا میں نے کہا " اس سے آپ کا کیا مطلب ہے" ؟ اس نے جواب دیا میں شیعہ حضرات سے مناظرہ نہیں کرتا ہوں کیونکہ میں آج تک اپنی باتوں سے کسی شیعہ کو قائل نہ کر سکا ہوں "۔ دیکھا آپ نے اس پادری کے جواب میں ایک " حقیقت "

"ایک سبق"، اور "ایک راز ہے" کاش دنیا اس کو سمجھ سکے۔!

واقعہ نمبر ۱۱۶

جدھر دیکھو علیؑ علیؑ ہے

علم الحساب کی رُو سے آپ دُنیا کے کسی لفظ کے اعداد معلوم کرلیں پھر ان اعداد کو ۱۲ سے ضرب دے کر حاصل ضرب میں ایک جمع کردیں پھر حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیں حاصل ضرب کو پھر ۲۰ سے تقسیم کر دیں آخر میں جو ہندسہ بچ جائے اس کو ۲۲ کے ہندسے سے ضرب دے دیں حاصل ضرب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السّلام کے عدد ۱۱۰ کے برابر ہوگا۔ **مثال:**۔ فاطمہؑ کے اعداد ۱۳۵ =

۱۳۵ × ۱۲ = ۱۶۲۰ + ۱ = ۱۶۲۱ ۱۶۲۱ × ۵ = ۸۱۰۵ ÷ ۲۰

= باقی رہا ۵ × ۲۲ = ۱۱۰

واقعہ نمبر ۱۱۷

دَل کا دَل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار حیدریؑ کی بجلی سے یہ بادل چھٹ کر رہ جاتے تھے!

یہ واقعہ جس کو ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اپنی شاہکار کتاب "شاہنامہ اسلام" میں نظم کیا ہے یہ واقعہ جنگ احد کا ہے جب پہلا دشمنوں کا غول بڑھا اور اس نے سرکار دوعالمؐ کو اپنے نرغہ میں لے لیا تو اسی وقت آپ کے پاس شیر خدا حضرت علی علیہ السّلام کھڑے تھے سرکار دوعالمؐ نے علی مرتضےٰؑ کو اس دشمنوں کے غول کو ہٹانے کے لئے کہا آپ نے ذوالفقار حیدری بلند کی جسکی چمک نے دشمنوں کی آنکھوں میں چکا چوند کی سی کیفیت پیدا کر دی اور کافر منتشر ہو گئے۔ سرکار دوعالمؐ کو کافروں کے نرغہ سے نجات حاصل ہوئی۔ اس واقعہ کو جناب حفیظ جالندھری نے اپنی کتاب شاہنامہ

اسلام حصہ سوم صفحہ ۳۲۰ ناشر مکتبۂ شاہکار لاہور میں اس طرح نظم کیا ہے

حضرت علیؑ کی جانبازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یوں نزدیک آنے کا
علیؑ سے امر حضرتؐ نے کیا اُن کو ہٹانے کا
لگی اُٹھ اُٹھ کے گرنے ہر طرف تیغ یداللّٰہی
تو ناری پھر جہنّم کی طرف ہونے لگے راہی
گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دستِ حیدرؑ نے
یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشا دستِ حیدرؑ نے
بھری تھی برقِ باطل سوز تیغ شیر یزداں میں
لپک اُٹھا تھا اک شعلہ سا نیزوں کے نیستاں میں
اگرچہ خوفِ حیدر سے تھا زہرہ آب دشمن کا
مگر اُمڈا ہوا اٹھا چار سو سیلاب دشمن کا

واقعہ نمبر ۱۱۸

کتاب "اسلامی تاریخ" کے بعض اہم اور امتیازی پہلو!

کتاب "اسلامی تاریخ"، مصنف ڈاکٹر امیر حسن صدیقی صدر شعبہ تاریخ اسلام کراچی یونیورسٹی ناشر جمعیتہ الفلاح اے ایم ۲۰ صدر کراچی صفحہ ۲۵۔

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے یہ شیعی تحریر نہیں ہے اس کتاب کے اندر مصنف نے کہیں بھی آلِ رسولؐ کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن وہ بات جو حق تھی لاکھ چھپائے بھی چھپا نہ سکے۔ اور آلِ رسولؐ کے منجر ے کے تحت لکھنا پڑا کہ "جب خاندان بنی اُمیہ نے اقتدار حاصل کیا اور تقریباً ایک صدی ۶۶۱ء تا ۷۵۰ء حکومت کی تو خلافت کے اطوار و مزاج میں فرق آگیا معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے پہلے فرماں روا جس نے اس خاندان کی بنیاد

رکھی تھی امیر معاویہ نے خود اس تبدیلی کو محسوس کیا اور اس طرح ارشاد فرمایا۔

"میں اسلام میں پہلا بادشاہ ہوں" خلافت کا اصل مذہبی اور جمہوری انداز نہ رہا۔ اگرچہ اس کی صورت باقی رکھی گئی۔ یہ تبدیلی محض مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کی شکل ہی تک محدود نہ رہی بلکہ اس کی روح کسی حد تک بدل گئی خلفاء راشدین کی تمام توجہ مذہب کے مقاصد کے لئے وقف تھی ذاتی اختیار و اقتدار کا ان کو قطعی شوق نہ تھا ان کے طرز فکر میں اس کو کوئی دخل نہ تھا کہ اختیار محض اختیار کے لئے حاصل ہو عموماً اموی خلفاء اپنے کردار کے اعتبار سے ایسے مقدس، مذہبی اور صاحب اخلاق نہ تھے جیسے کہ خلفاء راشدین اور نہ ان کی طرح مذہب کے مقاصد کی طرف ہمہ تن متوجہ۔ اب اسلام کی ترقی بطور مقصد ان کے لئے امور اہم میں سے نہ تھی۔

دیکھا آپ نے "خود امیر معاویہ نے یہ کہہ دیا کہ میں بادشاہ ہوں" اب ذرا اوپر کو نظر ڈالئے تو دور خلافت علیؑ نظر آجائے گا یہاں اسلام اور دین کی خاطر سب کچھ ہے اپنی ذات کے لئے کچھ بھی نہیں نہ تخت و تاج ہے نہ محل بس یہ گھر ہے جسکے اندر رہائش بھی تھی اور وہاں سے احکام خلافت بھی صادر فرماتے تھے

واقعہ نمبر ۱۱۹

"میری ضرب ضرب حیدری ہے" (محمد علی کلے)

("کوہستان" ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء) لاس ویلگاس ۲۳ نومبر (اے پی/ ڈپ)

مقابلہ ختم ہونے کے بعد اخبار نویسوں نے محمد علی کلے کو گھیر لیا۔ محمد علی کلے نے ان سے کہا تم جس شخص کو چاہے لے آؤ میں اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں تم اپنے تمام آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دو میں ایک ایک کے ساتھ نمٹوں گا۔ محمد علی کلے نے اعلان کیا کہ میں اپنا اعزاز برقرار رکھنے کے لئے ہر تین ماہ بعد میدان میں آنے کو تیار ہوں۔ محمد علی کلے نے اخبار نویسوں سے کہا مجھے تائید غیبی حاصل ہے میرا نبیؐ مجھ پر سایہ فگن ہوتا ہے۔ میری ضرب ضرب حیدری ہے اس لئے کہ میرے نام کا ایک لفظ

محمدؐ اور دوسرا لفظ علیؑ ہے۔

واقعہ نمبر ۱۲۰

بیرم خاں خانِ خاناں اتالیق شہنشاہِ اکبر مغلِ اعظم اور حُبِ علی علیہ السّلام!

شہے کہ بگذرد از نہ سپہر افسر او
اگر غلامِ علیؑ نیست خاک بر سر او!
علی است عادل والا امیر عرش جناب
کہ ہست خسرو خاور کمینہ چاکر او!

در مدینۂ علم آنکہ از کمالِ شرف!
فتادہ اند سراں ہمچو خاک بر در او
ز قید خسروی ہر دو کون آزاد است
کسے کہ از دل و جاں شد غلام قنبر او

شہا غلام تو بیرم گر از محبت تو!
شدہ است سلطنتِ ظاہری میسّر او
ولے بخاک درت چوں رُخ نیاز نہد
از آں چہ شود کہ بر چرخ شود افسرِ او

واقعہ نمبر ۱۲۱

بہادر علی شاہ ظفر آخری تاجدار ہند اور حُبِ علیؑ

"ہر درد کی دوا ہے علیؑ"

نور بازوئے مصطفےٰ ہے علیؑ
صفدر معرکۂ وغا ہے علیؑ
میری کشتی کا ناخدا ہے علیؑ
میرا ہادی و رہنما ہے علیؑ

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ

اس کو لطف کرم ہو گر منظور | دم میں سب درد دکھ ہوں میرے دور
میں جہاں میں نہ ہوں سدا مسرور | ہووے غم سے نہ دل مرا رنجور

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ

ہے وہ مشکل کشائے مرداں | کرتا ہے میری مشکلیں آساں
اے ظفر کس طرح نہ با دل و جاں | میں رکھوں رات دن یہ ورد زباں

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ

واقعہ نمبر ۱۲۲

اوّل علیؑ آخر علیؑ معلوم ایں شد آخرم

حضرت شمس تبریزؒ اور حبّ علیؑ

اے عاشقاں اے عاشقاں از جان غلام حیدرؑم
زیرا کہ اندر راہ دیں حیدرؑ بجاں شد رہبرم
حیدرؑ شہ اعلےٰ بود حیدرؑ ہمہ والا بود
مہرش دلم را جا بود ایں جاں ازو شد رہبرم
حیدرؑ علیم کُل بود ہم صاحب دلدل بود!
در آسماں غُلغل بود مدحش چو در نظم آورم
حیدرؑ چناں شاہے بود بر جسم و جاں ماہے بود
مہرش چو فرگاہے بود از ہر دو عالم برسرم
در چشم ما پنہاں علیؑ در نطق ما گویا علیؑ!
در قرب اوّل اعلیؑ گر نیست ایں من کافرم!

گر عشق جوئے حیدرؑ ست در راہ پوئے حیدر است
گر علم خوانی حیدرؑ است دانائے سر اکبرم
حیدرؑ بود شیر خدا، حیدرؑ بود میر وغا
حیدرؑ بود کان سخا جز او بعالم نہ نگرم
حیدرؑ بخواں حیدرؑ بداں در آشکار او نہاں
حیدرؑ کہ از انوار او چرخ فلک خاک درم
مولا چو مرد غالبی مہر علیؑ را طالبی
اول علیؑ آخر علیؑ معلوم ایں شد آخرم

نمبر ۱۲۳

ملکی اخبارات کے چند ایک تراشے جو پاک، بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کے دوران شائع ہوئے تھے جس میں پاکستانی فوج نے حضرت علی علیہ السلام کو مشکل کشائی کیلئے دوران مشکل یاد کیا اور آپ نے اُن کی مدد کی۔ یہ تراشے اُن لوگوں کی عبرت کے لئے درج کئے جا رہے ہیں جو آئمہ اطہار کو مدد کے لئے پکارنے کو شرک کہتے ہیں اور ہم یہ اپیل بھی کریں گے کہ وہ مشکلکشاؑ کی نصرت کو شرک کہکر خود مشرکانہ افعال سے گریز کریں۔

نمبر ۱۲۴

قوتِ نعرۂ حیدری

اخبار مشرق لاہور ۱۴ نومبر ۶۵ء میجر محمد حسین ملک (ستارۂ جرأت) نے ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ بتاتے ہوئے کہا کہ ایک بار ان کی فوج کا دستہ دشمن کے ٹینکوں میں گھر گیا مگر ہم نے نعرۂ حیدری بلند کیا تو دشمن کے سپاہی محض نعروں سے گھبرا گئے اور اپنے مورچوں اور ٹینکوں سے نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے اس وقت دشمن کے بہت سے سپاہی ہماری گولیوں کا نشانہ بنے۔

میجر ملک نے کہا کہ دشمن کی پسپائی کے بعد میں نے محسوس کیا کہ شہادت پانے

کے عظیم جذبے اور نعرۂ حیدری میں کتنی قوت موجود ہے۔

نمبر ۱۲۵

شکستِ فاش

اخبار مشرق ۱۴ نومبر ۱۹۶۵ء لفٹیننٹ کرنل جنید (ستارۂ جرأت) نے فوری طور پر چونڈہ کے محاذ پر جوابی حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سرفروشان اسلام اپنے بہادر کمانڈر کا حکم ملتے ہی اللہ اکبر اور نعرۂ حیدری لگا کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور دشمن کی گڑھ گور کی مضبوط پوزیشن کو تباہ کر کے اسے بہت پیچھے دھکیل دیا۔

نمبر ۱۲۶

دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے!

اخبار مشرق ۸ نومبر ۱۹۶۵ء لاہور۔ مغربی پاکستان کے وزیر خزانہ شیخ مسعود صادق نے ۷ نومبر کو کربلا گامے شاہ لاہور میں منعقدہ ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بھارت نے ۶ ستمبر کی رات کو چوروں کی طرح رات کے تین بجے ہم پر حملہ کر دیا مگر وہ بھول گئے کہ انھوں نے کس قوم کو للکارا ہے جس وقت پاکستانی فوجیوں نے یا علیؑ کے نعرے مار کر جوابی حملے کئے تو دشمن کی ٹڈی دل فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔

نمبر ۱۲۷

ایک نعرۂ حیدری "یا علیؑ"

کھیم کرن میں پاکستانی فوجی افسر نقشہ زمین پر رکھ کر تمام صورت حال سمجھا رہے تھے کہ پاکستانی توپوں نے بھارتی طیارہ کو اپنا نشانہ بنایا اور چشم زدن میں فضا میں دھواں کی ایک لکیر نمودار ہوئی۔ جوانوں کے چہروں پر فتح و کامرانی کی جگمگاہٹیں نمایاں ہو گئیں اور دور فضا میں تکبیر اور پنجتن

ایک نعرۂ حیدری یا علیؑ سے فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا ہم نے ایسے روح افزا مناظر چار بار دیکھے۔ (اخبار نوائے وقت لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

واقعہ نمبر ۱۲۸

عوام کی فوجیوں کیلئے الوداعی دُعا

اخبار مشرق ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء لاہور فوجی جب محاذ پر جانے کے لئے آبادیوں کے قریب سے گزرتے ہیں تو شہری انھیں مشروبات پیش کرتے ہیں اور اللہ اکبر اور یا علیؑ کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ انھیں رخصت کرتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲۹

خُدا تمہارے ساتھ ہے

جب مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوئے تو پاکستانی فوج کے مورچوں میں بیٹھے ہوئے جوانوں نے اللہ اکبر اور یا علیؑ کے نعروں سے ہمارا استقبال کیا۔ گاڑی میں میرے برابر پیرس کے اخبار "لی نگارو" کا نامہ نگار بیٹھا تھا اس نے پاکستانی جوانوں کے نعروں کے جواب میں انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی میں نے اس اشارے کا مطلب اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا ہمارے ملک میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ "خدا تمہارے ساتھ ہے"

واقعہ نمبر ۱۳۰

فرشتۂ موت کا انکشاف

کتاب "حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے" مولفہ سید حیدر عباس صاحب صاد ڈھوروی ناشر نذر حسین تاجر کتب کشمیری بازار راولپنڈی صفحہ نمبر ۱۴۲، ۱۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی اور میرا گذر آسمان پر ہوا تو میں نے آسمان پر

ایک فرشتہ کو دیکھا جس کے سامنے لوح رکھی ہوئی تھی اور وہ اس کو دیکھنے میں محو تھا میں نے اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے مجھے بتلایا کہ یہ فرشتہ عزرائیل ہے جو لوگوں کی روح قبض کرتا ہے پس میں نے آگے بڑھ کر حضرت عزرائیل علیہ السّلام کو سلام کیا۔ اس نے کہا وعلیکم السّلام۔ اور میری طرف دیکھنے کے بعد پوچھا "اے رسولؐ خدا حضرت علی علیہ السّلام کا کیا حال ہے میں نے عزرائیل سے پوچھا کہ کیا تم حضرت علی علیہ السّلام کو جانتے ہو۔ عزرائیل نے جواب دیا بیشک اللہ تعالےٰ کی طرف سے میں ہر نفس کی روح قبض کرنے پر مامور ہوں آپؐ کی اور حضرت علیؑ کی روح قبض کرنے کے سلسلے میں مجھے اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ آپ دونوں میں سے کسی ایک کی بھی روح اس وقت تک قبض نہ کروں جب تک کہ آپ خود رضامند نہ ہوں۔

واقعہ نمبر ۱۳۱

نعرۂ حیدری یا علیؑ سے ڈر کر دشمن کا دم نکل گیا

جنگ کراچی ۲۶ اگست ۱۹۶۵ء۔ کل رات بھارتی فوج نے چھناری سے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ مجاہدین نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین یا علیؑ کا نعرہ لگا کر آگے بڑھے تو ایک بھارتی سپاہی رام چرن دہشت سے گر کر وہیں ہلاک ہو گیا۔

واقعہ نمبر ۱۳۲

محمدؐ اور علیؑ لحمک لحمی!

محمدؐ اور علیؑ لحمک لحمی ۔۔۔ !
محمد ۹۲ سے جو حرف "م" ۴۰ ہے
کیا جمع تو حاصل ایک سو دس
جو باقی "حمد" ۵۲ اور "لی" ۴۰ رہ گئے ہیں

طلسم اس کا میں سمجھاؤں تجھے سُن!
علیؑ کے "ع" ۷۰ کو بھی اک طرف جن
"علیؑ"، ظاہر ہوئے پر کو ذرا اُٹھن
وہ اعداد محمدؐ ۹۲ منظہر کن

واقعہ نمبر ۱۳۳

حضرت علیؑ کا حضرت عمرؓ کو ایک مفید مشورہ!

کتاب المرتضیٰ تالیف علی الجعفری صفحہ ۱۴۲ - اس کے علاوہ اس مفید مشورہ کو مورخ اسلام حکیم زمانہ قاضی اندلسی نے اپنی کتاب طبقات الامم اور عیش قرشی تیمی نے اپنی کتاب کشف عن الغاشہ کے جزء اول کی پہلی قسم میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کو تاریخ اسلام کا ایک مفید مشورہ دیا تھا کہ کتب خانہ اسکندریہ کے خزانوں (کتابوں) کو نہ جلایا جائے کیونکہ ان کتابوں میں علوم کے خزانے ہیں جو قرآن مجید کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ان سے قرآن کی تائید ہوگی اور قرآن کی باریکیوں اور رموز کی تعبیر کرنے میں یہ کتابیں مددگار ثابت ہوں گی۔ کاش حضرت علی علیہ السلام کے مشورہ پہ عمل ہو جاتا۔

واقعہ نمبر ۱۳۴

حضرت علیؑ کے ساتھ جبرئیل و میکائیل بھی جنگ میں لڑتے تھے!

کتاب کرامات صحابہؓ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ناشر دارالاشاعت کراچی صفحہ نمبر ۳۴ میں کنزالعمال کے صفحہ ۴۱۲ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جناب عاصم بن ضمرہؓ سے روایت ہے کہ جناب امام حسنؓ نے ایک تقریر کے دوران فرمایا کہ سرکار دو جہاںؐ جب والد بزرگوار حضرت علیؑ کو کسی جہاد میں روانہ کرتے تو آپ کے داہنی طرف جبرئیل اور میکائیل بائیں طرف ہوتے تھے اور آپؑ اس جنگ کو جیت کر واپس آجاتے تھے۔ یعنی جہاد میں حضرت علیؑ کے ساتھ جبرئیل اور میکائیل رہا کرتے تھے اور اللہ کی امداد سے جناب شیر خدا اس جنگ کو جیت لیتے تھے۔ "مسلمانو! جنگ صفین، نہروان اور جمل کے لئے کیا خیال ہے۔ اس جنگ میں بھی بقول رسول خدا یہ فرشتے آپ کے ساتھ رہے ہوں گے یا نہیں؟ فیصلہ آپ کو کرنا ہے!

واقعہ نمبر ۱۳۵

ہمارے امام بارہ ہیں

علم الحساب کی عجیب کرامات ہندسہ ۱۲ کہاں نہیں۔ اس ہندسہ کی چند عجیب و غریب نسبتیں ہیں۔ اگر آپ غور کر لیں گے تو دنیا میں ہر اچھی چیز میں ۱۲ کا عکس نظر آئے گا۔ یہ خدا اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے۔

(۱) لا الٰہ الا اللہ کے حروف ۱۲ ہیں
(۲) محمد رسول اللہ کے حروف " "
(۳) محمدؐ علیؑ فاطمہؑ " " " "
(۴) امیر المومنین " " " "
(۵) وصی و اخی مصطفےٰ " " " "
(۶) فاطمہؑ علیؑ حسینؑ " " " "
(۷) اللہ محمدؐ زہراؑ " " " "
(۸) حیدر کرارؑ زہراؑ " " " "
(۹) علیؑ زہراؑ حسنینؑ " " " "
(۱۰) امام المسلمین " " " "
(۱۱) فاطمہ بضعتہ منی " " " "
(۱۲) حق علیؑ مشکلکشاؑ " " " "
(۱۳) حق علیؑ ولی اللہ " " " "
(۱۴) مولود بیت اللہ " " " "
(۱۵) امام العارفین " " " "
(۱۶) امام العابدین " " " "
(۱۷) مولائے کائنات " " " "
(۱۸) فاتح خیبر و خندق کے عدد ۱۲ ہیں
(۱۹) قرآن مع العلی " " " "
(۲۰) علیؑ مع القرآن " " " "
(۲۱) علی علیہ السلام " " " "
(۲۲) حسن علیہ السلام " " " "
(۲۳) امام برحق حسینؑ " " " "
(۲۴) امام عابد سجادؑ " " " "
(۲۵) امام محمد باقرؑ " " " "
(۲۶) امام جعفر صادقؑ " " " "
(۲۷) امام موسیٰ کاظمؑ " " " "
(۲۸) امام رضاؑ " " " "
(۲۹) امام تقیؑ " " " "
(۳۰) امام نقیؑ " " " "
(۳۱) امام حسن عسکریؑ " " " "
(۳۲) امام محمد مہدیؑ " " " "
(۳۳) آل محمد مصطفےٰ " " " "
(۳۴) مودۃ القربیٰ " " " "

واقعہ نمبر ۱۳۶

خیبر کا دروازہ میں نے قوت الٰہی سے اُٹھایا

کتاب الرحمۃ المہداۃ مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۲۱۶ وکتاب کرامات صحابہ از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ نمبر ۳۴ میں حضرت ابو رافع سے روایت تحریر کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم نے جب حضرت علیؑ کو اپنا جھنڈا دے کر خیبر کی طرف روانہ کیا تو ہم بھی ان کے ساتھ تھے جب ہم قلعہ خیبر کے پاس پہنچے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے تو خیبر والے آپ پر ٹوٹ پڑے آپ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے کہ آپ پر ایک یہودی نے حملہ کر کے آپ کے ہاتھ سے آپ کی ڈھال گرادی اس پر جناب حیدر کرارؑ نے قلعہ کے ایک دروازہ کو اُکھیڑ کر اپنی ڈھال بنالیا اور اسکو ڈھال کی حیثیت سے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ستر یک جنگ ہوگئے۔ اور بالآخر دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد اس ڈھال کے طور پر استعمال کرنے والے دروازہ کو اپنے ہاتھ میں سے اُچھال کر دور پھینکدیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ سات آدمی اور بھی تھے ہم آٹھوں آدمیوں نے ملکر اس دروازہ کو اُلٹنے کی کوشش کی لیکن وہ دروازہ جس کو تن تنہا حیدر کرارؑ نے اپنے ایک ہاتھ میں اٹھا کر ڈھال کی جگہ پر استعمال کیا تھا ہم آٹھوں آدمی سر توڑ کوشش کے باوجود پلٹ نہ سکے۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔ حضرت علی علیہ السلام خود فرماتے تھے کہ یہ دروازہ میں نے انسانی قوت کے بل بوتہ پر نہیں اٹھایا بلکہ قوت الٰہی سے اُٹھایا۔

واقعہ نمبر ۱۳۷

حضرت علی علیہ السلام کے نو جملے جو آپ نے رجز میں فرمائے

کتاب طبقات الاولیاء از سید عبدالغنی وارثی ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی صفحہ ۴۹ ۵۰ میں جناب ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت تحریر کرتے ہیں کہ امام علی

بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے رجز میں ایسے نو جملہ کہے کہ ان میں سے ایک تک بھی پہنچنے کی اُمیدیں منقطع ہو گئیں۔ (یعنی میری سمجھ ان عالمانہ جملوں تک نہیں جا سکتی) وہ جملہ یہ ہیں۔ ۳ جملے مناجات میں ہیں ۳ جملے علم میں اور تین جملے اخلاق میں۔!

مُناجات

(۱) یہی عزت میرے لئے کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔

(۲) میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔

(۳) جیسا میں دوست رکھتا ہوں ویسا ہی تو میرے لئے ہے اس لئے جس چیز کو تو دوست رکھتا ہے اس کی توفیق مجھے دے۔

عِلم

(۱) آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

(۲) باتیں کرو پہچان لئے جاؤ گے۔

(۳) جس آدمی نے اپنی قدر پہچانی وہ ضائع نہ ہوا۔

اِخلاق

(۱) جس پر چاہو احسان کرو تم اس کے امیر (حاکم) ہو جاؤ گے۔

(۲) جس سے چاہے استغنا کرو تم اس کی نظیر (ہم رتبہ) ہو جاؤ گے۔

(۳) چاہے جس کے تم محتاج ہو اس کے اسیر ہو جاؤ گے۔

آپ کا قول ہے کہ واللہ ایمان والا ہی مجھے دوست رکھے گا اور نفاق والا ہی مجھے دشمن سمجھے گا۔

نمبر ۱۳۸

امام شافعیؒ اور حبِ علیؑ

صواعق محرقہ میں امام شافعی کی یہ رُباعی درج ہے جس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام شافعی حضرت علی علیہ السّلام سے کس درجہ عقیدت رکھتے تھے۔

کفیٰ فضل مولانا علیؑ وقوعُ الشکّ فیہ انہٗ اللّٰہ
ومات الشافعی لیس یدری علیؑ ربہ امر ربہ اللّٰہ

ترجمہ:۔ مولا علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعت شان میں یہی کافی ہے کہ لوگوں کو اُن کے خدا ہونے کا شک و شبہ پیدا ہو گیا اور میں (شافعی) مرتے وقت تک نہیں جان سکا کہ میرا پالنے والا مربی علی علیہ السلام ہے یا اللہ تعالےٰ ہے۔

نمبر ۱۳۹

ابن ابی الحدید مصنف شرح نہج البلاغہ اور حُبّ علیؑ

جناب ابن ابی الحدید جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے کلام نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے۔ آپ اس رباعی کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام سے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

ما علیؑ بشر فکیف بشر ربہ فیہ تجلّی وظہر
فذات لمخلوق ووصف لخالق قد حارت الالباب ایہ حیرۃ

ترجمہ:۔ علی ہیں تو بشر پس کیسے بشر ہیں جس میں سے اس کے رب کی تجلّی ظاہر ہوتی ہیں پس ذات میں تو مخلوق ہیں اور اوصاف ان کے خالق والے ہیں بے شک اولو الالباب کی عقلیں حیران ہیں۔ یہ عجیب حیرانگی ہے یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام بشر ہیں۔ اللہ نہیں ہیں مگر ان کی بشریت سے ان کے رب کی الوہیت کی تجلی ظاہر ہو رہی ہیں۔ رب العالمین کی ربوبیت کا ظہور ان کی بشریت سے ہوتا ہے۔
پس یہ بشر ہو کر مربّی عوالم ہیں۔

نمبر ۱۴۰

جس نے علیؑ کا حق پہچانا وہ جنتی ہے

کتاب مناقب خوارزمی میں منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جس شخص نے علیؑ کا حق پہچانا وہ پاک اور خوش ہوا اور جس نے اس کے حق سے انکار کیا وہ ملعون اور زیاں کار ہوا میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا اس کو دوزخ میں داخل کروں گا اگرچہ وہ میری اطاعت کرنے والا ہو اور جو شخص اس کی فرماں برداری کرے اسے جنت میں داخل کروں گا۔ اگرچہ وہ میری نافرمانی ہی کرنے والا ہو۔

نمبر ۱۴۱

حضرت علی علیہ السلام پہلے حافظ قرآن تھے

کتاب تفسیر انوار النجف از حجۃ الاسلام علامہ حسین بخش ناشر مکتبہ انوار النجف دریا خاں ضلع میانوالی صفحہ نمبر ۱۲۲ پر درج ہے۔

"حضرت علیؑ کے جمع کرنے سے مراد حفظ کرنا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ پہلے حافظ قرآن تھے پس اسی صورت میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ نے حافظ قرآن (حضرت علیؑ) کو چھوڑ کر غیر حافظ زید بن ثابت کو جمع قرآن پر کیوں مجبور کیا؟ حالانکہ بروایت صحیح بخاری اسی نے بہت معذرت خواہی بھی کی۔ جیسا کہ صحیح بخاری ج ۲ حدیث نمبر ۸۸۰۲ از مرزا حیرت دہلوی ملاحظہ فرمائیے۔ زید نے کہا کہ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم عقلمند جوان آدمی ہو۔ تم پر ہم بھول یا جھوٹ کا الزام نہیں لگا سکتے اور تم نبیؐ صلعم کا وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ لہذا تم ہی قرآن کو تلاش کر کر کے جمع کرو۔ زید کہتے ہیں کہ واللہ اگر مجھے پہاڑ کے اٹھانے کا حکم حضرت ابوبکرؓ فرماتے تو وہ مجھے اس قرآن

جمع کرنے کے کام سے زیادہ آسان معلوم ہوتا۔"

تو مسلمانوں کیا یہی تمھارا انصاف ہے۔ حافظ قرآن علیؑ کو چھوڑ کر اس سے قرآن جمع کروا رہے ہو جو انکار کر رہا ہے۔

واقعہ ۱۴۱

کائینات کے ہر ورق پر نام علیؑ کندہ ہے

جناب ثقۃ شیخ ابوالفتح محمد بن علی الکبراجکی۔ کتاب مستطاب کنز الفوائد میں اپنی اسناد سے زہری سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ مجھے ہشام بن عبدالملک نے حجاز سے شام میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب میں شام کو روانہ ہوا تو میں سرزمین بلقاؔ میں پہنچا جو حجاز کے آخر میں اور شام کی ابتدا میں ہے وہاں ایک سیاہ رنگ کا پہاڑ مجھے نظر آیا۔ اس پر ایک جگہ میں نے کچھ کلمات لکھے دیکھے میں ان کو سمجھ نہ سکا کیونکہ وہ عبرانی زبان میں تھے مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اس پہاڑ سے گزر کر میں عمان میں وارد ہوا۔ وہاں میں نے پوچھا کوئی ایسا شخص ہے جو ان کلمات کو پڑھ سکے۔ جو قبروں، پہاڑوں اور پتھروں میں کندہ ہیں لوگ مجھے ایک بہت ہی بوڑھے شخص کی جانب لے گئے۔ پس میں نے جو کچھ اس پہاڑ میں دیکھا تھا اس کے سامنے بیان کیا اور اس سے یہ درخواست کی کہ میرے ہمراہ چل کر ان حروف و کلمات کو پڑھے اس کو میں نے سواری پر بٹھا لیا ہم اس پہاڑ کے قریب پہنچے۔ میں نے اپنے ہمراہ قلم و دوات لے لیا تاکہ وہ جو کچھ ترجمہ کرے یا تفسیر بیان کرے میں اس کو لکھ لوں پس جب اس شیخ نے ان حروف کو پڑھا اس نے کہا کہ خط عبرانی میں عجیب چیز لکھی ہوئی ہے جب اس کا اس نے عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا مضمون یہ تھا "باسمک اللھم جاء الحق من ربک بلسان عربی مبین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ صلی اللہ علیھا وکتب موسیٰ بن عمران بیدہ"۔ یہ منقوش تحریر پہاڑ پر جو موسیٰ بن عمران کے خط سے ہے یہ قدرت

کی طرف سے ہے۔

واقعہ نمبر ۱۴۲

کتاب محبوب مصباح القلوب میں ہے کہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمان کو ایک انگوٹھی دی تاکہ اس پر لا الٰہ الا اللہ کندہ کرا لائے سلمانؓ نے حکاک (سنار) سے کہا کہ اس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی نقش کر دے۔ جب وہ انگوٹھی آنحضرت کی خدمت میں لائی گئی تو آں حضرت نے ان پر تین سطریں دیکھیں۔ پوچھا "اے سلمان! یہ تین سطریں کیسی ہیں؟ سلمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لا الٰہ الا اللہ نقش کرنے کو فرمایا تھا میں نے چاہا کہ اس کے ساتھ محمدؐ رسول اللہ بھی کندہ کر دیا جائے اتنے میں جبرئیلؑ کا نزول ہوا اس نے عرض کیا۔" یا رسولؐ اللہ! لا الٰہ الا اللہ آپ کی فرمائش تھی اور محمدؐ رسول اللہ سلمانؓ کی چاہت تھی اور یہ میری چاہت تھی کہ اس کے ساتھ علیؑ ولی اللہ کو بھی ملا دیا جائے کیونکہ اقرار ولایت علیؑ کے بغیر شہادتیں درست اور قبول نہیں ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد طاہرین کی ولایت کے بغیر کوئی طاعت اور عبادت قبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچتی۔

واقعہ نمبر ۱۴۳

حضرت علیؑ کی سخاوت کا حال!

حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو رہن رکھنا

کتاب سخاوت حضرت علی حیدرؑ یعنی رہن نامہ لخت جگر امام حسنؑ و حسینؑ علیہ السلام حسب فرمائش شاہ محمد یٰسین عرف لوبے ناشر کتاب رحمٰن برادرس کراچی حضرت علی علیہ السلام نے جناب امام حسن اور امام حسینؑ کو ایک مرد مومن کی مدد کرنے کے لئے ایک یہودی کے پاس رہن رکھ دیا جس کو منظوم واقعہ کی صورت میں کسی مرد مومن نے لکھا ہے اس کو میں آپ کی خدمت میں ہو بہو پیش کر رہا ہوں

جس کو پڑھ کر آپ کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔ (مؤلف)

"مشہور دو جہاں میں سخاوت علیؑ کی ہے"

دل سے علیؑ شیر خدا کا جو نام لے
واللہ گر تے گرتے خدا اس کو تھام لے

ہاں ہاں وہی علیؑ کہ جو دلدل سوار ہیں
چاہیں جو وہ تو بگڑا مقدر سنوار دیں

خیبر شکن بھی شوہر خیر النسا بھی ہیں
داماد مصطفےٰ بھی ہیں شیر خدا بھی ہیں

ایک روز کا میں تم کو سناتا ہوں واقعہ
بیٹھے ہوئے تھے مسجد نبویؐ میں مصطفےٰ

گھیرے ہوئے تھے آپ کو اصحاب باصفا
جیسے کہ چاند تاروں کی محفل میں جلوہ زا

اتنے میں ایک سائل مفلس نے آن کر
یوں عرض کی ادب سے کہ یا سیّد البشرؐ

دو لڑکیاں جوان ہیں گھر میں مرے مگر
شادی میں کر دوں دونوں کی اتنا نہیں ہے زر

بجا ہو جو تم تو کام میرا مصطفےٰ سے بنے
چٹکی اٹھا لو خاک کی تو کیمیا بنے

دینار مجھ کو دو سو دلا دیں یا نبیؐ
ہو جائے پورا کام میرا پھر تو واقعی

فرمایا مصطفےٰ نے علیؑ سے کہ یا علیؑ
مشکل کو اس کی حل کرو مشکلکشا علیؓ

پورا کرو سوال یہ سائل کا تم ابھی
آسان کام کر دو یہ مشکل کا تم علیؓ

سائل نے بدگمانی یہ سنتے ہی دل میں کی!
محتاج خود علیؓ ہیں مجھے دیں گے کیا علیؑ

لیکن علیؓ نے کہدیا سائل سے بے خطر
اللہ کارساز ہے چلئے ہمارے گھر

سائل کے ساتھ آئے علیؑ گھر پہ آن کر
سب فاطمہؑ سے کہدیا حکم شہ بشر

اے فاطمہؑ یہ حکم شہ خوش خصال ہے
سائل ہے میرے ساتھ کہو کیا خیال ہے

سنکر یہ فاطمہؑ نے کہا یا علیؑ سنو!
سائل کو دیں گے کیا بخدا گھر میں کچھ نہ ہو

فرمایا یوں علیؑ نے اگر حکم تم کہو — میں رہن رکھ دوں جا کے حسنؑ اور حسینؑ کو

سُنکر یہ فاطمہؑ نے کہا دل کو تھام کر

قربان دونوں لال محمدؐ کے نام پر!

دیکھو وہ دونوں کھیلتے ہوں گے اِدھر اُدھر — مشکلکشا نے ڈالی محلہ پہ جب نظر

آئے نظر جو دور سے لختِ دل و جگر — آواز دی کہ آؤ ادھر اے میرے پسر

سُنکر صدا وہ کھیل کو بھی چھوڑتے ہوئے

آئے حسنؑ حسینؑ وہاں دوڑتے ہوئے

پیشانی پہ چومی چوم کے فرمایا آپ نے — تم دونوں میرے لال ہو اک بات تم سے ہے

فرمانِ مصطفےٰ ہے یہ سائل کے واسطے — میں چاہتا ہوں رکھدوں رہن تم کو اسلئے

میرے بھی ساتھ مرضی یہی ہے بتولؑ کی!

کہ جان جائے بات نہ جائے رسولؐ کی!

سُنکر حسنؑ حسینؑ نے بے ساختہ کہا — بے خوف رہن رکھدو ہمیں غم نہیں ذرا

پورا سوال کر دو یہ سائل کا برملا — کٹوا دیں نانا جان کے اشارے پہ ہم گلا

پورا کرو جو حکم رسولؐ انام ہو!

پھر اور کام پہلے محمدؐ کا کام ہو!

لے کر حسنؑ حسینؑ کو حضرت علیؑ چلے — سائل کو ساتھ لے کے علی مرتضیٰ چلے

پہنچے وہ مالدار یہودی کے گھر علیؑ — سائل کو تاکہ دیسکیں مطلوب زر علیؑ

دینار دو سو چاہئیں دینار دو سو دے

اس گھر پہ میرے آنے کا مقصد فقط یہ ہے

سُنکر کہا یہودی نے مشکلکشا سے یوں — ناراض ہو نہ جائیں تو اک بات میں کہوں

دینار دو سو آپ ابھی مجھ سے لیجئے — رکھ دیجئے دونوں تو رہن نظر رہیں آپ کے

اس پر اک شرط ہے اور شرط وہ یہ ہے

دیجائیں میری آپ رقم پہلے شام کے

دن ڈوب جائے گا تو ملیں گے نہ دونوں لال — فرمائیے جناب کا اس میں ہے کیا خیال

قدرت خدا کی دیکھئے بیٹا نہ اس کے تھا — اس واسطے یہ شرط رکھی اس نے برملا

سوچا کہ ہیں غریب بہت شیرِ کبریا
کیا لا سکیں گے شام سے پہلے رقم بھلا

دن ڈوبنے سے پہلے رقم لا سکیں گے کیا
مجھ سے حسنؑ حسینؑ کو لیجا سکیں گے کیا

لے کر رقم یہودی سے سائل کو دی وہیں
پھر دے کے پوچھا اب تو ضرورت رہی نہیں
جا اب تو پورا ہو گیا ارشاد شاہ دیں
گھر آئے گھر میں فاطمہ بیٹھی ہوئی ہی تھیں

پوچھا جو فاطمہؑ نے تو حیدرؑ یوں بول اٹھے
دینار دو سو لیکے رہن لال رکھ دیئے
سنکر یہ دل میں سوچتی تھیں بی بی فاطمہؑ
گھر میں تو ایک پائی نہیں اے مرے خدا
دینار دو سو آئیں گے کیا کون لائے گا
کیا ہوگا حشر جانے مرے دونوں لال کا

حضرت علیؑ تو سو گئے گھر اپنے آن کر
شیر خدا تھے آپ کو کس بات کا تھا ڈر
بچوں کو رہن رکھنے کا تھا ایک تو الم
دشمن کے گھر میں رہیں یہ دوسرا تھا غم
ان کی جگہ پہ ہم ہوں تو اللہ کی قسم
ہو جائیں غم میں بچوں کے دیوانے ایکدم

یہ دل علیؑ کا تھا یہ جگر فاطمہؑ کا تھا
بچوں کو رہن رکھ دیا اور اُف نہیں کیا
اتنے میں وقت ہو گیا غمناک شام کا
یعنی کہ آفتاب جہاں تاب چھپ گیا
اور وہ یہودی لوگوں سے کہتا تھا دیکھنا
اب آئیں گے علیؑ تو علیؑ کو ملے گا کیا

باتیں یہودی کرتا تھا یہ قصہ مختصر
آرام کر رہے تھے جناب علی ادھر
بچوں کا بی بی فاطمہؑ کو آ گیا خیال!
آنسو بھر آئے آنکھ میں کچھ ہو گیا ملال!
مغرب کا وقت ہو گیا زہراؑ جو جلد سے
اٹھیں جناب علیؑ کو جگانے کے واسطے

آنسو بھر آئے تھے جو نکل آئے آنکھ سے
رخسار پہ وہ حیدر کرار کے گرے
آنسو بہائے فاطمہؑ دل فگار نے
موتی بنا دیا انہیں پروردگار نے
آنسو گرے جو آپ کے چہرے پہ جاگ اٹھے

آنسو کے موتی بن گئے اور موتی دیکھ کے

بے حد علیؑ و فاطمہؑ دل شاد ہو گئے
پھر تو جناب شیر خدا اٹھے شان سے
اور اٹھ کے سیدھے جوہری بازار میں گئے
تھے دونوں موتی ہاتھ میں دلدل سوار کے

ایک جوہری کو بیچ دیئے موتی آپ نے
دو موتی دو ہزار کی قیمت میں بک گئے

دینار دو سو آپ نے کل پاس رکھ لئے
باقی خدا کی راہ میں تقسیم کر دیئے
پھر جلد جلد پہنچے یہودی کے آپ گھر
سورج غروب ہو گیا تھا پہلے ہی مگر

حضرت علیؑ یہودی کو جب آگئے نظر
بولا یہودی آ تو گئے ہیں جناب ادھر

سورج غروب ہو گیا ہے فیصلہ کرو
وعدہ کیا تھا تم نے جو مجھ سے وفا کرو
دینار دو سو دے رہے ہیں آپ تو مگر
لوں گا نہ میں رقم کہ اے شاہ معتبر

آنا تھا کیونکہ آپ کو مغرب سے پیشتر
بیکار ہے یہ گفتگو بے کار ہے یہ زر

جب دے چکے زبان تو دیں گے نہ آپ کو
یعنی حسنؑ حسینؑ ملیں گے نہ آپ کو
اب تو غروب ہو گیا سورج تو دیکھ لو
جلنے لگے چراغ ہر اک گھر میں شام کو

اوروں سے پوچھ لیجئے جو مجھ پہ یقین نہ ہو
نکلا زباں سے آپ کے فی الفور مومنو!

سورج نہیں چھپا ہے ابھی دیر ہے شام کو
لاتے نہیں ہو کام میں کیوں عقل خام کو
شیر خدا کا جیسے اشارا ذرا ہوا
سورج خدا کی شان سے جلوہ نما ہوا

سنکر علیؑ کا قول جو نکلے مکان سے
دیکھا یہودیوں نے تو سب دنگ ہو گئے

پھیلا ہوا اندھیرا جو تھا دم میں گم ہوا
سایہ رہا نہ دھوپ نکل آئی جا بجا
سورج چھپا نہیں تھا مگر جلوہ بار تھا
اعجاز دیکھا جس نے وہ حیران رہ گیا
رکھی نبیؐ کی بات جو دلدل سوار نے
رد کی نہ بات اُن کی کبھی پروردگار نے
جتنے یہودی تھے وہ مسلمان ہو گئے
اے سیف یعنی عامل قرآن ہو گئے

واقعہ ۱۴۴

حافظ شیرازی آستانہ مشکل کشاء پر

در مذہب ما کلامِ حق نادِ علیؑ است
طاعت کہ قبولِ حق بود یادِ علیؑ است
از جملہ آفرینشِ کون و مکاں
مقصودِ خدا علیؑ و اولادِ علیؑ است

واقعہ ۱۴۵

جس کے لئے قتل کیا اسی نے پھانسی سے بچا لیا

(بحوالہ رسالہ پیام عمل نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۳ سے ۱۸ تک) مضمون نگار جناب حکیم محمود گیلانی صاحب نے ۱۹۴۵ء (انگریزوں کا دورِ حکومت) کا ایک واقعہ زیرِ عنوان "ترا صبح پھانسی لگ جائے گی"، لکھا ہے جس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں (مؤلف)

• موت سے چھوٹنے والے قیدی کی کہانی ایک قیدی کی زبانی!!!

"تڑکا صبح پھانسی لگ جائے گا"

"ہاں! اس نے قتل جو کیا ہے۔ قتل کی سزا پھانسی ہے"

"کیسا خوبصورت جوان ہے تڑکا"

"ٹھیک ہے مگر قانون کسی کی خوبصورتی اور جوانی کو نہیں دیکھتا وہ سزا دے کر رہتا ہے"

"سُنا ہے وہ کسی اُونچے خاندان کا نوجوان ہے"

"درست ہے لیکن حکومت کسی ذات پات کو نہیں دیکھتی اُس کی نگاہ میں

میں اعلیٰ اور ادنیٰ، ایک برابر ہیں "

ان ہی یہ میگوئیوں کے ہجوم میں تمام ہو گئی قیدی بارکوں میں بند کر دیئے گئے جیل پر سناٹا چھا گیا، کالی اور بھیانک رات، نورے کو موت کے لئے تیار کر رہی تھی وقت کے خوفناک اور لرزہ خیز لمحے پیغام اجل لے کر تیزی سے آ رہے تھے۔ قید خانے میں بسنے والوں پر نیند حرام ہو چکی تھی۔

رات کے پچھلے پہر، اس کو کال کوٹھری سے نکالا گیا۔ پاؤں میں بیڑی ہاتھوں میں ہتھکڑی، تن پر کالی پوشاک، یہ تھا نورا جس کی زندگی کا چراغ گھڑی بھر میں گل ہونے کو تھا وہ کچھ پڑھتا اور مسکراتا ہوا پھانسی کے قریب پہنچا اور زور سے تین نعرے لگائے۔ اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ۔ یا علیؑ!

نعروں کی گونج سے جیل کے در و دیوار کانپ اٹھے، وہ اسی طرح کچھ پڑھتا اور مسکراتا ہوا پھانسی کے تختے پر چڑھ گیا۔ مگر بے خوف و بے ہراس، مطمئن اور پرسکون! اب بھی اسے یقین تھا۔ کوئی خاص یقین! جلاد نے رسّی کی گرہ اس کے نرخرے سے جمادی۔ سیاہ ٹوپی نے اس کے سر اور چہرے کو چھپا لیا مگر نورا معجزانہ طور پر موت سے بچ گیا۔ اس کو پھانسی سے اتار لیا گیا۔!

یہ ہے تلخیص اس تحیر خیز داستان کی جو موت کے چنگل سے رہائی پانے والے ایک قیدی کے متعلق عمر قید کی سزا کاٹنے والے ایک قیدی نے بیان کی اور جس نے سننے والوں کو انگلیاں چبانے پر مجبور کر دیا۔

اب سنئے اس کی تفصیل!

آپ کا یہ گناہ گار "قلمکار" ۱۰ اگست ۱۹۵۰ء کو صوبائی حکومت کے حکم سے بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر نظر بند کیا گیا۔ ایک مہینہ شاہی قلعہ لاہور میں گزار کر جب میں سینٹرل جیل لاہور میں منتقل ہوا تو اس کثرت سے بارش شروع ہوئی کہ پانچ روز تک آسمان پانی برساتا اور مخلوق خدا پر آفت لاتا رہا۔ ریلوے لائنیں ٹوٹ گئیں خلقت سیلابوں میں گھر گئی۔ دریا تو رہے دریا، ندی نالوں کا جوش مذہبی دیوانوں کے خروش سے کم نہ تھا۔

جیل کی عمارتیں بھی بارش سے بہت متاثر ہوئیں اور مشقت کرنے والے

قیدیوں کی ٹولیاں اُن کی مرمّت پر لگ گئیں۔ قیدی کام بھی کرتے تھے اور نئے پرانے قصے کہانیاں بھی چھیڑتے تھے بھانت بھانت کے قیدی تھے اور بھانت بھانت کی باتیں جن میں کچھ نامعقول ہوتی تھیں اور اکثر معقول بھی! - ایک روز قیدیوں کی ایک ٹولی، ہمارے وارڈ میں کام کرنے آئی ان میں حامد لودھی عمر قید کا ایک اسیر تھا جو آدھی سزا کاٹ چکا تھا اور راولپنڈی جیل سے تبدیل ہو کر آیا تھا آدمی معقول سا دکھائی دیتا تھا وہ کچھ لکھا پڑھا بھی تھا باتیں بھی تلی کرتا تھا مگر سُنی ہو کر رہتی ہے بیوی کو قتل کرنے کے جُرم میں وہ اپنے کیے کی سزا پا رہا تھا۔

قیدیوں نے کام ہی کام میں بارش کا ذکر چھیڑ دیا۔ کسی نے کہا "سُنا ہے سیلاب نے بڑی تباہی مچائی ہے یہ سیلاب نہیں اللہ کا عذاب ہے۔ جو نافرمان اور گنہگار بندوں پر نازل ہوا ہے لیکن دنیا والے کب عبرت پکڑتے اور توبہ کرتے ہیں؟"

کوئی کہنے لگا۔ "توبہ کون کرتا ہے۔ اور نصیحت کون لیتا ہے؟ ہاں! یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب ڈوبنے لگتے ہیں تو مولا کا نام پکارنے لگتے ہیں۔ حیدری نعرے لگاتے ہیں ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ کشتی ڈولنے یا بیڑی غرق ہونے لگی تو ہر عقیدے اور ہر مذہب والے نے، ہندو اور مسلمان نے مشکلکشاؑ کو یاد کیا اور "یا علی" کے شور نے آسمان کو ہلا دیا۔"

ایک اور بول اُٹھا۔ "جی ہاں! جس کو پکارتے اور یاد کرتے ہیں وہ مدد کرنے بھی آتا ہے نا! فریاد کرنے والوں کا ہاتھ بھی تو پکڑتا ہے۔ ڈولتی ہوئی کشتی صاف تیرنے لگتی ہے۔ خدا کے شیر علی مرتضیٰ ہیں۔"

حامد لودھی سب باتیں چپکے سے سُنتا رہا آخر وہ ذرا سستانے کے لئے بیٹھ گیا اور سگریٹ کا لمبا کش لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "دوستو! مولا علیؑ مشکل کشا تو وہ عظیم ترین اور بے عدیل و بے مثال ہستی ہے جس کا کوئی ہمسر ہو ہی نہیں سکتا وہ نہ صرف ڈوبتوں کو بچاتا اور بے سہاروں کا سہارا بنتا ہے بلکہ وہ تو موت کو پچھاڑنے اور اجل کو لتاڑنے والا ہے وہ تو پھانسی پر چڑھے ہوؤں کو اُتار لیتا ہے اور اُن کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دیتا۔ میرے دوستو! میں نے مولا علیؑ کا ایک ایسا معجزہ اور زندہ معجزہ دیکھا ہے کہ تم اس واقعہ کو سُنو تو حیرت میں

مبتلا ہو جائے اور تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں"۔

"کیا ہے وہ واقعہ۔ حامد نواز" چند قیدیوں نے پوچھا اور سب کی ٹکٹکی اس نو وارد قیدی کی طرف لگ گئی!

"واقعہ"؟ حامد نواز نے ایک ہلکی سی آہ بھر کر کہا۔

" اس میں بے پناہ عقیدت بھی ہے۔ بے پناہ محبت بھی اس میں روحانیت کی روشنی بھی ہے۔ خون کی سرخی بھی۔ اس میں جلوۂ ایمانی بھی ہے جذبۂ قربانی بھی!"

● اب حامد نواز نے واقعہ سُنانا شروع کیا۔!

راولپنڈی میں نور خاں عرف نورا۔ اٹھارہ سال کا ایک خوبصورت نوجوان محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے ماں باپ کا پیٹ پالا کرتا تھا وہ دن بھر کام میں لگا رہتا شام کو روپیہ ڈیڑھ روپیہ کما لاتا اور اپنے والدین کے قدموں پر رکھ دیتا۔ ایک دن اس نے سُنا کہ شہر کا ایک برہمن ہری چند جو کسی مندر میں ملازم ہے بزرگانِ اسلام کو بہت گالیاں بکتا ہے وہ رسولؐ اور اہلبیت رسولؐ کا تو خاص طور پر دشمن ہے اور ان کے خلاف سخت بد زبانی کرتا ہے اس نے اپنے دوستوں اور تعلقداروں سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ جیسے بھی بن پڑے اس دشمن اسلام کو منہ پھٹ برہمن کو ٹھکانے لگانا چاہیئے۔ ورنہ اس کی شوخیوں اور گستاخیوں سے متاثر ہو کر دوسرے غیر مسلم بھی بد زبان ہو جائیں گے اور ان میں بھی رسولؐ اور آلِ رسولؐ کو گالیاں دینے کی جرأت پیدا ہو جائے گی لیکن انھوں نے جواب دیا "ارے نورے! خدا جانے تو کس خیال میں ہے۔ سارے شہر میں ایک تو ہی مسلمان نہیں یہاں ہزاروں اہل اسلام بستے ہیں برہمن سے بزرگانِ دین کے خلاف گالیاں سُنتے ہیں اور چپکے سے نکل جاتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ برہمن کو دو چار جلی کٹی سُنا دیں اور تیوری چڑھا کر بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے جب یہ حالات ہیں کہ کسی مسلمان کو غیرت نہیں آتی ہے تو تو اکیلا کیا کرے گا؟

جی ہاں! خدا نے سب بندے ایک جیسے پیدا نہیں کئے ان میں کچھ غیرت مند بھی ہوتے ہیں جو دینی حمیت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اور اپنا ایمانی جوش دکھا سکتے ہیں"۔ ان الفاظ کے ساتھ نورے کی آنکھوں میں سُرخی اتر آئی اس نے لال لال دیدے نکال کر ایک نگاہ اپنے دل پر۔ دوسری آسمان پر اور تیسری کعبہ کی طرف ڈالی چند لمحے اس کی زبان

اور اُس کے ہونٹ حرکت کرتے رہے۔ خُدا معلوم وہ کیا کہتا رہا پھر نہایت سُریلی آواز اور جوشیلے انداز میں اس نے زور سے ایک پنجابی شعر پڑھا۔ ؎

بے غیرت نوں ہوندنہ ملدی رحمت دے دریاؤں
غیرت والا دین دُنی وِچ پاوے اجر خداؤں

اگلے روز نُور اگھر سے کام کو نکلا مگر اس دن وہ انسان کی مزدوری کرنے کے بجائے رحمان اور اُس کے محبوبانِ والاشان کی مزدوری کرتا رہا۔ اسے محمدؐ اور آلِ محمدؐ کو گالیاں بکنے والے دشمنِ دین، پنڈت ہری چند کی شناخت تھی وہ اُس کی تلاش میں چکر لگا رہا تھا۔ ریلوے اسٹیشن۔ لال کرتی۔ صدر۔ مری روڈ۔ چھچی محلہ بازار پُرانا قلعہ سے گزرتا ہوا جب وہ راجہ بازار کی ایک گلی میں پہنچا تو وہاں اُس دریدہ دہن برہمن سے اُس کا ٹکراؤ ہو گیا اس نے اُس نابکار کو روک لیا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"تو ہی ہے نا ہریا؟ ہمارے دین کے بزرگوں کو گالیاں بکنے والا"

"ہاں! میرا ہی نام ہے پنڈت ہری چند۔ اور میں ہی گالیاں دیا کرتا ہوں تیرے محمدؐ اور اُس کی آل کو۔ تیرا جتنا بس چلتا ہے۔ چلالے۔ جتنا زور لگتا ہے۔ لگالے اور سلیلے یاد رکھ! تو تو ایک ذرا سی پِدی ہے۔ تو کیا اور تیرا شوربا کیا۔ اگر سارے مسلمان دُنیا کے سارے مسلمان بھی جمع ہو کر مجھ پہ چڑھ دوڑیں تو بھی میری بدزبانی بند نہیں ہو سکتی میں جب تک جیتا ہوں تیرے رسولؐ اور تیرے رسولؐ کی آل اولاد کو بے نطق سناتا ہی رہوں گا"

"او بے حیا برہمن! یہ تو بتا، محمدؐ اور آلِ محمدؐ نے کیا نقصان پہنچایا ہے تجھے؟"

نُور اگرج کر بولا۔!

"اُنھوں نے ہمارے خداؤں۔ ہمارے معبودوں۔ ہمارے دیوتاؤں کی توہین کی ہے۔ ایسی توہین جو مجھے ہی نہیں، ساری ہندو جاتی کے دلوں کو زخمی کر چکی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا مُلّے۔! جب تیرے رسولؐ کے بھائی اور داماد علیؑ نے کعبے سے بُت نکالے تھے اور کعبہ کی چھت سے بُت اُکھاڑ کر پھینکے تھے تو اُس نے اُن بُت مورتیوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ تو ہی بتا؟ کیا علیؑ نے ہمارے

معبودوں کی توہین نہیں کی تھی ؟" یہ کہکر برہمن ملعون نے امیر المومنینؑ کو چار پانچ گالیاں سُنادیں، ننگی اور فحش گالیاں -!

اُسی دم سورج کی شعاعوں میں بجلی کو شرمانے والی کوئی تیز سی چیز چمکی، فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور ع "خاک پر ڈھیر تھا اک دشمنِ دینِ احمدؐ"۔

نورا، خون میں ڈوبی ہوئی ناپاک لاش پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں دین کی عزت کا لہو - چہرے پر جوشِ ایمانی کی سُرخی - لبوں پر معنی خیز تبسم -!

اُوہ !___ نورے کی ایک جان کیا؟ ایسی ایسی لاکھوں اور کروڑوں جانیں خدا کے دین پر، خدا کے رسولؐ پر اور خدا کے رسولؐ کی آلؑ پر قربان ہو جائیں تو بھی پرواہ نہیں - اسلام کی عزت کو - محمدؐ کی عزت کو اور اہلبیتؑ کی عزت کو بچانا اور ان کی محبت میں کٹ مرنا ہر ایک مسلمان کا دینی اور ایمانی فرض ہے - نورا ہنستا اور مسکراتا ہوا سولی چڑھے گا - وہ اللہ ___ اور محمدؐ اور علیؑ کے نعرے مارتا ہوا پھانسی کے تختے پر قدم رکھے گا - مگر ایک بات بتادوں ! نورے نے جس مولا مشکل کشا کی عزت کی حفاظت کے لئے اس کے بد باطن دشمن کو قتل کیا ہے یقین ہے کہ وہ اس کی امداد کو ضرور پہنچے گا - وہ دستگیری فرمائے گا اس کی بلند ترین ہستی یہ گوارہ نہیں کرے گی کہ نورا، اس کی حرمت کو بچانے والا نورا سولی چڑھے اور موت کی سزا پائے"

یہ تھا نورے کا وہ آخری بیان جو اس نے سیشن کورٹ میں سزائے موت کا حکم سُنکر دیا - کمرۂ عدالت تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا تھا ہندو بھی اور مسلمان بھی، نورے کے "مقدمہ قتل" کا فیصلہ سُننے کے لئے جمع تھے - عدالت نے اور لوگوں کے ہجوم نے نورے کے دلیرانہ بیان کو سخت حیرت و استعجاب سے سُنا - عجیب و غریب بیان ! اہل اسلام کے لئے ایمان افروز اور روح نواز - کفار و مشرکین کے لئے تحیر خیز اور تعجب انگیز - خصوصاً اس کا آخری ٹکڑا تو اس قدر حیران کن تھا کہ سارے انبوہ کے دیدے پھٹ گئے -

"مگر ایک بات بتادوں ! نورے نے جس مولا مشکل کشا کی عزت اور حفاظت کے لئے اس کے بد باطن دشمن کو قتل کیا ہے - یقین ہے کہ وہ

اُس کی امداد کو ضرور پہنچے گا۔ وہ دستگیری فرمائے گا اُس کی بلند ترین ہستی یہ گوارہ نہیں کرے گی کہ نورا اس کی حرمت کو بچانے والا نورا سُولی چڑھے اور موت کی سزا پائے"۔

یہ الفاظ نہیں تھے۔ حق الیقین اور عین الیقین کا بحر بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اللہ اللہ! کیا دین پرور منظر تھا وہ۔ ایمان وایقان کی قوتوں کو مضبوط کرنے والا منظر کہ ۔۔۔ "علیؑ کے تحفظ ناموس کے لئے علیؑ کے دشمن کی جان لینے والا اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا اور جب اسے جان نکالنے کی سزا ملتی ہے تو سخت بے اعتنائی سے اُس کو سُنتا ہے اس کامل تیقن کے ساتھ کہ مولائے کُل اس کو موت کا لُقمہ نہ بننے دیں گے۔ سُبحان اللہ

ہو یقیں کامل، تو نا ممکن نہیں ہے آج بھی
آتشِ نمرود سے، پیدا ہو گلزارِ خلیلؑ

اب نورا اپنے بوڑھے اور لاغر باپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ "ابا جان! مجھے آپ کے بُڑھاپے کا بہت احساس ہے مگر ایک دن سب کو مرنا ہے موت یقینی ہے پھر بچانے کی کوشش لاحاصل ہے، اپیل ہرگز نہ کی جائے۔ دُنیا کیا کہے گی کہ اسلام کے دُشمن کا خون کر کے اب بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے"!

نورے کو جیل بھیج دیا گیا۔ ہجوم کی ٹکٹکی بندھی رہ گئی!

حامد نوازقیدی نے ہلکی پھلکی آہوں اور ننھے مُنے آنسوؤں کے ساتھ اس داستان کو جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"نورہ کو پھانسی لگ گیا! لیکن جیل میں اس کے متعلق بہت سی باتیں مشہور ہو گئیں ایک رات پہرہ دینے والے سنتری نے دیکھا کہ آدھی رات کا وقت ہے، نورا قبلہ رو ہو کر کچھ پڑھ رہا ہے، اس کے کمرے میں بجلی کی روشنی کے علاوہ ایک اور عجیب وغریب چمک رونما ہے جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ سنتری نے اُسے آواز دی "نورا جاگتا ہے؟ یہ کس چیز کی چمک ہے تیرے کمرے میں"؟ "میں کیا جانوں؟ جاننے والے ہی جانیں"! یہ کہہ کر نورا پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ اس سے دوسرے ہی دن جیل میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں:۔

"تو ذرا صبح پھانسی لگ جائے گا۔"

"ہاں! اُس نے قتل جو کیا ہے۔ قتل کی سزا پھانسی ہے۔"

"کیسا خوبصورت جوان ہے لڑکا"!

"ٹھیک ہے، مگر قانون کسی کی خوبصورتی اور جوانی کو نہیں دیکھتا وہ سزا دے کر رہتا ہے۔"

"سُنا ہے وہ کسی اونچے خاندان کا نوجوان ہے۔"

"یہ درست ہے! لیکن حکومت کسی کی ذات پات نہیں دیکھتی اس کی نگاہ میں اعلیٰ اور ادنی ایک برابر ہیں۔"

"اُس نے ظلم بھی تو کیا ہے۔ ناحق خون کر دیا کسی کا!

"مگر اس کے نزدیک ظلم نہیں ہے وہ بھاری تو اب ملنے کی اُمید میں ہے اور ــــ مزا یہ ــــ کہ وہ مایوس ابھی نہیں۔"

"کیا اُسے بچنے کی اُمید ہے؟ ــــ یہ ناممکن ہے!"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بہر حال صبح اُسے پھانسی لگنا ہے۔

ایسی ہی چہ میگوئیوں کے ہجوم میں شام ہو گئی تمام قیدی بارکوں میں بند کر دیئے گئے وارڈوں میں کڑے پہرے لگ گئے جیل پر سناٹا چھا گیا کالی اور بھیانک رات، لڑکے کو موت کے لئے تیار کر رہی تھی وقت کے خوفناک اور لرزہ خیز لمحے پیغام اجل بے کر تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ قید خانے میں بسنے والوں کے کان قتل گاہ کی طرف لگے ہوئے تھے اور تمام قیدیوں پر نیند حرام ہو چکی تھی۔

جیل کے ملازم ساری رات لڑکے کے پاس جا کر "قانون کا منشا" پورا کرتے رہے۔ اُسے نہلایا گیا۔ پانی پلایا گیا۔ عبادت کے لئے کہا گیا۔ ساری رات اُسے سونے نہیں دیا گیا ــــ اور ــــ لڑکا تھا کہ مسکرائے ہی جا رہا تھا اور ایک معنی خیز مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔ ایسا معلوم دیتا تھا جیسے اُس کو اپنی موت کا یقین نہیں جیسے اُس کو کوئی بچانے والا آنے والا ہے۔

رات کے پچھلے پہر ــــ اُس کو کال کوٹھری سے نکالا گیا۔ پاؤں میں بیڑی،

ہاتھوں میں ہتھکڑی۔ تن پر کالی پوشاک۔ یہ تھا نورا۔ جس کی زندگی کا چراغ گھڑی بھر میں گُل ہونے کو تھا وہ کچھ پڑھتا اور مُسکراتا ہوا پھانسی کے قریب پہنچا اور زور سے تین نعرے لگائے۔ اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ ۔ یا علیؑ کی گونج نے جیل کے در و دیوار ہلا دیئے۔ وہ اسی طرح کچھ پڑھتا اور مُسکراتا ہوا پھانسی کے تختے پر چڑھ گیا۔ مگر بے خوف و بے ہراس۔ مطمئن اور پُر سکون! اب بھی اُسے یقین تھا کوئی خاص یقین۔! جلاد نے ریشمی رسّے کی گرہ اُس کے نرخرے سے پیوست کر دی سیاہ ٹوپی نے اُس کے سر اور چہرے کو چھُپا لیا۔ اب جلاد صرف افسر کے اشارے کا منتظر تھا کہ وہ انگلی ہلائے اور پھانسی کا ہینڈل کھینچ لیا جائے کہ ایک غیر معمولی سا شور سُنائی دیا۔ دوسرکاری ملازم زور سے چلاتے آ رہے تھے۔ "ٹھہر جانا ٹھہر جانا" اُنھوں نے آتے ہی ایک کاغذ افسروں کے ہاتھ میں دے دیا جسمیں لکھا تھا۔

"نور خاں عُرف نورا کی عُمر چونکہ انیس ۱۹ سال سے بھی کم ثابت ہوئی ہے اس لئے اس کی سزائے موت کو بیس سال کی قید میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ فوراً تعمیل کی جائے"۔ (چیف جسٹس ہائی کورٹ لاہور)

نورے کو اُسی وقت پھانسی سے اُتار لیا گیا اور یہ خبر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نہ صرف سارے جیل میں بلکہ سارے شہر میں پھیل گئی کہ نورا موت سے بچ گیا۔ اُس نے جس ہستی کی عزّت کو بچانے کے لئے برہمن کو قتل کیا تھا۔ اُسی بلند و بالا ہستی نے اس کو ہلاک ہونے سے بچا لیا!"

حامد نواز نے اپنی نمناک آنکھوں کو پونچھتے ہوئے کہا

"اب یہ بھی سُن لو کہ نورے کو قید کاٹتے ابھی چند مہینے ہی ہوئے تھے کہ اُس کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ مگر اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ خیال ہے یہ بھی مولا علیؑ ہی کا اعجاز تھا"۔

"کیا تم شیعہ ہو، حامد نواز؟ ایک قیدی نے پوچھا

"جی نہیں میں سُنّی اور حنفی ہوں"۔ حامد نے جواب دیا

"کیا نورا شیعہ مذہب رکھتا تھا؟" ایک قیدی نے دریافت کیا

نہیں وہ بھی سُنّی تھا مگر علیؑ کی اور اہلبیت کی محبّت کوئی شیعوں سے مخصوص

نہیں ہر مسلمان پکا اور سچا مسلمان جب ہی کہلا سکتا ہے کہ وہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ سے محبت رکھے"۔

حامد نواز کے اس جواب پر قیدیوں کی ٹولی نے زور سے نعرۂ حیدری لگایا![1]

موت - بڑا خوفناک اور رعشہ خیز نام ہے موت!
مگر جب کسی شخص کو اللہ کی راہ میں، اللہ کے محبوں
اور اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے موت قبول کرنا
پڑے تو وہ خائف ہونے اور لرزنے کے بجائے خوش ہوتا
اور خندہ پیشانی سے اس کو قبول کرتا ہے -!

---

[1] حامد نواز قیدی کے بیان کے مطابق مذکورہ بالا واقعہ ۱۹۴۵ء کا ہے جبکہ برصغیر پر انگریزی حکومت مسلّط تھی۔ (محمود گیلانی)

بحوالہ پیام عمل لاہور، نومبر ۱۹۶۳ء

واقعہ ۱۴۶

دُنیا کا سب سے بڑا زاھد!

ماہنامہ معارف اسلام لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ نمبر ۵۳ اور کوکب دری صفحہ ۳۴۷ میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ صحابی رسولؐ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جناب جابرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خدائے یگانہ کی وحدانیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضورؐ کے بعد اس آسمان نیلگوں کے نیچے مرتضیٰ علیؑ سے بڑھ کر کوئی زاہد نہیں دیکھا کہ دُنیائے فانی کے مال و متاع سے بالکل قطع تعلق کر کے ریاضت کے منظر پر محض مشاہدہ الٰہی کے اُمیدوار ہوں۔

واقعہ ۱۴۷

غیر مسلم فدا کار

جو آلِ محمدؐ کے عشق و محبت میں قربان ہو گئے

کتنا بڑا اعجاز ہے سرکارِ رسالتؐ اور آپ کے آلؑ اطہار کا کہ اُن کے تعشق و تولّا کے بادۂ طہور میں سرمست و سرشار صرف اہل اسلام ہی نظر نہیں آتے ہیں مودّت و محبت اہلبیتؑ میں وہ غیر مسلم حضرات بھی مخمور و مسرور دکھائی دیتے ہیں جو بظاہر کفار و مشرکین ،، کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی کی جائے اور دُنیا کے وقائع پر نظر ڈالی جائے تو ایسے لاتعداد فدا کاروں اور سرفروشوں کے سیر و سوانح ہمارے سامنے آجائیں گے جنھوں نے نامسلم ہوتے ہوئے نہ صرف بعض قسم کے کلمہ گو مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر آلِ رسولؐ کی مدّاحی و ثناخوانی میں اپنی زبانیں تر رکھی ہیں بلکہ اُنھوں نے بسا اوقات سر دھڑ کی بازی لگا دی لیکن رسولؐ گرامی اور اُس کی آلؑ کی ولا سے مُنہ نہیں موڑا۔ انھوں نے اپنا گھر بار لٹا دیا۔ اپنے جسموں کے ٹکڑے کرا لئے مگر علیؑ اور حسینؑ کی محبت کو نہیں چھوڑا۔

ایسے ہی غیر مسلم جانبازوں میں امرت سر کے ایک گاؤں "پکھووال ،، کے ایک سکھ سورما "سندر سنگھ ،، کا نام سرِ فہرست آتا ہے۔ سردار صاحب موصوف پر اللہ کی رحمت ہو۔ وہ چہاردہ معصومینؑ سے بے انتہا عشق و عقیدت رکھتے تھے اور حسینی مجالس میں ضرور حاضری دیتے اور اہلبیتؑ کے مصائب سُن کر چیخیں مارتے زار و قطار روتے اور اپنے بالوں کو نوچتے تھے ایک ماتم دار کی صورت میں محرم کی تقریبات میں شریک ہوتے اور پگڑی اتار کر گلے میں ڈال لیتے اور خوب سینہ کوبی کرتے۔

ایک روز وہ اپنے گھر میں بیٹھے بلند آواز سے نرالی قسم کا بھجن پڑھ رہے تھے

بیڑی ہے منجدھار علیؑ جی!	نیّا کر دو پار علیؑ جی!
میں ہوں پاپی، اور گنہگار	تم ہو بخشنہار علیؑ جی!
میں پاپی کے گرو تمھیں ہو	میری سُنو پُکار علیؑ جی!

تم بن کسی نے اجگر[1] مارا ۔ تم حیدر[2] کرار علی جی
نرگ سورگ[2] ہیں ہاتھ تمہارے ۔ دو جگ کے سردار علی جی
بھیّا[3] ہو تم پاک نبی کے ۔ اس کے راجکمار[4] علی جی
نبی جی نے تم کو بیٹی بخشی ۔ ایشور نے تلوار علی جی
ہاتھ پکڑ لو ہیں پاپی کا ۔ کر دو بیڑا پار علی جی

سردار سندر سنگھ جس وقت یہ بھجن گا رہے تھے اُن کے مکان کے قریب سے دو اکالی جا رہے تھے اُنھوں نے یہ نرالا سا بھجن سُنا جس میں بار بار علیؑ کا نام آتا تھا تو ٹھٹک کر دیوار سے لگ گئے اور سب کچھ سُنتے رہے ۔ جب سردار جی نے پڑھنا بند کیا تو دونوں اکالی بلا اجازت اُن کے مکان میں گھس گئے ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سردار سندر سنگھ آسن جما کر بیٹھے ہیں ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا علم جس پہ چاندی کا پنجہ نصب ہے آسن کے قریب زمین پہ گاڑ رکھا ہے ۔ اکالیوں نے جو اپنے مذہب (سکھ دھرم) کے خلاف یہ منظر دیکھا تو سخت پیچ و تاب کھاتے ہوئے اول فول بکنے اور سردار جی کو گالیاں دینے لگے ۔ پھر گرجتے ہوئے پوچھا ۔

"یہ کیا پڑھ رہا تھا تو سندر سنگھ ؟"

"سردار جی نے نرمی سے جواب دیا :" میں اپنے مولا کا بھجن پڑھ رہا تھا اُس مولاؑ کا جو سب کا تارن ہار ہے "۔

"کون ہے تیرا مولا" ؟ اکالیوں نے غضبناک ہو کر دریافت کیا "۔

سردار سندر سنگھ نے ایک عجیب عاشقانہ اور عقیدتمندانہ ادا سے کہا "میرا مولا ہے علیؑ جو خدا ، بھگوان ، ایشور ، پرماتما کی طرح اس وقت سے ہے جب کہ کوئی چیز نہ تھی ۔ دُنیا ہی نہ تھی اور اس وقت تک رہے گا جب کوئی شے نہ رہے گی ۔ جب سنسار ہی نہ رہے گا ۔ جب صرف خدا اور اس کے پیارے ہی رہیں گے "۔

---

[1] اژدر ۔ اژدہا جس کو ہندی میں "اجگر" کہتے ہیں ۔
[2] یعنی دوزخ اور بہشت تمہارے ہی قبضہ میں ہیں ۔ یہ قسیم النار والجنۃ کی طرف سادہ سا اشارہ ہے ۔ [3] بھیّا معنی بھائی [4] راجکمار یعنی ولیعہد ۔

اکالیوں نے جوش وخروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "ارے پاپی"، ہم بھی "علیؑ"، رہی کا یار بار نام سُنکر یہاں ٹھہرے ہیں ۔ بتا کیا تو اپنے گوروؤں کو نہیں مانتا۔ کیا تو اپنے دھرم پر نہیں چلتا ؟"

سُندر سنگھ نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا " اکالی بھائیو ! میرے دھرم میں ، اور میرے گوروؤں نے ہی مجھے علیؑ کی شان بتائی ہے ان کی پوتہ پوتھیوں ہی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ علیؑ تمام گوروؤں کا گورو ہے ۔ سارے جہان کے اولیاء اُس کے ماتحت ہیں ، سوائے حضرت محمدؐ کے اور اسی لئے میں علیؑ کا نام جپتا اور اس جپن میں سُکھ اور شانتی پاتا ہوں "۔

سُندر سنگھ کی زبان سے یہ الفاظ سُنکر دونوں اکالیوں نے کرپانیں سونت لیں اور کڑکتے ہوئے کہنے لگے

"علیؑ کا نام لینا چھوڑ دے ۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو علیؑ کا ذکر تک تیری زبان پر نہ آئے ہمارے سامنے اقرار کر کہ آئندہ صرف اپنے گوروؤں کا نام ہی جپے گا ۔ اور علیؑ کا نام کبھی بھول کر بھی لے گا ۔ ورنہ . . . . . " جی نہیں ۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا سردار سندر سنگھ نے نعرۂ حیدری لگایا اور خوب زور سے پھر مُسکراتے ہوئے کہا کہا " دوستو ! اکالی بھائیو ! کیا میں اس علیؑ کا نام لینا چھوڑ دوں جو مشکلکشا ہے ڈوبتوں کو تیرانے اور مرتے ہوؤں کو بچانے والا ہے جس کا نام لینے سے ہر مصیبت دور بھاگتی ہے ۔ بھائیو ! چاہے مجھے جان سے مار دو ۔ میں علیؑ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا "۔ یہ سُنتے ہی دونوں اکالی ظالم ، سردار سندر سنگھ پر ٹوٹ پڑے پہلے اُس کے جسم کو بُری طرح زخمی کیا اُس کے بعد اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کا تمام اسباب لوٹ کر لے گئے ۔

(ماخوذ از رسالہ "امرتسر" اسلام" اکتوبر ۱۹۲۶ء)

واقعہ نمبر ۱۴۸

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے ایک سال کے بعد "جرانہ" مسیحی کو نہایت دردناک طریقہ سے ہلاک کیا گیا اور اس کی وجہ یہ اور صرف یہ تھی کہ وہ آلِ محمدؐ سے تولا رکھتا تھا اس کی تفصیل بعض کتابوں میں یوں مرقوم ہے۔

کہ جرار دمشق کے ایک دیر میں عیسائی جماعت کے ساتھ قیام پذیر تھا وہ ستر بہتر برس کا ضعیف العمر آدمی تھا اور اسی روز سے جناب رسالت مآب صلعم اور حضور کے اہلبیتؑ کرام کا معتقد ہو چکا تھا جس روز نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ ہوا تھا اور جناب رسول عالمینؐ، حضرت علی مرتضیٰؑ، جناب فاطمۃ الزہراؑ اور جناب امام حسنؑ و حسینؑ کی معیت میں تشریف لائے تھے۔ جرار نے اہلبیتؑ سے اپنی وابستگی و شیدائیت کو نہایت مخفی رکھا۔ ہاں جب کبھی موقعہ ملتا وہ امیر المومنینؑ کی ظاہری خلافت کے زمانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جناب امیر علیہ السلام اور جناب حسنینؑ کی زیارت کرتا اور واپس چلا آتا۔ شیخ سعید العراقی نے لکھا ہے کہ وہ کسی "خاص مصلحت" کی وجہ سے یا اپنی تشدد پسند جماعت کے خوف سے اسلام قبول نہ کر سکا۔ یہ بھی لکھتا ہے کہ کبھی وہ مدینہ جاتا تو جناب سیدہ عالم کے مزار پُر انوار پہ حاضر ہو کر سلام کہتا اور دھاڑیں مار کر رویا کرتا تھا۔

جب امیر علیہ السلام شہید ہو گئے اور آپ کی شہادت کی خبر جرار تک پہنچی تو وہ اس کی تاب نہ لاسکا اور فرط غم سے کئی گھنٹے بے ہوش پڑا رہا اس کے مسیحی ساتھیوں نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو اسی وقت بھانپ گئے کہ جرار اپنے مذہبی معتقدات سے بہت دور ہٹ گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے دل میں رسولِ اسلام اور ان کی آل و اولاد کا عشق موجزن ہے چنانچہ خفیہ طور پر اس کے حالات کا سراغ لگاتے اور اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے رہے۔

ایک روز جرار اپنے دیر (کلیسا) میں بیٹھا۔ عبرانی زبان کی ایک قدیم اور بوسیدہ کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جو کہ مسیح علیہ السلام کی چند پیشنگوئیوں پر مشتمل تھی اس کے دو چار مسیحی دوست بھی اس کے پاس بیٹھے تھے جب مذکورہ کتاب میں اس نے یہ عبارت پڑھی:۔

(ترجمہ) "وہ وقت بھی آئے گا جب لوگ ایک غم کا دن دیکھیں گے۔ وہ خدا کے دین اور اپنے رسول کی شریعت کو بچاتا ہوا ایک عبادت گاہ میں عبادت کے وقت اور عبادت ہی کی حالت میں ظلم کی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اس دن کچھ لوگ سوگ منائیں گے

اور کچھ لوگ خوشی کریں گے"۔

یہ عبارت پڑھتے ہی جرّانہ اپنے ساتھیوں کی موجودگی کا خیال کئے بغیر فوراً پکار اُٹھا۔ صدق اللہ وصدق رسولہ، وصدق وصی رسولہ۔ اس کے بعد وہ قبلہ رُو ہو کر اپنے ہاتھ کو کعبہ کی طرف پھیلا کر کہنے لگا۔

"ہو نہ ہو یہ پیشگوئی علی المرتضٰیؑ جانشین محمد مصطفٰےؐ سے متعلق ہے جس نے خدا کے دین، اور رسول خدا کی شریعت کو محفوظ رکھا اور دُنیا میں پھیلایا اسی کو مسجد میں عبادت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے شہید کیا گیا اور یہ بھی صحیح ہے کہ اُس کی شہادت پر اس کے دشمنوں نے خوشی منائی اور اس کے دوستوں نے غم والم کا اظہار کیا"۔

جو لوگ اُس وقت جرّانہ کے پاس بیٹھے تھے جب اُنھوں نے یہ الفاظ سُنے تو اُن کے چہرے غصّہ وغضب سے متغیر ہو گئے وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں پُراسرار اشارے کرنے لگے۔ آخر ایک شخص سے ضبط نہ ہو سکا اس نے پہلے تو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا پھر اُس سے یوں مخاطب ہوا۔

شخص :۔ جرّانہ کیا تم اسلام کے بزرگوں کو تمام مخلوق سے افضل سمجھتے ہو۔؟

جرّانہ :۔ ہاں! مگر میں ہی نہیں۔ خدا خود اُن کو سب سے فضیلت دیتا ہے۔!

شخص :۔ کیا تم انھیں مسیحؑ اور مریمؑ سے بھی افضل واعلٰے جانتے ہو؟

جرّانہ :۔ جی ہاں! خدا نے ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

شخص :۔ پھر تو تم عیسائیت سے منحرف ہو گئے۔؟

جرّانہ :۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ مگر میری زبان نے ہنوز اس قسم کا کوئی اعلان نہیں کیا۔

شخص :۔ لیکن تمھارا دل تو صاف اعلان کر رہا ہے۔

جرّانہ: ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ دل کا حال تو خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔
شخص:۔ محمدؐ اور علیؑ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟
جرّانہ:۔ ایک رسولؐ اور دوسرا اس کا نائب!
شخص:۔ کیا تمہیں اُن سے عقیدت ہے؟
جرّانہ:۔ میں ہر اس انسان سے عقیدت رکھتا ہوں جو خدا کا محبوب ہو۔
شخص:۔ دونوں خدا کے محبوب تھے۔؟
جرّانہ:۔ جی ہاں وہ بھی اور ان کی آل اولاد بھی!
شخص:۔ پھر تم پکے مسلمان ہو اور شاید تمہیں معلوم نہ ہو کہ مسیحی آئین میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ اگر اسقف اعظم کو پتہ چل گیا تو تمہاری جان کی خیر نہیں یہ کہکر وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اسقف (پادری) کو جرّانہ کے خیالات کی اطلاع دے دی۔ پادری نے فوراً جرانہ کو طلب کیا اور جو رپورٹ اسے پہنچی تھی اس کی تصدیق کر کے جرّانہ سے کہا ۔ "چونکہ مسیحیت سے تمہارا ارتداد ثابت ہو چکا ہے اس لئے تمھیں موت کی سزا دی جائیگی۔
"اسلامی حکومت کے عہد میں جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے وہ بیشک سزا کا مستحق ہے جو شخص کسی دوسرے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائے یا اسلام اور پیغمبروں پر اعتقاد رکھے وہ ہرگز موت کی سزا نہیں پا سکتا پس آپ کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ آپ مجھے ہلاک کر سکیں۔"
پادری نے جرّانہ کے گرجدار الفاظ سنکر نفرت سے اس کی طرف دیکھا اور اپنے آدمیوں کو کوئی اشارہ کیا انھوں نے جرّانہ کو پکڑ کر ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ اور کڑا پہرہ لگا دیا دو اشخاص کو اس کے اسباب کی تلاشی کے لئے روانہ کیا گیا۔ اگر کوئی مسیحیت کے خلاف لٹریچر یا دوسری اشیاء ملیں تو ضبط کر لی جائیں۔
کالی اور بھیانک رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی کہ چند آدمی جو برچھیوں نیزوں اور تلواروں سے مسلح تھے جرّانہ کے پاس آئے کوٹھری کا دروازہ کھولا اس عاشق اہلبیتؑ کے ہاتھ زنجیروں سے جکڑے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا تاکہ وہ چیخ پکار نہ کر سکے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور کشاں

کستان شہر سے باہر ایک خاص مقام کی طرف لے گئے جرّارہ کو ایک درخت سے باندھ کر ہتھیاروں سے اس کے جسم پر چرکے لگانا شروع کئے یہ بیچ اشقیا ہر مرتبہ اس کو زخمی کرنے کے بعد پوچھتے کہ محمدؐ اور اس کی آل اولادؑ کی محبت سے باز آئے گا یا نہیں جرّارہ کی طرف سے جب نفی میں جواب ملتا۔ وہ سر ہلا کر جب اشارہ سے بتاتا کہ رسولؐ اور اہلبیتؑ رسولؐ کی مودت کو کسی صورت میں نہ چھوڑوں گا تو وہ ظالم انسان پہلے سے زیادہ شدّت کے ساتھ اپنی شقاوت دکھاتے اور اس کے جسم پر گہرے زخم لگاتے الغرض انھوں نے جرّارہ کو اسی طرح تڑپا تڑپا کر نہایت بے رحمی سے ہلاک کر دیا۔

جرّارہ کو قتل کرنے کے بعد بیدرد قاتلوں نے فیصلہ کیا کہ اس کی لاش کا نام و نشان گم کرنے کے لئے شہر سے بہت سے کتّے لے جائیں اور لاش کے ٹکڑے ان کو کھلائے جائیں۔ جب وہ لوگ کتّے لے کر وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں۔ جرّارہ کی لاش غائب ہے۔ قدرت کی بے پناہ طاقت نے غیرت کھا کر معلوم کہاں گم کر دیا۔ اور جس درخت سے باندھ کر جرّارہ کو قتل کیا گیا تھا وہ چیخیں مار مار کر "یا محمدؐ"، "یا علی" پکار رہا تھا۔

ماخوذ:۔ (۱) اعجاز اسلام مصنفہ محمد فائق حنفی کانپوری
(۲) بیان العجائب مؤلفہ مولوی مبارک حسین
(۳) رسالہ صداقت کراچی ماہ مئی ۱۹۴۲ء

واقعہ ۱۴۹

ہندوستان کی مشہور سکھ ریاست "پٹیالہ" میں اُتم چند نام کا ایک ہندو لنب فروش رہتا تھا جو شاستری پستکالیہ کا مالک تھا جو عام طور پر "دھارمک کتابیں" یعنی ہندو دھرم کی کتابیں منگوایا اور بیچا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ۱۹۳۷ء میں اس نے ہندوستان کے مختلف مقامات سے ہندی سنسکرت اور گورمکھی کتابیں منگوائیں اور ان کو سلیقے سے لگانا شروع کر دیا فارغ ہونے کے بعد اس نے ہندی کی ایک کتاب اٹھائی جس کا

نام "شرودھامنی"، शरोधामनी وہ سنسکرت کی کسی کتاب کا ترجمہ تھا جس میں "شروِدھا"[۱]، نامی ایک "منی" یعنی راہنما یا پیامبر کے چند اشلوک اور منتر درج تھے۔

اُتم چند جب کتاب پڑھتے پڑھتے ایک مقام پر جہاں وہ اپنے پیارے شاگرد "گریاشن"، کو ایڈریشن دیتا ہے پہنچا تو اُسے یہ عجیب و غریب تحریر نظر آئی۔

" اُس سمے (وقت) کو یاد رکھو ساتویں صدی چڑھے گی تو
کرتا رجی پانچ چمتکار دکھائیں گے۔ اُن سے دس اور دو
بنیں گے جو کل آکاش اور سب دھرتی کے پرتاپت ہوں گے
سنسار کے نشٹ ہونے تک اُن کا ہی راج ہوگا۔ جس کا نام
پہلا ہوگا اُسی کا نام پچھلا ہوگا۔ دونوں کے نام میں "ما"،
(म) ہوگا۔ پہلا جو مہرشی ہے اس کا داہنا ہاتھ
"آ"، उमा ہوگا تم پربھات کے سمے اور سنمائش کے سمے
اُن پانچ کی اور اُن دس اور دو[۲] کی جے بولا کرو۔[۱]
(کتاب "شرودھامنی" ترجمہ پنڈت السینور دیال دت
مطبوعہ شنکر اسٹیم پریس بنارس سنہ ۱۹۲۱ء)

شرح عبارت:- "شرودھامنی"، کا مطلب یہ ہے کہ اُس زمانہ کو یاد رکھنا چاہیئے جب ساتویں صدی بکرمی کا آغاز ہوگا۔ ہندی کے مطابق ماہِ جیٹھ سنہ ۶۲۶ بکرمی میں جناب رسالت مآبؐ نے ظہور فرمایا اور اس سے تیس سال بعد سنہ ۶۵۶ بکرمی میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس بشارت میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نہ صرف اشارہ! بلکہ واضح طور پر آگاہ کر دیا ہے کہ ساتویں صدی بکرمی میں پنجتن پاکؑ بحکم خالق اکبر جل شانہٗ ظہور فرمائیں گے۔ اور ان ہی سے بارہ آئمہ اپنے مناصب پر فائز

---

[۱] شرودھامنی سنہ ۵۳۱ بکرمی میں گزرا ہے اس کی ایک کتاب میں جناب رسولِ آخر محمد مصطفٰے اور آئمہ طاہرین کے ظہور اور فضائل سے متعلق کئی بشارات پائی جاتی ہیں۔ (محمود گیلانی)

ہوں گے جو تمام آسمانوں اور زمینوں پر اپنی روشنی (دینِ حق) پھیلائیں گے اور دُنیا کے
فنا ہونے تک اِن ہی کی امامت اور اِن ہی کی روحانی و دینی حکومت ہوگی۔ اللہ کے
ان معصومینؑ کی شناخت یہ ہوگی کہ جو نام اُن میں سے پہلے کا یعنی رسولؐ آخر
کا ہوگا وہی نام امام آخر (صاحب العصر والزمان) کا ہوگا اور دونوں کے اسمائے
گرامی ہندی حرف "ما"، (یعنی لفظ م) سے شروع ہوں گے مطلب یہ ہوا
کہ جناب رسولؐ آخر کا اسم مقدس بھی محمدؐ اور امام آخر کا نام مبارک بھی محمدؑ ہوگا۔
اور پہلے محمدؐ رسولِ اعظم کا دست راست بھی ایک ہوگا جس کا نام ہندی حرف "آ"
(عربی حرف ع) سے شروع ہوگا یعنی علیؑ۔ پس صبح و شام اِن پانچوں اور
دسوں مقدس ترین ہستیوں کی تحریم و تکریم کرنی چاہیئے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ شرودھامنی نے کیسی وضاحت کے ساتھ جناب رسولؐ
مقبول اور حضور آئمہ طاہرینؑ کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی ہے۔

اُتم چند یہ عبارت پڑھ کر کسی سوچ میں پڑ گیا اور اس کا مطلب حل نہ کر سکا
آخر اس نے اپنے دھرم کے گیانیوں سے اور عالموں و ودوانوں (دانشوروں) سے رجوع
کیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ سب نے گول مول ناقابل فہم معنی کہکر ٹرخا دیا مگر اُس کو
اس کا مطلب سمجھنے کی ایک لے سی لگ گئی۔ اتفاق سے ایک دفعہ کوئی بہت بڑا
ودیارتھی (طالبعلم) پٹیالہ میں آیا۔ اُتم چند فوراً اس کے پاس پہونچا اور مذکورہ
تحریر کا مطلب پوچھا۔ ودیارتھی نے پہلے تو انٹ سنٹ مطلب بتا کر
ٹال دیا لیکن جب اُتم چند نے وضاحت چاہی اور حقیقی معنی دریافت کئے
تو ودیارتھی نے واضح طور پر وہی مطلب بتا دیا جو کہ راقم الحروف نے حاشیہ
پر لکھدیا ہے یہ سُنتے ہی اُتم چند کے ضمیر نے شہادت دی کہ سرکار رسالتؐ
محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ ہی وہ عظیم و مقدس ہستیاں ہیں جن سے محبت اور
مودت رکھے بغیر انسان کی نجات ناممکن ہے۔ چنانچہ اس کے دل میں ان کا
عشق جاگزیں ہو گیا اور وہ شب و روز ان کے نام کی مالا جپنے لگا اب اس
نے یہ بھی کیا کہ دوسری کتابوں کے ساتھ اس نے اپنے کتب خانہ میں اسلامی
کتابیں بھی منگوا کر رکھیں جن کے مُطالعہ نے اُس کی قوتِ ایقان کو اور بھی مضبوط

کیا حضرات معصومین علیہم السلام پر اس کا اعتقاد پہلے سے زیادہ پختہ ہوتا گیا اور اس طرح اس کی معلومات میں ترقی اور اس کی تحقیقات میں توسیع ہوتی گئی۔

ایک دن کوئی ہندو گاہک اس کی دوکان پر آیا اور اس نے مذہب کی کوئی کتاب طلب کی آتم چند نے وہ کتاب دے دی گاہک کی نظر دو چار کتابوں پر پڑی تو اس نے پوچھا:۔ "تم نے اسلامی کتابیں اپنے کتب خانے میں کیوں رکھی ہیں؟ کیا ان کے گاہک بھی یہاں آتے ہیں؟"

"جی ہاں! جب سے یہ کتابیں منگوائی ہیں مسلمان بھی انھیں خریدنے کے لئے آتے ہیں"۔

"ایسی کتابیں تمھیں نہیں رکھنی چاہیئے تھیں"۔

"کیوں صاحب؟"

"اس لئے کہ یہ ہمارے دھرم کے خلاف ہیں"۔

"ہرگز نہیں! یہ تو انسانوں کو انسان بنانے والی اور دنیا کو ہدایت بخشنے والی کتابیں ہیں۔ ان کو پڑھ کر آدمی کی مکتی ہوتی ہے اور اسے جھوٹ اور سچ میں حقیقت اور بناوٹ میں نیکی اور بدی میں تمیز کرنا آتی ہے"۔

"کیا کتابیں ہیں یہ؟ ذرا میں بھی تو معلوم کروں!"

"صاحب! یہ اسلام کے پیغمبر اور اماموں کی سوانح عمریاں ہیں چنانچہ یہ ہے حضرت محمدؐ کی سوانح عمری۔ یہ ان کے خلیفہ اور جانشین حضرت علیؑ کی سیرت ہے۔ یہ محمدؐ صاحب کی سپتری (صاحبزادی) بی بی فاطمہؑ کی سوانح عمری ہے یہ ان کے فرزند امام حسنؑ اور حسینؑ کی سوانح عمریاں ہیں۔ فی الحال یہی منگوائی ہیں۔ اس کے بعد دوسری۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"میں حیران ہوں کہ ان کتابوں کا ایک ہندو کتب خانہ سے کیا تعلق ہے؟ تم نے تو یہ کتابیں رکھ کر اپنے "لیست کا لیہ" کو بھرشٹ کر دیا ہے"۔

"تو بہ کرو صاحب! یہ تو بڑی پوتر کتابیں ہیں میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ان کو پڑھ کر انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور اندھیرے سے نکل کر روشنی میں آجاتا ہے"۔

مسٹر اُتم چند! معلوم ہوتا ہے تم پر کسی مسلمان پر چار کا جادو چل گیا ہے۔ اور اسلام کی ودیا کا تم پر خاصا اثر ہو چکا ہے جبھی تو تم اسلام کے رسولؐ اور اس کے اماموںؑ کی تعریفیں کر رہے ہو میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں۔"

صاحب! مجھے کسی مسلمان نے نہ اپدیش دیا ہے نہ پرچار کیا ہے۔ اسلام کے بزرگوں کی اسقدر عزت کرنے کا سبب شری دھامنی کی وہ پیشنگوئی ہے جو اس ہندی پستک میں لکھی ہے ذرا پڑھیئے نا اس کتاب کی یہ عبارت!"

"مگر۔۔ اس کا مطلب کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔"

"جی ہاں صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ محمدؐ اور اُن کی آلؑ سب سے افضل ہے۔ سب سے بزرگ ہے۔ شری دھامنی کی پیشنگوئی کے مطابق چودہ سو سال سے اُن کے چمتکار ہو چکے ہیں اور منی جی صاف کہہ رہے ہیں کہ ہر شخص کو صرف اُن ہی کی جے بولنی چاہیئے اور ان ہی کو نمسکار کرنا چاہیئے۔"

"لیکن اس پیشنگوئی میں مسلمانوں کے رسولؐ اور ان کے کسی امامؑ کا نام تو نہیں لکھا ہے۔"

"بیشک! اس میں کسی کا نام درج نہیں مگر منی جی نے جو تعریفیں اور نشانیاں بیان کی ہیں وہ اسلام کے بزرگوں یعنی پنجتن پاک اور بارہ اماموں پر پوری اترتی ہیں اگر نہیں تو بتایا جائے کہ کون سے مذہب میں پانچ اور بارہ بزرگوں کا چمتکار ٹھہرا ہے۔ کون سے رشی یا مہرشی اور آخری امامؑ کا نام محمدؐ ہے۔ اس پیشنگوئی میں تو سب کچھ کھول کر لکھ دیا گیا ہے۔"

متعصب اور دشمن اسلام ہندو گائکتے اُتم چند کی یہ باتیں سُنیں تو سخت حقارت سے اُس کی طرف دیکھا پھر اپنی عفریت سے مجبور ہو کر ہندوؤں اور سکھوں میں اس کے خلاف پروپیگنڈا کیا ان کو اشتعال دلایا اور خوب نمک مرچ لگا کر توڑ مروڑ کر اس کے حالات ان کو سُنائے کہ اوتم چند ہندو دھرم کی توہین اور اسلام کی تعریف کرتا ہے۔ چنانچہ ایک روز ایک مشتعل ہجوم نے جو ہندو اور سکھ غنڈوں پر مشتمل تھا اوتم چند کو اس کے کتب خانہ میں بند کر کے مٹی کا تیل چھڑکا اور آگ لگا دی اور اس طرح وہ محبّ رسولؐ اور محبّ آل محمدؑ اپنی کتابوں

کے ساتھ جل کر راکھ ہو گیا۔

(ماخوذ از رسالہ "پیام توحید،، آگرہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

اخبار "نصرت،، دہلی ۲ر فروری سنہ ۱۹۴۰ء

کتابچہ عشق محمدیؐ مؤلفہ قاضی ابراہیم خان صدراتی مطبوعہ سنہ ۱۹۴۳ء)

(ماہنامہ پیغام عمل لاہور مارچ سنہ ۱۹۶۴ء)

واقعہ نمبر ۱۵۰

علی کا قبض روح انکی مرضی پر منحصر تھا

ملانے اپنی سیر میں حضرت ابوذر سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ میں نے شب معراج عزرائیل کو دیکھا اور بڑھکر سلام کیا۔ اس نے جواب سلام دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا حال پوچھا۔ میں نے کہا تم میرے بھائی کو پہچانتے ہو؟ عزرائیل نے کہا کیوں نہیں۔! مجھے اللہ تعالٰے نے ساری مخلوق کا قابض ارواح بنایا ہے۔ سوائے آپؐ کے اور علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے کیونکہ یہ آپؐ دونوں کے ارادے پر موقوف ہے۔

(بحوالہ کتاب المرتضیٰ از ایم۔اے شاہد صفحہ ۱۰۱)

واقعہ نمبر ۱۵۱

علیؑ کا لسان اللہ ہونا!

خوارزمی نے مناقب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسالت مآب نے فرمایا کہ شب معراج جب اللہ جل شانہ مجھ سے ہمکلام ہوا تو ایسی آواز آئی جیسے علیؑ بول رہے ہیں میں نے پوچھا یہ تیری آواز ہے یا علیؑ کی؟ جواب ملا۔ میری ذات ایسی ہے کہ کسی چیز کے ساتھ اس کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ میں لوگوں جیسا نہیں ہوں نہ کوئی چیز مجھ سے مشابہ ہے میں نے تجھے اپنے نور سے

سے پیدا کیا اور علیؑ کو تیرے نور سے۔ میں تیرے دل کے بھید سے واقف ہوں کہ تجھے علی سے زیادہ کسی اور سے محبت نہیں۔ اس لئے اسی کی آواز میں تجھ سے ہمکلام ہوں تاکہ تیرے دل میں تسلی اور اطمینان رہے۔

واقعہ نمبر ۱۵۲

علیؑ کی نظر میں سب برابر ہیں

ماہنامہ الغدیر خلفائے راشدین نمبر ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ مقام اشاعت صاف منظر تحپائونی نادعلی بیگ حیدرآباد دکن مدیر ابوالمحامد محمد احمد اللہ احمد قدیری صفحہ نمبر ۲۷۔

ایک دفعہ فلسطین کی ایک یہودی عورت حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔

"یا امیرالمومنینؑ میری چار لڑکیاں ہیں جو شادی کے قابل ہو چکی ہیں۔ مگر غریبی کی وجہ سے میں ان کی شادی نہیں کر سکتی"۔

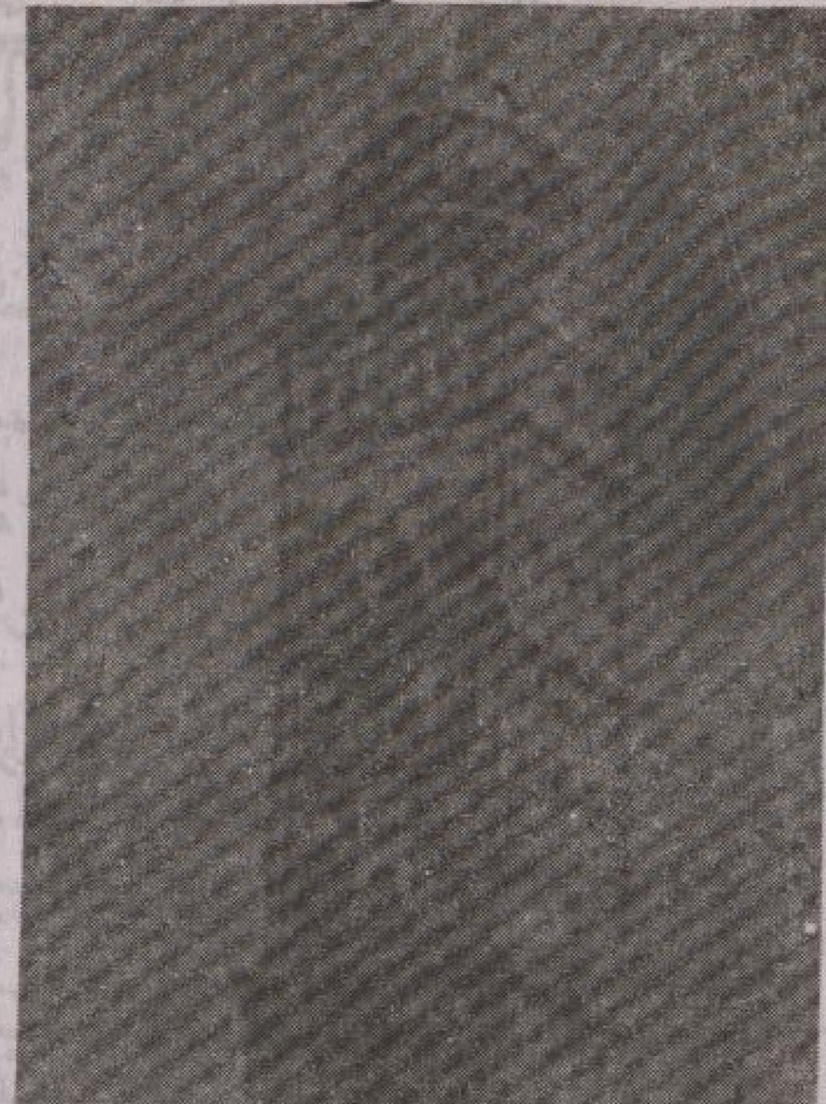
اس التجا پر آپؑ نے تحقیقات کے بعد لڑکیوں کی شادی کے لئے ایک معقول رقم عطا فرمائی۔ اور اس یہودی عورت نے اپنی بیٹیوں کی شادی کر دی۔

واقعہ نمبر ۱۵۳

دِل میں کچھ زبان پر کچھ!

حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے بارے میں ابوالبختری سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی تعریف میں حد سے بڑھ کر مبالغہ شروع کر دیا اور دل میں آپ کی طرف سے بغض رکھتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا میں ایسا نہیں ہوں جیسا تم بیان کر رہے ہو۔ ہاں اس سے بہتر ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔ (بحوالہ کتاب لطائف علمیہ صفحہ ۸۔ از علامہ ابن جوزی بغدادی)

واقعہ نمبر ۱۵۴



روزنامہ حریت کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء کے اخبار میں ایک تعزیہ کا فوٹو شائع ہوا ہے اور ہمیں بھی اس فوٹو کو انتہائی عقیدت کے ساتھ شائع کر رہا ہوں یہ تعزیہ احمد آباد (بھارت) سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں جوباپہ کے موضع منکلت نگر میں ۷۵ فیٹ بلند تعزیہ جس پر ۱۵ ہزار روپیہ سے زیادہ لاگت آتی ہے ہر سال بنایا جاتا ہے اور اس کے بنانے میں پورا ایک سال صرف ہوتا ہے۔

- اس شہرہ آفاق بلند اور خوبصورت تعزیہ کی بناوٹ میں ابرق اور رنگ برنگے کاغذ استعمال کئے جاتے ہیں۔
- یہ عظیم الشان تعزیہ نذرانۂ عقیدت کے طور پر نواسۂ رسولؐ شہید اعظم امام حسینؑ اور ان کے رفقائے شہدائے کربلا کی یاد میں ہر سال نکالا جاتا ہے اور اس تعزیہ کے ذریعہ اس مقصد عظیم کی تبلیغ ہوتی ہے جس کے لئے حسینؑ نے اپنا گھر بار لٹایا۔ اور جانیں قربان کر دی تھیں • آج اسلام اپنی اصلی شکل میں باقی ہے تو یہ صرف حسینؑ کی قربانیٔ عظیم کا نتیجہ ہے۔ (محمد دھنی خاں)

واقعہ نمبر ۱۵۵

عبادت ہو تو ایسی قرب داور ہو تو ایسا ہو!

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک روز ایام حج میں نصف شب کے قریب قبرستان جنت معلیٰ میں جناب حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے مزار اقدس کے قریب سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص کو بارگاہ رب العزت میں بہ گریہ وزاری یہ مناجات پڑھتے ہوئے سُنا۔ مناجات کچھ ایسے انداز و لحن سے ادا ہو رہی تھی کہ وہاں سے آگے قدم نہ بڑھ سکے۔ جس سے گمان ہوتا تھا کہ کوئی عاشق صادق اپنے معشوقِ حقیقی کی جناب میں سر تا پا عجز و نیاز ہے اور وہ مناجات یہ تھی۔

يَا ذَا الْمَعَالِي عَلَيْكَ مُعْتَمَدِي
طُوبَى لِمَنْ كُنْتَ أَنْتَ مَوْلَاهُ
طُوبَى لِمَنْ كَانَ خَائِفًا وَجِلًا
يَشْكُو إِلَى ذِي الْجَلَالِ بَلْوَاهُ
تُوهِبَتِ الرِّيحُ مِنْ جَوَانِبِهِ
خَرَّ صَرِيعًا لِمَا تَغَشَّاهُ
وَمَا بِهِ عِلَّةٌ وَلَا سَقَمٌ
أَكْثَرَ مِنْ حُبِّهِ لِمَوْلَاهُ
إِذَا خَلَا فِي الظَّلَامِ مُبْتَهِلًا
أَكْرَمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ أَدْنَاهُ
وَإِنْ شَكَى بَثَّهُ وَحَاجَتَهُ
أَجَابَهُ اللّٰهُ ثُمَّ لَبَّاهُ

ترجمہ:۔

اے خدا تجھ پہ ہے میرا اعتماد
جس کا تو مولا وہ بندہ بامراد

قلب میں جس کے ہے خوفِ کبریا
اپنے دکھ کا رب سے کرتا ہے گلہ

جب ہوا چلتی ہے اس کے چار سو
غش میں گر پڑتا ہے وہ پاکیزہ خو

یہ غشی آثارِ بیماری نہیں
بلکہ عشقِ حق ہے دل میں جاگزیں

جب وہ تنہا شب میں کرتا ہے دعا
قرب اس کو بخشتا ہے کبریا!

ہے اگر وہ مبتلائے اضطراب
حق تعالےٰ اس کو دیتا ہے جواب

• چودھویں ذی الحجہ کا چاند تھا میں اس شخص کے پیچھے فاصلے پر تھا جب وہ مذکورہ ابیات بارگاہِ ایزدی میں عرض کر چکے تو ایک غیبی آواز سنائی دی جس کا انداز تخاطب ترنم و سوز سے بھرپور تھا اور درج ذیل ابیات ادا کی جارہی تھیں۔

لَبَّیکَ عَبدِیْ وَ اَنتَ فِیْ کَنَفِیْ
وَکُلَّمَا قُلْتَ قَدْ عَلِمْنَاہُ
صَوْتُکَ تَشْتَاقُہٗ مَلَائِکَتِیْ
وَحَسْبُکَ الصَّوْتُ قَدْ سَمِعْنَاہُ
دُعَاکَ عَبْدِیْ یَجُوْلُ فِیْ حُجُبِیْ
وَذَنْبُکَ الْیَوْمُ قَدْ غَفَرْنَاہُ
سَلْنِیْ بِلَا خَشْیَۃٍ وَلَا رَھَبٍ
وَلَا تَخَفْ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ

ترجمہ:۔

لبیک عبدی! نزدیک تر ہوں
تیرے دکھوں سے میں باخبر ہوں!

میرے فرشتے مشتاق تیرے
غافل نہیں ہم تیری صدا سے

مقبول حق ہیں تیری دعائیں — سب بخشدی ہیں تیری خطائیں
جو چاہے مانگو مجھ سے عطا ہوں — مت ڈر کہ میں تیرا خدا ہوں

● ان ابیات کے خاتمہ پر میرا اشتیاق بڑھا اور آگے بڑھ کر اس شخص پر سلام بھیجا، میری جب توجہ ہوئی تو وہ حسینؑ ابن علیؑ تھے۔ بے تحاشا میں نے ندا دی کہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ :- الحسینُ منی وانا من الحسینؑ "، اب حسینؑ راہ حق میں کسی سے دبنے والے نہ تھے یہ حسینؑ کی معراج تھی لا تخف اننی انا اللہ (مت خوف کر تحقیق کہ میں اللہ ہوں) جس بندہ سے رب العزت اس طرح خود مخاطب ہو اس کی عظمت کے کیا کہنے اور اس کو مصائب و آلام کی کیا پرواہ ؟

(از عیون المجالس، مناقب ابن شہر آشوب، شہید اسلام صفحہ نمبر ۱۸ منقول از ناموس اسلام شان حسینؑ صفحہ نمبر ۹۸ و ۹۹)

● مذکورہ مناجات جناب سید الشہداؑ کی معراج ہے، دافع بلیات اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ جملہ مومنین و مومنات کے لئے اس کا ورد ضروری ہے!

واقعہ نمبر ۱۵۶

"میں قتل ہو جاؤں اور تو امیر شام ہو جائے"
(امیر معاویہؓ)

کتاب امیر المومنین از عالم جلیل اہلسنت علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ترجمہ سید محمد عادل مرحوم ناشر ادارہ ناصر الاسلام تاریخ اشاعت اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ نمبر ۹ میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک بار کسی جنگ میں حضرت علیؑ نے امیر معاویہؓ کو بلایا کہ ہم دونوں لڑ کر فیصلہ کر لیں کیوں ناحق فوج کا خون ہو دونوں میں کوئی دوسرے کو قتل کر ڈالے اور جھگڑا ختم ہو جائے۔ عمرو بن عاصؓ (بھی اس گفتگو کے وقت موجود تھے) کہا سچ تو ہے علیؑ بالکل صحیح فرماتے

ہیں اس پر امیر معاویہ نے کہا جب سے تو نے مجھے مشورہ دینا شروع کیا ہے آج کے سوا کبھی دھوکا نہیں دیا۔ مجھے علیؑ سے لڑنے کا مشورہ دیتا ہے (میں ان کے سامنے سے زندہ واپس آسکتا ہوں) معلوم ہوتا ہے تو ملک شام کی سرداری کی خواہش رکھتا ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور تو امیر شام ہو جائے۔!

واقعہ ۱۵۷

حضرت علی علیہ السلام کا علم!

کتاب الہذا صفحہ ۱۸ میں تحریر ہے ایک دفعہ کسی نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ تمہارے علم کو حضرت علی علیہ السلام کے علم سے کیا نسبت ہے اس پر جناب ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ جو نسبت بارش کے ایک قطرے کو سمندر سے ہے۔ جناب ابن عباسؓ آپؑ کے شاگرد تھے اور تفسیر قرآن کی تعلیم بھی آپؑ ہی سے حاصل کی تھی۔

واقعہ ۱۵۸

مہابلی حضرت علیؑ

صاحب ذوالفقار حضرت علیؑ کی خدمت میں ہندو خاتون محترمہ سرلا دیوی کا ہدیہ عقیدت

کتاب مہابلی حضرت علیؑ صفحہ ۳ و ۴ پیشکش امامیہ مشن پاکستان لاہور از قلم محترمہ سرلا دیوی سکریٹری بھگوت گیتا سوسائٹی پاکستان اشاعت نمبر ۱۵۲ میں تحریر فرماتی ہیں کہ ۲۱ رمضان المبارک کے موقع پر پاکستان بھگوت سوسائٹی کی طرف سے ہر سال کوئی نہ کوئی رسالہ یا کتابچہ یا پیغام شائع ہوتا ہے۔ شری کرشن جی اور اُن کے ایدیش کے ماننے والے مہابلی حضرت علیؑ کی بڑی عزت کرتے ہیں کیونکہ شری کرشن کی طرح وہ بیک وقت بڑے

ایڈلیٹک بھی تھے اور میدان جنگ میں زبردست بہادر بھی! جس طرح کرشن جی کا نام کشمیر کی وادیوں سے لے کر راس کماری تک روشن ہے اسی طرح حضرت علیؑ کا نام بھی بحر ظلمات سے لے کر بحرالکاہل تک اور سائبیریا کی سرحد سے لے کر بحر ہند کے جزیروں تک عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ پہلوان "یا علی" کہہ کر اکھاڑے میں اترتے ہیں بہادر فوجی علیؑ حیدر علیؑ حیدر کا نعرہ لگا کر میدان جنگ میں آگے بڑھتے ہیں اہل علم اور ودیان ان کے علم و فضل سے اپنے دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں جس طرح شری کرشن جی کی بھگوت گیتا مردہ رگوں میں شجاعت کا خون دوڑا دیتی ہے اسی طرح مہابلی حضرت علیؑ کی نہج البلاغۃ کے خطبے سوتوں کو جگا دیتے ہیں اور گمراہوں کو سیدھے راستے پر لگا دیتے ہیں اور عادلوں کا عدل و انصاف کا سبق پڑھا دیتے ہیں۔ اور شہریوں کو ان کے شہری فرائض یاد دلاتے ہیں ہمارے مسلمان بھائیوں کی خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے ان کو مہابلی علیؑ جیسا مہاپرش ودیادان اور مہاتما گرو دیا جس کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر وہ دونوں جہاں میں مالامال ہو سکتے ہیں۔

واقعہ ۱۵۹

"نادِ علیؑ" کا معجزہ!!!

• سید محمد یوسف رضوی چیئرمین پاکستان بیس اینڈ سوشل ویلفیر کمیٹی (شمالی ڈھاکہ) و مالک و ایڈیٹر روزنامہ انگارہ و ہفتہ وار حقیقت (ڈھاکہ) جب ۲۳/ مارچ ۱۹۷۴ء کو ڈھاکہ جیل سے تقریباً چار سال بعد رہا کر کے کیلو کیمپ ڈھاکہ پہنچائے گئے تو ان سے ملاقات کرنے کے لئے ان کی بیوی اور بچے کیلو کیمپ ڈھاکہ پہنچے جہاں ان کی بیوی نے (جو کہ سنی العقیدہ ہیں) گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ "مکتی باہنی کے غنڈے" نند لال" نے بتایا ہے کہ اس نے نیز اس کے ایک ساتھی "مکتی باہنی" نے کئی بار ریوالور سے (یوسف رضوی پر) ۱۶/ دسمبر ۷۱ء سے پہلے گولی چلانے کی کوشش کی مگر جب بھی

تمدنی اور اس کے ساتھی نے (یوسف رضوی کا نشانہ لے کر) گولی چلانے کا قصد کیا اور ریوالور کا ٹریگر دبانا چاہا مگر اسے کوئی غیبی طاقت ٹریگر دبانے میں مانع ہوتی اور ٹریگر نہ دبتا۔ آخر ایسا کیوں ہوتا تھا؟

یوسف رضوی نے جواب دیا۔ "میں ہمیشہ گھر سے باہر نکلتے وقت پہلے تین بار درود اسکے بعد سات مرتبہ نادعلیؑ اور آخر میں تین بار درود پڑھ کر اپنے پر دم کر لیتا ہوں اور یہ نادعلیؑ کا ہی معجزہ ہے کہ میرے مولا علیؑ نے مجھے بچا لیا۔ یہی نہیں بلکہ ڈھاکہ جیل میں بھی نادعلیؑ کے معجزہ سے انھیں ہر قسم کی سہولت و آسانی فراہم تھی۔ انھوں نے بتایا کہ

● ع۱۶۰ جب وہ گرفتار کر کے ڈھاکہ جیل بھیجے گئے تو پاکستانی ذہنیت رکھنے اور پاکستانی افواج کے دوش بدوش دلیرانہ خدمت انجام دینے کے نتیجہ میں انتقامی کارروائیوں کا انھیں بھی نشانہ بنایا گیا تھا ایک روز صوبیدار انتہائی پریشانی میں انھیں جب نظر آیا تو انھوں نے اس سے انتہائی لجاجت سے پریشانی کا سبب دریافت کیا صوبیدار نے بتایا کہ "اس کی بیٹی گزشتہ ۲ گھنٹے سے دردِ زہ میں مبتلا ہے کئی ڈاکٹر اور نرسیں آئیں اور گئیں مگر ولادت ہنوز نہیں ہوئی"

میں نے پرانا گڑ منگوایا اور ناد علیؑ کبیر پانچ بار پڑھ کر گڑ پر دم کیا اور اسے فوراً کھلانے کو کہا۔ صوبیدار گڑ لے کر گیا اور تقریباً ۱۵ منٹ بعد مٹھائی لے کر بہت خوش خوش پہنچا اس کی بیٹی کی گود اولاد نرینہ سے بھر چکی تھی۔ اس صوبیدار کا نام قادر تھا اور وہ ۷۲ء میں ہی ریٹائرڈ ہو گیا۔ اس کی وجہ سے ہمیں جیل میں بھی ہر قسم کا آرام تھا۔ اور یہ بھی ناد علیؑ کا معجزہ تھا۔

● ع۱۶۱ علیؑ اور اولاد علیؑ کے معجزات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوسف رضوی نے یہ بھی بتایا کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب بنگلہ دیش بن گیا تو وہ مہاکھالی فاطمہ منزل (گلشن ایریا) اپنے مکان سے بھاگے مگر اپنا ریوالور اور ڈبل بیرل گن ساتھ لے لیا تھا پریشانی سے جب ٹھٹھری بازار اپنے پھوپھی زاد بھائی مصطفےٰ ہاشمی بی۔اے (مصطفےٰ ہاشمی صاحب شاہ کربلا ٹرسٹ میں بحیثیت اکاؤنٹنٹ خدمت انجام دے رہے ہیں) کے گھر پہنچا تو وہ مجھے پریشان دیکھ کر چیخ پڑے میں نے انھیں اطمینان دلایا رات بھر ان کے

ہاں رہا اور صبح بندوق انھیں کے گھر میں چھوڑ کر ریوالور کمر میں رکھکر بیچارام ڈیوڑھی جانے کے لئے نکل پڑے (۶ / دسمبر ۷۱ء کو یوسف رضوی کی بیوی اپنے بچوں کو لے کر ڈھاکہ شہر کے محلہ بیچارام ڈیوڑھی میں اپنے ننہال چلی گئی تھیں)۔ شام کے قریب قریب وہ خیریت سے اپنی منزل پر پہونچ گئے۔

● دوسرے دن شام کو ۴ بجے مصطفےٰ ہاشمی کے بڑے بیٹے حسین ہاشمی نے آکر بتلایا کہ دوپہر کے وقت عورتیں "فریادی ماتم" کر رہی تھیں کہ دروازہ پر دستک ہوئی میں باہر نکلا تو اسٹین گن اور ریوالور سے مسلح مکتی باہنی نظر آئے۔ انھوں نے کہا۔ ہم آپ کے گھر کی تلاشی لیں گے؟ کیا آپ کے پاس کوئی آتشیں اسلحہ ہے۔؟ میں نے جواب دیا نہیں! (حالانکہ آپ کی بندوق سامنے مچان پر میلے کپڑوں کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔) عورتیں فریادی ماتم کرتی رہیں انھوں نے گھر میں داخل ہو کر ایک اچٹتی ہوئی نظر کمرے پر ڈالی اور یہ کہتے ہوئے باہر چلے گئے کہ "ای ٹا شیعہ باڑی" "شیعہ بھلو لوگ ہوئے"۔! (یہ مکان شیعوں کا ہے اور شیعہ صلح پسند لوگ ہیں)

● فریادی ماتم کے نتیجہ میں علیؑ اور اولاد علیؑ نے مشکلکشائی کی اور سامنے رکھی ہوئی بندوق نظر نہ آسکی! ساتھ ہی شیعوں کی صلح پسندی کا اعتراف "معجزہ" نہیں تو کیا ہے۔!!!

واقعہ نمبر ۱۶۲

میں نے نہ کوئی دروازہ بند کیا نہ کھولا بلکہ خدا نے جو حکم دیا اس کی تعمیل کی ہے!

نسائی نے خصائص میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ بعض اصحاب رسولؐ کے دروازے مسجد نبویؐ کی جانب تھے رسول مقبولؐ نے علیؑ بن ابی طالب کے سوا اور سب اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے اپنے دروازوں کو بند کر دیں اسی پر اصحاب نے کچھ کلام کیا تو آنحضرت نے کھڑے ہو کر بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا کہ میں نے بحکم ایزدی کے مطابق تم لوگوں کے دروازے بند کرائے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا تم نے اس باب میں فضول چون و چرا کی۔ میں نے نہ کوئی دروازہ بند کیا نہ کھولا بلکہ خدا نے جو حکم دیا اس کی تعمیل کی۔

(بحوالہ تاریخ اسلام کے جواہر پارے صفحہ ۱۹۔ ناشر ادارہ تمدن اسلام کراچی)

واقعہ نمبر ۱۶۳

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی کرامت

علی ابن خالد ناقل ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عراق (سامرہ) میں ایک شخص کی نسبت سنا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ واقعہ سنکر مجھے بہت بڑی حیرت ہوئی اور اس سے ملنے کا شوق ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ تو خلیفہ کے حکم سے قید ہے میں کچھ ایسا شائق ہو رہا تھا کہ اس کے شوق ملاقات میں قید خانہ کے پاس پہونچا اور زنداں بان کو کچھ دے دلا کر اس شخص سے ملا اور اس سے حقیقت احوال دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ میں ملک شام کا باشندہ ہوں اور میں نے اپنی تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کی ہے بس ایک رات کو اس مقام مقدس میں

مصروف عبادت تھا جہاں جناب شہید کربلا خامس آل عبا کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا کہ اُسی اثناء میں میرے سامنے ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا کہ اُٹھ چل یہ سنکر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہو لیا تھوڑی دیر کے بعد جو دیکھا تو مسجد کوفہ میں موجود تھا اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں ہو میں نے کہا مسجد کوفہ میں۔ پھر وہ بزرگ نماز میں مصروف ہوئے اور میں نے بھی ان کی اقتدا کی جب وہ نماز سے فارغ ہوئے مسجد سے باہر نکلے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنے آپ کو روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پایا وہ بزرگوار خود بھی نماز میں مصروف ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ عبادت کرنے لگا۔ نماز کے بعد وہ بدستور سابق مسجد سے باہر تشریف لائے اور میں بھی پیچھے پیچھے چلا چند قدم چلا تھا کہ مکہ معظمہ میں آموجود ہوا۔ حرم محترم کے طواف وغیرہ سے فارغ ہو کر جب ہم باہر آئے تو وہ مرد مقدس یکایک میری نظروں سے غائب ہو گئے اور پھر میں نے اپنے آپ کو اسی مقام پر پایا جہاں میں ملک شام میں اپنے مقام پر عبادت کرتا تھا۔ میں ہمیشہ اس واقعہ پر تعجب کیا کرتا تھا کہ سال بھر کے بعد اسی دن اور اسی تاریخ میں پھر وہی مقدس بزرگوار تشریف لائے اور مجھ کو اپنے ہمراہ لے کر جن جن عبادت گاہوں میں پہلے تشریف لے گئے تھے اب کی بار پھر وہیں رونق افروز اور سعادت اندوز ہوئے۔ جب تمام مقامات عالیات کی زیارت سے مشرف ہو چکے اور وہ رخصت ہونے لگے تو میں نے نہایت منت و سماجت سے اُن کا اسم گرامی پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے محمدؐ ابن علیؑ کہتے ہیں۔ دوسرے دن میں نے یہ واقعہ اپنے احباب سے بیان کیا انھوں نے اسے خاص و عام میں مشہور کر دیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر والئی شام کے کانوں تک پہونچی اس نے مجھے دعوئی نبوت کے ساتھ متہم کر کے اسی الزام میں قید کر دیا۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ اس کا یہ حال سنکر مجھے سخت افسوس ہوا میں نے ازراہ ہمدردی اس کا پورا حال لکھ کر حاکم شہر کو اپنی طرف سے اطلاع دی اور خاص طور پر اس کے لئے سفارش کی۔ اس نے میری عرضی کے

کی پشت پر لکھ بھیجا کہ جس شخص نے اس کو یہ قدرت دی اور اس قابل کیا اسی سے کہا جاوے کہ وہی آکر اس کو چھڑا دے۔ مجھ کو اس کا یہ جواب دیکھکر سخت افسوس ہوا دوسرے روز میں اس کو دیکھنے کو پھر گیا۔ قید خانہ کے دربانوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ تو رات ہی سے آپ ہی آپ غائب ہو گیا۔ نہیں معلوم کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان! تمام ملازمین استفسار و اضطراب میں گرفتار تھے میں یہ حالت دیکھکر دل ہی دل میں حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے روحانی اختیارات اور آپ کے کشف و کرامات کا قائل ہو گیا۔ اس واقعہ کو متواتر کہا گیا ہے اور فریقین کے علماء کرام نے اپنی اپنی معتبر و مستند تالیفات و تصنیفات میں قلمبند فرمایا ہے۔ علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں امام قندوزی بلخی نے ینابیع المودۃ میں بحوالہ کتاب تحفۃ المتقین از مولوی فوق بلگرامی صفحہ نمبر ۸۶ - ۸۷ ۔)

واقعہ نمبر ۱۶۴

حضرت علی علیہ السّلام عرب خطیبوں کے امام تھے

کتاب تاریخ ادب عربی مولفہ شیخ احمد الاسکندری مترجم پروفیسر عبدالقیوم ناشر پنجاب ایڈوائزری بورڈ فار بکس محکمہ تعلیم لاہور صفحہ ۲۶۴ میں فضائل امیرالمومنین کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ علم و زہد میں سب سے آگے اور حق و صداقت کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت تھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد آپ بالعموم عرب خطیبوں کے امام ہیں۔ دیکھا آپ نے بعد رسالت مآب اسلام اور دین اسلام کو ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں سمجھا سکا۔ اور اسی کے نتیجہ میں آپ کو متفقہ طور پر خطیبوں کا امام تسلیم کر لیا۔

ناقابلِ فراموش

جناب سید حسن مہدی (عزاخانہ گلستانِ زہرا لاہور)

(بحوالہ پیامِ عمل ماہنامہ لاہور)

ہماری زندگی میں بہت سے واقعات اور مشاہدات غیر معمولی ہوتے ہیں جنھیں عام طور سے اہمیت نہیں دی جاتی حالانکہ عقل کا تقاضہ ہے کہ ہر مشاہدہ پر غور و فکر کیا جائے اگر غور و فکر سے مفید و کارآمد نتیجہ برآمد ہو تو اس سے خلق اللہ کو بھی آگاہ کر دیا جائے تاکہ وہ بھی مستفید ہو۔

مندرجہ ذیل مشاہدات میرے لئے ناقابلِ فراموش ہیں ان پر جسقدر غور کرتا ہوں ایک روحانی مسرت ہوتی ہے۔ اور دل کو منور پاتا ہوں میں انھیں عرفانِ الٰہی کا ذریعہ خیال کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۱۶۵

اس عشرۂ محرم میں ہمارے ایک کرم فرما بریگیڈیر صاحب کی بیگم نے سُنایا کہ بریگیڈیر صاحب تبرکات و فیوضِ معصومین علیہم السلام کے قائل نہ تھے بیگم صاحبہ زیارت کے لئے عراق و ایران گئیں تو ایک رومال ضریحِ اقدس سے مس کر کے لائیں اب وہ اپنی نقدی اور زیور جو گھر میں تھا اس پر یہ رومال ڈالے رکھتی تھیں۔

ایک شب گھر میں چور آیا اور اس نے تمام نقدی و زیور اس رومال میں باندھ لیا اس وقت بیگم صاحبہ سے جیسے کسی نے کہا کہ "اُٹھ تیرے گھر میں چور ہے" یہ اُٹھیں اور بریگیڈیر صاحب کو جگایا چور آہٹ پر گھبرایا اور تمام مال چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بیگم صاحبہ نے بریگیڈیر صاحب سے کہا کہ یہ ان ارواحِ طیبہ کا فیض ہے۔ جن کی ضریحوں سے رومال مس کیا گیا تھا لیکن بریگیڈیر صاحب نہ مانے اور اسے محض اتفاقی واقعہ قرار دیا۔

کچھ عرصہ بعد پھر ایسا ہی ہوا لیکن اس مرتبہ بھی چور کامیاب نہ ہوئے کیونکہ

اس مرتبہ خود بریگیڈیر صاحب سے کہا گیا کہ اٹھو تھانہ سے گھر میں چور آیا ہے۔ وہ اٹھے اور چور بھاگ گئے۔ اس روز سے بریگیڈیر صاحب قائل ہو گئے۔

انہی بریگیڈیر صاحب کا بیان ہے کہ راولپنڈی میں ان کی دو بہنیں ان کے پاس آئیں، دونوں متمول و خوش حال تھیں ایک نے کہا کہ میں زیارت کے لئے جانا چاہتی ہوں۔ پاسپورٹ بنوا دیں انھوں نے فارم منگوائے جس بہن کی خواہش تھی اس کا فارم بھرا اور دوسری بہن کو بھی ترغیب دی انھوں نے بھی شرماشرمی فارم بھروا لیا بریگیڈیر صاحب پاسپورٹ فارم لے کر خود S.P. کے پاس گئے اور اپنے سامنے S.P. کی رپورٹ کے ہمراہ دونوں فارم پاسپورٹ آفیسر کے پاس روانہ کرا دیئے۔ تین روز بعد سپرنٹنڈنٹ پولیس کا فون آیا کہ ان کی فلاں بہن کا فارم خط کے ساتھ نہیں پہنچا یہ سن کر بریگیڈیر صاحب بہت ہنسے S.P. نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ فارم تو ان کی موجودگی میں بھیجے گئے تھے۔ بریگیڈیر صاحب کے مجبور کرنے پر ان کا فارم بھر اگیا تھا چونکہ تمنا نہ تھی اس لئے سرکار معصومین کی جانب سے زیارت کی اجازت نہ ملی۔

واقعہ نمبر ۱۶۶

ایک صاحب ماڈل ٹاؤن میں مقیم ہیں انھیں ایک اہم ضرورت پیش آئی اس کے حل کی کوئی صورت نہ ہو سکی۔ محرم آگیا ان کی بیوی نے کہا کہ عزاخانہ میں جا کر منت مانو۔ خدائے کریم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے وسیلہ سے ہماری یہ مشکل حل فرمائے گا۔ پہلے تو وہ تیار نہ ہوئے لیکن جب مجبوری حد سے بڑھی تو ہمارے عزاخانہ میں آئے۔ بارگاہ الٰہی سے سید الشہداء علیہ السلام کے صدقہ میں سوال کیا۔ چند ماہ نہ گزرے تھے کہ حاجت بر آئی۔ بیوی نے کہا کہ نذر پوری کرو۔ انھوں نے کہا کہ اتفاقی بات ہے نذر و نیاز میں کیا رکھا ہے۔ یہ صرف کھانے کھلانے کے طریقے ہیں۔ کچھ دن بعد انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک میدان ہے اور اس میں دو خیمے نصب ہیں اونٹوں، گھوڑوں اور چھکڑوں پر لدے ہوئے پھل مٹھائیاں اور کھانے مسلسل آرہے ہیں اور خیموں میں جا رہے ہیں انھیں بڑی حیرت ہوئی اور دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ایک شخص

نے بتلایا کہ یہ وہ نیاز یں ہیں جو امام حسین علیہ السلام کے نام پر لوگ کرتے ہیں وہ یہاں سرکار حسین میں پیش ہوتی ہیں۔ صبح ہوتے ہی انھوں نے اپنی بیگم سے کہا کہ عزاخانہ میں نذر سے کر جاؤ۔

واقعہ نمبر ۱۶۷

میری والدہ صاحبہ نے ایک جوڑا آسٹریلین طوطوں کا خریدا۔ بڑے پیارے طوطے تھے محرم آگیا۔ ان کا پنجرہ عزاخانہ کے برابر کے کمرے میں رہتا تھا اور مجلس عزا کی آواز لاؤڈ اسپیکر سے وہاں آتی تھی ان طوطوں کا یہ عمل تھا کہ جتنی دیر مجلس ہوتی رہے دانہ کھاتے نہ پانی پیتے۔ روز عاشورہ بھی صبح سے عصر تک انھوں نے نہ پانی پیا اور نہ دانہ کھایا۔

واقعہ نمبر ۱۶۸

نذر سنز کراچی میں حیدر علی صاحب سیلز انجینئر ہیں وہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے خواہشمند تھے وہ دورے پر لائل پور آتے تو فوکر (FOKER) جہاز سے سفر کرتے جو کوئٹہ ہو کر لائل پور آتا تھا کوئٹہ میں جہاز رکتا تو وہ جہاز سے باہر نکلتے اور روضۂ اقدس امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے زیارت پڑھتے چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ ان کے افسران نے انھیں بلایا اور کہا کہ ایران میں ایک ٹیک ٹائل مل دیکھنی ہے۔ اگر تمہارا پاسپورٹ تیار ہے تو تم فوراً روانہ ہو جاؤ اور بتاؤ کہ معاوضہ کیا لوگے۔ انہوں نے کہا کہ اتنی اجازت کہ مشہد مقدس میں زیارت کر سکوں۔ افسران نے منظور کر لیا اور یہ (حیدر علی صاحب) بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے اور کمپنی کا کام کرتے ہوئے روضۂ اقدس امام رضا علیہ السلام پر حاضر ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ میں بذریعہ ہوائی جہاز بغیر کوئی پیسہ خرچ کئے زیارت امام علیہ السلام سے مشرف ہوں گا۔

یہ محیر العقول واقعات ان ہستیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو سرشار عشق الٰہی ہیں۔ ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہدایت ہیں۔ اور زبانیں انکی ثناخواں ہیں اور دل ان کی سمت کھنچتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۶۹

آل محمدؐ کی محبت پر مرنے والے شہید ہیں

شاہ فیصل جاد شاہ والئ عراق کے زمانہ کا ایک سچا واقعہ جسکی صداقت کی تصویر بھی موجود ہے

تصویر صفحہ ۱۰۵ پر دیکھیے۔

جو آل محمدؐ کی محبت پر مر جائے اس کے لئے خوشخبری ہے۔ بشارت ہے۔ وہ شہید مرا۔ اور شہید کی تعریف یہ ہے کہ وہ مرا نہیں کرتے بلکہ زندہ رہتے ہیں۔ اس کا ثبوت آپ خود اپنی آنکھوں سے فوٹو کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں یہ واقعہ ۱۹۳۱ء مطابق ۱۳۵۱ھ عید قرباں کے دس دن بعد کا ہے جس کی تصدیق حکومت عراق سے کرائی جا سکتی ہے۔ اس وقت کے والی شاہ فیصل کی تصویر ہے جو بیچ میں کھڑے ہیں۔ اور اطراف میں اراکین سلطنت و دیگر ملکوں کے سفراءِ مملکت بھی موجود ہیں اور سامنے دو جنازے رکھے ہوئے ہیں یہ متبرک جنازے شاہی تزک و احتشام کے ساتھ اٹھائے گئے۔ ان کے اندر رسولِ مقبول کے دو صحابی۔ دو محب اور ان کی اولاد سے محبت کرنے والے دو بزرگ ہیں۔ ایک صحابی جن کا نام جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دوسرے جناب حذیفہ یمانی ہے۔

جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کے ذریعہ رسولؐ خدا نے اپنے فرزند محمد باقرؑ بن امام زین العابدینؑ ابن امام حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب کو سلام کہلایا تھا اور یہ روایت بھی ہے کہ قبر امام حسین علیہ السلام کی سب سے پہلے زیارت کرنے والے یہی صحابی تھے۔

دوسرے صحابی حضرت حذیفہ کا رسولؐ اور ان کی آل پاک سے عشق کا کہنا ہی کیا یہ دونوں بزرگ اپنی طبعی موت مرے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو شاہ فیصل والئ عراق نے خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ دریا کا پانی ان کے

مزارات کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان دونوں صحابیوں نے شاہ موصوف سے کہا کہ ہماری قبروں کو دوسری جگہ منتقل کر دو۔ بادشاہ نے اس خواب کا ذکر علماء سے کیا اور اس سلسلہ میں ان سے فتویٰ لیا اور بالآخر عید قربان ۱۳۵۱ھ کے دس روز بعد بادشاہ نے ان کے جنازے کو ہزاروں افراد، وزراء اور سفراء کی موجودگی میں جس میں مختلف العقاید کے لوگ شامل تھے ان لاشوں کو اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا اور اس پوری کارروائی کو فوٹو کے ساتھ تمام دنیا میں شائع کرا دیا۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ لاشیں تیرہ سو برس تک کیوں سلامت رہیں۔ کیوں زمانے کی گردشوں سے ان میں تغیر نہ ہوا۔ اور اس قابل رہیں کہ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جا سکیں۔ کیا استدلال ہے ان کے لئے یہ حضرات تو فی سبیل اللہ قتل بھی نہ ہوئے تھے۔ اگر جواب چاہیئے تو یہ حدیث شریف پڑھیئے۔

الا من مات علی حب آل محمدؐ مات شہیدا

واقعہ نمبر ۱۰۱

ایک ذاکر حسین کی قبر منگلا ڈیم کی حدود سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا واقعہ

ایک شخص سید اکبر جان نامی منگلا ڈیم کے علاقہ میں اقامت پذیر تھے۔ آپ ذاکر حسین تھے۔ ہر سال دور دراز کے علاقہ میں ذکر حسین کرنے اور محرم کے ایام میں مجالس عزا پڑھنے جاتے تھے یہ ان کی زندگی کا معمول تھا ایک دفعہ محرم کے مہینہ میں آپ کے ایک بچے کی طبیعت خراب ہو گئی کوئی امید بچنے کی نہ تھی لوگوں نے اسرار کیا کہ اس سال آپ یہاں ہی محرم گزاریں لیکن اس عاشق حسینؑ نے کہا کہ میں تو ہر سال کی طرح اس سال بھی مجالس پڑھنے دوسرے گاؤں ضرور جاؤں گا۔ یہ بچہ اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک کہ میں گھر واپس نہیں آ جاتا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔



جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو منگلا ڈیم کے علاقہ میں دفن کر دیا گیا آپ کی قبر سے بھی ہزاروں بندگان خدا کو فیض ہوتا رہا جب منگلا ڈیم کی توسیع ہوئی اور مزید علاقہ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کی قبر بھی اس علاقہ میں آ گئی جس کو حکومت مزید لے رہی تھی۔ آپ کی قبر کھود کر آپ کی لاش کو دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کر دیا گیا۔ یہ کام آپ کے مرنے کے چالیس سال بعد ہوا میت اس ہی طرح تازہ تھی جیسے کہ ابھی دفن کیا گیا ہے۔ ہزاروں لوگوں نے انتہائی حیرت و استعجاب کے عالم میں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس واقعہ کی تفصیل متعدد رسالوں اور اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ یہ واقعہ پاکستان قائم ہونے کے بعد ابھی حال ہی کا ہے۔ اور اس کی تفصیل حکومت سے اور منگلا ڈیم کے حکام اعلیٰ سے آج بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

واقعہ نمبر ۱۷

سرِ حُرؑ سے خون جاری ہونا!

یہ واقعہ جناب حُرؑ ریاحی کی قبر کا ہے آپ کربلا کے معرکۂ حق کے پہلے شہید ہیں جنہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کربلا کی خدمت میں یزید پلید کے لشکر سے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ اسمٰعیل بادشاہ ہوئے اور آپ بغداد سے زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے عراق تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ حضرات حضرت حُرؑ ریاحی کو برا بھلا کہتے ہیں۔ بادشاہ نے انکی قبر پر پہنچکر حقیقت حال کے دریافت کی خاطر حکم دیا کہ قبر کھود دی جائے چنانچہ ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں حُرؑ ریاحی شہید کارزار کربلا کی قبر مبارک کھود دی گئی جب لاش برآمد ہوئی تو آپ کو جیسے سوتا ہوا پایا۔ جس طرح لاش دفن کی گئی تھی بالکل تازہ اور اصلی حالت میں تھی اس میں کوئی تغیر نہ ہوا تھا۔

سر پر رومال بندھا ہوا تھا جو حضرت امام معصوم نے اپنے دست مبارک سے باندھا تھا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ اس رومال کو کھولا جائے اور راز حاصل کر لیا جائے جب رومال سر مبارک کے زخم سے کھولا گیا اسی وقت زخم تازہ ہو گیا اور خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ بادشاہ نے فوراً دوسرا رومال اس زخم پر بندھوایا لیکن خون اسی طرح جاری رہا لیکن جب بادشاہ نے وہ رومال جو آپ کے سر پر بندھا ہوا تھا دوبارہ اسی طرح بندھوا دیا تو خون فوراً بند ہو گیا۔ اس طرح آپ کے شہید ہونے کی تصدیق ہو گئی اور بادشاہ اسمٰعیل نے آپ کی قبر پر مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

(اس واقعہ کو تاریخ کی مختلف کتابوں میں لکھا گیا ہے کتاب انوار نعمانیہ طبع ایران صفحہ ۳۳۹ وغیرہ)

واہ رے حرؑ کیا کہنا تمہارا۔ خوش نصیب تمہارے کہ تم نے مرنے کے بعد بھی اپنے اس واقعہ سے اپنے آقا زادۂ رسول سید نا حضرت امام حسینؑ کی ایک نصرت عظیم کی اور وہ نصرت یہ ہے کہ اس واقعہ نے ثابت کیا حرؒ شہید راہِ خدا ہیں۔ یعنی حسینؑ حق پر تھے۔ انکی جنگ حق و باطل کی جنگ تھی نہ کہ دو شہزادوں کی لڑائی اب مادی دنیا کے لوگ کچھ بھی کہیں لاکھ سر ماریں مگر حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ اور اس حقیقت سے کون انکار کرنے کی جرات کر سکتا ہے کہ وہ محب آل محمدؐ جو بستر مرگ پر اپنی طبعی موت مرے ہیں آج بھی خلق خدا کو اپنی روحانی قوتوں کی بدولت فیض پہونچا رہے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو۔ داتا گنج بخش۔ لال شہباز قلندر۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ بو علی شاہ قلندر۔ بایزید بسطامی۔ خواجہ فریدؒ (بزرگان دین) کے مزارات پر اپنی مرادوں کے لئے بواسطہ آل محمدؐ دعائیں مانگ کر اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۴۲

جنگ میں علیؑ نے اپنی تلوار اپنے دشمن کو دے دی

علامہ کفوی طبقات میں لکھتے ہیں کہ علیؑ سے ایک جنگ میں ایک کافر نے اپنی امداد

کے طور پر کچھ مانگا۔ آپ کے پاس میدانِ جنگ میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اُسے دیتے اُپنے سراپا کو دیکھنے لگے کہ اسلحہ جنگ میں سے کیا چیز اُسے دی جائے جسے بیچ کر یہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔ کافر نے کہا یا علیؑ مجھے اپنی تلوار دے دیجیے آپ نے فوراً اپنی تلوار اسے بخش دی کافر نے تلوار لے کر کہا۔ یا علیؑ اب آپ میرے حملہ سے اپنی جان کیونکر بچائیں گے آپ نے فرمایا جان کی فکر نہیں مگر یہ ہماری مروت سے بعید تھا کہ سائل کچھ مانگے اور ہم نہ دیں یہ سنکر وہ کافر مسلمان ہو گیا (بحوالہ کتاب "المرتضیٰ"، از ایم۔ اے شاہد صفحہ ۹۷) دیکھا آپ نے علیؑ کی سخاوت جو میدانِ جنگ میں بھی کام آئی۔

واقعہ نمبر ۱۳

وہ لوگ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں

کتاب لطائف علمیہ اردو ترجمہ کتاب الاذکیاء تصنیف علامہ ابن جوزی بغدادی ترجمہ مولانا اشتیاق احمد صاحب نقشبندی ناشر رائٹرز بک کلب الیسٹرینٹ جونز پارک لاہور صفحہ نمبر ۷۔ واقعہ نمبر ۱۳۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر کے لیے کوچ کیا تو ہم نے آپ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا جو دشمن کیمپ کے تھے۔ ایک شخص قریشی تھا اور ایک غلام تھا۔ یہ غلام عقبہ بن ابی معیط کا تھا۔ جب ہم نے ان کا پیچھا کیا تو قریشی تو چھپ گیا اور غلام کو ہم نے گرفتار کر لیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد یعنی دشمنوں کی تعداد دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ ان کی تعداد بہت ہے اور ان کی طاقت بہت زیادہ ہے مسلمانوں نے اس جواب پر مارنا شروع کر دیا۔ مگر اس نے شمار نہیں بتایا یہاں تک کہ اس کو رسول اکرمؐ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے بھی اس سے یہی سوال کیا کہ "قوم کی تعداد کیا ہے"۔ اس غلام نے وہی جواب دیا کہ ان کی تعداد اور طاقت بہت ہے۔ اس جواب کے بعد حضور اکرمؐ نے پھر کوشش

کی کہ کسی طرح یہ صحیح تعداد بتا دے لیکن اس نے نہیں بتائی بلکہ یہی کہتا رہا۔ کہ انکا شمار بہت ہے ان کی طاقت بہت ہے۔

پھر جناب رسالت مآب نے ایک عجیب سوال کیا کہ وہ لوگ اپنے کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس غلام نے جواب دیا کہ روزانہ دس اونٹ۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ (معلوم ہو گیا) قوم کی تعداد ایک ہزار ہے کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ یہ تھا فہم و فراست جناب سرورِ کائینات کا! جس کو کہ یہ دنیا اُمّی کہتی ہے۔

واقعہ نمبر ۱۷۴

بلوچستان کے "سنگ سیاہ" پر حضورؐ کا اسم مبارک

روزنامہ "حریت" پیر ۱۶ ربیع الاول مطابق ۴ فروری ۱۹۸۰ء۔

کوئٹہ۔ ۳ فروری۔ اے۔ پی۔ پی کے حوالہ سے ایک خبر شائع ہوئی ہے جو اس صدی کی اہم خبروں میں سے ایک سب سے اہم خبر ہے اور محمدؐ و آل محمد کا ایک زندہ معجزہ ہے اور ان لوگوں کے لئے ایک تازیانہ ہے جو محمدؐ و آل محمد کے معجزات اور فضائل کے قائل نہیں ہیں۔ خبر ملاحظہ فرمائیے۔

کراچی سے ۸۰ میل دور لسبیلہ میں کوہ لاہوت لامکاں کے مقام سے ایک سنگ سیاہ دریافت ہوا ہے جس پر عربی رسم الخط میں سفید حرفوں میں "اللہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے نام کندہ ہیں۔

یہ پتھر کوئٹہ کے سماجی کارکن کے پاس ہے اور اس کا کہنا ہے کہ ایک بزرگ نے خضدار میں اسے یہ پتھر دیا تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ اس جگہ کی زیارت کر رہے ہیں جہاں سے یہ پتھر نکلا ہے۔

قارئین کرام اس کتاب علی علیؑ کے حصہ اول میں لاہوت لامکاں کے حالات لکھ چکا ہوں کہ بلوچستان میں مولا علیؑ خود تشریف لائے تھے اور یہاں پر آپؑ کے

آنے کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ لوگ ہر سال پاکستان کے دوسرے شہروں سے وہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۷۵

محمدؐ اور انکی آل پاکؑ ملائکہ کے نیازمند نہیں تھے

مفضل کہتا ہے کہ میں نے صادق آل محمدؐ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ظل رحمت الٰہی کے نیچے کیسے رہے تو جنابؑ نے ارشاد فرمایا کہ سایہ اخضر کے تحت ہم ہی تھے۔ کوئی غیر نہ تھا ہم اس کی تسبیح و تہلیل و تقدیس و تحمید کرتے تھے۔ بجز ہمارے کوئی ملک مقرب یا ذی روح وہاں نہ تھا پھر خدا نے اشیاء کو پیدا کرنا شروع کیا پس جو چاہا جیسے چاہا ملائکہ وغیرہ سے پیدا کیا پھر اس کا علم ہمیں عطا فرمایا جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملائکہ کا نیازمند سمجھتے ہیں وہ اس حدیث کو بغور پڑھ کر عبرت حاصل کریں (اصول کافی صفحہ ۴۴۱ جلد ۱ حدیث ۷۔)

واقعہ نمبر ۱۷۶

خدا کے اذن سے ہم مردے زندہ کر سکتے ہیں!

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ وارث رسولؐ ہیں تو جناب نے جواب دیا۔ ہاں میں نے عرض کی رسولؐ وارث علوم انبیاء تھے وہ انبیاء کے جملہ علوم جانتے تھے فرمایا بالکل جانتے تھے پس میں نے عرض کی کیا آپ مردے زندہ کر سکتے ہیں۔ نابینا کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کر سکتے ہیں تو فرمایا ہاں خدا کی اذن سے ہم ایسا کر سکتے ہیں۔

(اصول کافی صفحہ ۴۷۰ جلد ۱)

واقعہ نمبر ۱۷۷

نوشیرواں کی کھوپڑی سے ہمکلام ہونا

عیون المعجزات میں کتاب الانوار کے حوالہ سے عمارہ باطلی سے مروی ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ زلف بن مبجم کسریٰ کے محل میں گئے وہاں اور چیزیں دیکھنے کے بعد ایک بوسیدہ کھوپڑی پر نظر پڑی آپ نے اپنے ساتھی کو اس کھوپڑی کو اٹھانے کا حکم دیا اور ایوان میں بیٹھ گئے پھر ایک تھال لانے کے لئے کہا۔ پھر اس تھال کو پانی سے بھر دیا اور اس کھوپڑی کو اس میں ڈال دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ اے کھوپڑی میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ مجھے یہ بتا کہ میں کون ہوں۔ اور تو کون ہے؟ کھوپڑی بزبان فصیح گویا ہوئی۔ آپ امیرالمومنین ہیں۔ وصیوں کے سردار اور ظاہر و باطن میں متقیوں کے امام ہیں اور آپکی ذات والاصفات تعریف سے بلند ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کا بندہ اور ان کی کنیز کا بیٹا کسریٰ نوشیرواں ہوں۔ اہل ساباط اپنے وطن چلے گئے جہاں جاکر انہوں نے یہ سب واقعات لوگوں کو سنائے۔

(عیون المعجزات صفحہ ۱۷۔ صحیفۃ الابرار صفحہ ۸۲ ج ۲ طوالع الانوار صفحہ ۶۰)

واقعہ نمبر ۱۷۸

سیّدالشہداء کے ایک قطرہ خون کی کرامت

کتاب تاریخ النوار السادات مولفہ و مرتبہ سید ظفریاب حسین نانوتوی قصبہ بھکر ضلع میانوالی مکان نمبر ۱-۱۲ ستاران گلی۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ جب شامی ملعون قافلہ اہلبیتؑ کو شام کی طرف لے کر چلے تو راستہ میں جب یہ قافلہ موصل کے قریب پہنچا تو عماد الدولہ حاکم موصل کو استقبال کے لئے اطلاع دی گئی یہاں دو سردار ان

اہلبیتؑ کی اکثریت تھی ان کو معلوم ہوا کہ سر اقدس فرزند رسولؐ کی تشہیر کی جائے گی تو چالیس حاضر شاہسواروں نے اکٹھے ہو کر قسم کھائی کہ ان ملعونوں کو قتل کر کے سر اقدس چھین لیا جائے اور اپنے ہاں دفن کر دیا جائے تاکہ روز قیامت ہمارے لئے فخر کا باعث ہو۔ یہ اطلاع بیرون شہر یزیدیوں کو ملی تو انھوں نے راستہ بدل دیا اور وہ تل اعفر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بیرون شہر اشقیاء نے ایک پتھر پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو رکھا تھا سیدالشہداء کے سر اقدس سے ایک قطرہ خون جاری ہوا اور اس پتھر پر ٹپکا۔ یہ قطرۂ خون پتھر کے جگر میں اُتر گیا۔ اس کا اعجاز نمایاں ہوا کہ ہر سال یوم عاشورہ تا زمانہ ابن مروان اس پتھر سے خون تازہ جوش مارتا ہوا برآمد ہوتا تھا تمام اطراف کے لوگ جمع ہو کر زیارت کیا کرتے تھے۔ اب اس مقام پر ایک شاندار روضہ تعمیر ہو گیا ہے جس کو "مشہد نقطہ" کہتے ہیں۔ بے شمار لوگ محرم میں اس کی زیارت کرتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۷۹

روز عاشورہ پتھر کے شیر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں

مذکورہ بالا کتاب میں صفحہ ۱۹۹ پر ایک اور عجیب واقعہ تحریر ہے کہ ملک روم میں ایک پہاڑی پر پتھر کا شیر بنا ہوا ہے جس کی آنکھوں سے روز عاشورہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۸۰

معرکہ حق و باطل میں ہر طرف علیؑ علیؑ ہی نظر آئے

ابن ابی جمہور الاحسائی نے مجلی میں اور صاحب کتاب انیس السمراء و سمیر الطلباء نے اپنی کتاب میں جابر سے روایت کر کے لکھا ہے کہ میں جنگ جمل

میں مولا علیؑ کے ہمراہ تھا ہمارے مقابلہ میں عورت کے پاس ستر ہزار کا لشکر تھا میں نے اس جنگ میں جس شکست خوردہ کو بھی دیکھا وہ یہی کہتا ہوا نظر آرہا تھا کہ مجھے علیؑ نے زخمی کیا جو بھی جان دے رہا تھا وہ یہی کہتا ہوا نظر آرہا تھا کہ مجھے علیؑ نے مارا لشکر کے میمنہ۔ میسرہ اور قلب میں ہر طرف مولا علیؑ کی للکار سنائی دے رہی تھی میں نے طلحہ کو دیکھا جس کے سینے میں تیر پیوست تھا اور وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا میں نے پوچھا طلحہؓ تم کو تیر کس نے مارا کہا "امیرالمومنین نے"۔ میں نے برانگیختہ ہو کے کہا اے گروہ بلقیس اور لشکر ابلیس، علیؑ نے کیسے تیر پھینکا اُن کے پاس تو صرف تلوار ہے۔ کیا اے جابرؓ تو انھیں نہیں دیکھ رہا ہے جو کبھی ہوا میں بلند ہوتے ہیں اور کبھی نیچے آرہے ہیں کبھی مشرق کی طرف سے تو کبھی مغرب کی جانب سے آرہے ہیں مشرق ومغرب کے فاصلے ان کے لئے سمٹ کے ایک ہو گئے وہ کسی سوار کے پاس سے نہیں گزرے مگر یہ کہ اُسے مُنہ کے بل گرایا یا قتل کیا یا کہا اے دشمن خدا ہر جا بس وہ مر گیا۔ جن میں سے بچا کوئی نہیں۔

(صحیفۃ الابرار صفحہ ۳۰ ج ۲۔ ریاض الاحزان صفحہ ۴۳۔ طوالع الانوار صفحہ ۲۴۳ ۲۵۲۔ قصص العلماء صفحہ ۷۴)

واقعہ نمبر ۱۸۱

مولا علیؑ سے خود جبرئیلؑ نے سوال کیا جبرئیلؑ کہاں ہیں؟

کتاب صحیفۃ الابرار صفحہ ۲۸۱ جلد ۱۔ طوالع صفحہ ۹۱ اور روضۃ العارفین میں سید نوبلی قطب الدین اشکوری کی حیاۃ القلوب سے اور وہ شیخ صدوقؒ کی کتاب روضۃ الفزاع سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن مولا امیرالمومنین حضرت علیہ السلام نے منبر کوفہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ، مجھ سے پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہے۔ میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتا ہوں۔ مجمع میں بیٹھے ایک آدمی نے اُٹھ کر کہا اس

وقت جبرئیل کہاں ہیں ؟ آپ نے زمین و آسمان مشرق و مغرب اور ان کے مابین چپہ چپہ کو دیکھا اور کونے کونے کو چھان مارا جبرئیل کہیں بھی نظر نہ آئے تو آپ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جبرئیل تو ہے ۔ ابھی مولاؑ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ ایک مرتبہ پرندے کے پروں کی جیسی پھڑپھڑاہٹ ہوئی جسے دیکھکر سب کے سب یک زبان ہوکر بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ رسولؐ کے خلیفہ برحق ہیں ۔

اس واقعہ سے حضرت علی علیہ السلام کا بیٹھے بیٹھے زمین و آسمان کے چپّہ چپّہ کو دیکھ لینا اور ہر جگہ کی خبر بتا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رسولؐ خدا کے خلیفہ برحق ہیں اور رسول اکرم کے نائب کو ایسا ہی ہونا ضروری بھی تھا ۔ یہ علیؑ کی فضیلت رسول کی تعلیم اور عطا ہے کہ علیؑ علیؑ ہوگئے ۔

واقعہ نمبر ۱۸۲

معجزے اب بھی ہوتے ہیں !

امامیہ جنتری ۱۹۷۶ء صفحہ نمبر ۱۹ میں جناب قیصر بارھوی صاحب شاعر اہلبیت کا ایک عجیب واقعہ درج ہے ۔ میں اس واقعہ کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ۔

"شاعر حسینیت جناب قیصر بارھوی صاحب مجلس پڑھنے لاہور سے ملتان جا رہے تھے جس بس میں سفر کر رہے تھے وہ ساہیوال جاکر کھڑی ہوگئی ۔ ملتان کی سواریوں کو دوسری بس میں بیٹھا دیا گیا قیصر بارھوی صاحب بھی دوسری بس میں سوار ہوگئے ۔ اور وہ بس روانہ ہوگئی جب ساہیوال سے کئی میل دور نکل گئے تو قیصر صاحب کو خیال آیا کہ انکا تھیلا جس میں ان کی مرثیوں کی بیاضیں بھی تھیں پچھلی بس ہی میں رہ گیا ۔ دل دھک سے ہو گیا ۔ اب کیا کریں واپس جاتے ہیں تو ممکن ہے کہ بس وہاں نہ ملے یا تھیلا کوئی لے گیا ہو ۔ اور آگے جاتے ہیں تو پھر پڑھیں گے کیا ؟ دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یا حضرت

علمبردار مدد کیجئے۔ آپ کے بھائی کی مجلس پڑھنی ہے اور جو کچھ حادثہ ہو گیا اس کی بھی آپ کو خبر ہے یہ لا مرثیوں کی بیاض آپ ہی عطا کریں گے۔ دل ہی دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ جس بس میں سفر کر رہے تھے وہ کسی خرابی کی بناء پر ٹھہر گئی مسافر نیچے اتر کر ٹہلنے لگے بس ڈرائیور اور کلینر بس کو ٹھیک کرنے لگے تھوڑی دیر میں خانیوال کی طرف سے ایک بس آئی اور بس سے چند گز کے فاصلہ پر آگے جا کر رک گئی۔ اس میں سے ایک آدمی اترا اور قیصر صاحب کی بس کے قریب آکر پوچھنے لگا کہ قیصر بارہوی کون صاحب ہیں انھوں نے کہا میں ہی قیصر بارھوی ہوں۔ آنے والے آدمی نے قیصر صاحب کا تھیلا اپنی بس سے اتار کر ان کے سپرد کیا اور کہا کہ ایک آدمی نے راستہ میں یہ تھیلا دیا تھا اور کہا تھا کہ ایک بس راستہ میں تمھیں ٹھہری ہوئی ملے گی اس میں قیصر بارہوی صاحب کو یہ تھیلا پہنچا دینا۔ یہ کہہ کر وہ آدمی اپنی بس میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا اور اس کے جاتے ہی قیصر بارہوی صاحب والی بس بھی ٹھیک ہو گئی اور سب مسافروں کو بٹھا کر اپنی منزل کی جانب چل پڑی۔

یہ واقعہ جس انداز سے پیش آیا ہے اس کو دیکھ کر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ معجزے اب بھی ہوتے ہیں اور اگر دل سے مولا کو پکارا جائے تو وہ مدد کرتے ہیں۔ بقول حضرت نیا ناروی۔ ؎

دل سے پکاریئے تو ابھی ہو علاجِ دل
ہر درد لا دوا کی دوا ہے علیؑ علیؑ

واقعہ نمبر ۱۸۳

تائید حق میں پہلی شہادت علیؑ کی ہے

جناب خلیق قریشی صاحب لائل پور کے ایک بلند ذوق ادیب باہوش خطیب اور صاحب دل شاعر ہیں انھوں نے حضرت علی علیہ السّلام کی ولادت و شہادت کو اپنے پاکیزہ تخیلات میں اس طرح ادا کیا ہے۔"

تا ئیدِ حق میں پہلی شہادت علیؑ کی ہے
پیغمبری نبیؐ کی ولایت علیؑ کی ہے!
مولا بھی محترم ہے ولادت بھی محترم
کعبہ ہے اور جائے ولادت علیؑ کی ہے
مولود کعبہ کیلئے مشہد بھی خوب ہے
مسجد میں اللہ اللہ شہادت علیؑ کی ہے
کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد پہ انتہا
مرقوم دو حرم میں حکایت علیؑ کی ہے!

واقعہ نمبر ۱۸۴

نبیؐ کے علم غیب پر اعتراض کرنیوالوں کو علیؑ کا جواب

کتاب مقاماتِ صحابہ رضؓ صفحہ ۳۵۴ ناشر چشتی کتب خانہ جھنگ بازار لائلپور بحوالہ تفسیر روح البیان جلد۲ صفحہ ۱۰۵۔

"اسمٰعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے نبی کریمؐ کے علم غیب پر اعتراض کیا حضرت علیؑ کو پتہ چلا آپ نے شہر مدینہ میں منادی کرادی تمام لوگ مسجد نبوی میں جمع ہوگئے تو آپ منبر رسولؐ پر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اے میرے نبیؐ کے علم پر اعتراض کرنے والو میں نبیؐ نہیں علیؑ ہوں اور نبیؐ کا غلام ہوں اور فرمایا کہ مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میں تمھیں عرش کی باتیں بھی بتاؤں گا۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بتاؤ اے علیؑ کیا آپ نے اپنے رب کو بھی دیکھا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام جوش میں آگئے اور فرمایا خدا کی قسم میں ایک سجدہ کرتا ہوں اور دوسرا اس وقت تک نہیں کرتا جب تک کہ میں خدا کو نہ دیکھ لوں۔"

اس سے کوئی غلط مطلب نہ سمجھ لیجئے گا کہ خدا جسمانی طور پہ نظر آتا

تھا بلکہ مولائے کائنات کا مطلب خدا کے نور اور جلوہ سے ہے۔

اس سلسلہ میں مولائے کائنات مظہر العجائب کا خود ارشاد ہے کہ سب کچھ علم اور کرامات مجھ کو رسول اکرم کی غلامی سے حاصل ہوئی ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۸۵

میرے سینے میں علم و عرفان کا سمندر ہے (علیؑ)

اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۱۳۳ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے جب نبی کریم علیہ السلام کو آخری غسل دیا تو پانی کے چند قطرے سرور کونین علیہ السلام کی مقدس پلکوں پر ٹھہرے رہے تو میں نے انھیں اپنی زبان سے چوس لیا بس پھر کیا تھا علم و عرفان اور حکمت و ادراک کا سمندر میرے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

واقعہ نمبر ۱۸۶

نقشبندی چشتی سہروردی اور قادری سلسلۂ طریقت حضرت علیؑ کی ولایت مانتے ہیں!

شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جہاں قرآن مجید کی متعدد آیات نازل ہوئیں وہاں احادیث نبوی میں بھی انکی توصیف و توقیر اور عظمت و شان ملتی ہے۔ اور نبوت کی زبان پاک نے جو مقام اور منصب عطا کیا ہے اس کے پیش نظر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے کہ محمدؐ نبی ہے اور یہ ولیؑ۔ وہ مصطفیٰ اور یہ مرتضیٰ ہے۔ وہ امام الانبیاء ہے اور یہ امام الاولیا۔ فقر و درویشی اور طریقت و معرفت کے چاروں سلسلے نقشبندی چشتی سہروردی اور قادری حضرت علی علیہ السلام کے ہی آفتاب ولایت کی کرنیں ہیں (کتاب مقام صحابہؓ صفحہ نمبر ۳۵۱)

واقعہ نمبر ۱۸۷

گائے کا زندہ کرنا!

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ منیٰ سے گزر رہا تھا ہم نے ایک عورت کو دیکھا جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہوئی تھی وہ عورت اور اس کے بچے اردگرد بیٹھے رو رہے تھے امام نے پوچھا کیا بات ہے۔ عورت نے عرض کی کہ میرا اور بچوں کا گزارا یہی گائے تھی جو مر گئی ہے۔ لہٰذا میں پریشان ہوں۔ امامؑ نے فرمایا کیا تو چاہتی ہے کہ اسے تیرے لئے زندہ کر دوں عورت نے کہا ایک تو میری گائے مر گئی ہے جس کی مصیبت میں میں گرفتار ہوں اور دوسرا آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں پھر دعا فرمائی اور گائے کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور چلا کر بلایا گائے فوراً زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ عورت نے کہا "رب کعبہ کی قسم آپ عیسیٰؑ ہیں۔ امام مجمع میں داخل ہوئے نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

(الخرائج والجرائح صفحہ ۳۲ ۔ بصائر الدرجات صفحہ ۲۷۳ ۔ طوالع الانوار صفحہ ۲۹ حدیقۃ الشیعہ ۵۴۷)

واقعہ نمبر ۱۸۸

مولا علیؑ کی مسیحائی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مولا امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بنی مخزوم کا ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کی مولا میرا جوان سال بھائی مر گیا ہے۔ جس کے صدمے میں بہت بے قرار اور مضطرب رہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ اُسے دیکھے اس نے کہا جی ہاں بس آپ ردائے رسولؐ اوڑھ کے قبرستان گئے وہاں پہنچ کر آپ کے لب ہائے مبارک

متحرک ہوئے۔ قبر کو ٹھوکر ماری پس ایک شخص قبر سے برآمد ہوا جو فارسی میں باتیں کر رہا تھا حضرت نے فرمایا تو عربی ہو کر فارسی میں بولتا ہے اس نے عرض کی ہم فلاں اور فلاں کی سنت پر مرے جسکی وجہ سے ہماری زبانیں بدل گئی ہیں۔

(بحوالہ اصول کافی صفحہ ۴۵۷ ج ۱۔ بصائر الدرجات صفحہ ۲۷۳
بحار الانوار صفحہ ۵۱۲۔ ج ۷۔ اور کتاب الزام الیقین صفحہ ۲۹۹
مصنف آغا عبدالحسن صاحب ناشر مبلغ اعظم اکیڈمی سرگودھا)

واقعہ نمبر ۱۸۹

مُردے کو زندگی امام نے ایک بار دوبارہ دی

ابراہیم بن سہیل سے روایت ہے کہ ایک دن میری ملاقات امام رضا علیہ السّلام سے ہوئی جو کہیں سوار ہو کے جا رہے تھے میں نے عرض کی مولا اکثر شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ کے والد نے آپ کو وصیت نہیں کی اور اس مقام پر نہیں بٹھایا جس کے آپ مدعی ہیں (یعنی امامت) حضرت نے فرمایا تیرے نزدیک امام کی کیا نشانی ہے۔ میں نے عرض کی کہ امام وہ ہے جو غیب کی خبریں بتلائے ذی روح کو مردہ کرے اور جلائے۔ حضرت نے فرمایا میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں پس سن تیرے پاس پانچ دینار ہیں۔ تیری ایک بیوی جس کو فوت ہوئے ایک سال ہو گیا ہے جسے میں نے ابھی ابھی زندہ کیا ہے۔ اب پھر تیرے پاس ایک سال رہے گی بعد میں اسے بلالوں گا تاکہ تجھے پتہ چلے کہ میں بلا اختلاف امام ہوں۔ یہ سنکر مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ امام نے فرمایا اطمینان سے گھر چلے جاؤ۔ تو امن میں ہے۔ پس میں اپنے گھر گیا دیکھا میری ایک سال پہلے مری ہوئی بیوی واقعتاً (فرمان امام کے مطابق) زندہ بیٹھی تھی میں نے پوچھا کہ تو زندہ کیسے ہوئی اور تجھے لایا کون؟ وہ بولی کہ میں سوئی ہوئی تھی کہ ایک نوجوان (اس عورت نے امام رضا علیہ السّلام کا حلیہ بتلایا) نے آکر کہا کہ اٹھ اور جا کر اپنے شوہر سے مل تجھے اللہ ایک بچہ عطا

کر دے گا۔

راوی کہتا ہے کہ جیسے امام نے فرمایا تھا ویسے ہی اللہ تعالے نے مجھے فرزند عطا فرمایا۔ (بحوالہ دلائل الامۃ طبری صفحہ ۱۸۷)

واقعہ نمبر ۱۹۰

جناب امیر علیہ السلام کا اُمّ فروہ کو زندہ فرمانا

کتاب انوار الیقین از مولانا آغا عبد الحسن صاحب ناشر مبلغ اعظم اکیڈمی صفحہ سرگودھا صفحہ نمبر ۳۰۹ "سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ایک مقتدر شیخ نے محبۂ اہلبیتؑ اُمّ فروۃ انصاریہ کو پاس بلایا اور کہا کہ تو علیؑ کے بارے میں کیا کہتی ہے تو اُمّ فروۃ نے جواب دیا کہ وہ اماموں کے امام وصیوں کے وصی اور ایسی ہستی ہیں جن کے نور سے مشرق و مغرب منور ہوئے اور جس کی معرفت کے بغیر معرفت توحید کبھی پوری حاصل نہیں ہوتی۔ اور تو نے اس کی بیعت توڑ دی دین میں تبدیلیاں کیں اور دُنیا کے بدلے دین بیچ دیا۔ یہ سنکر وہ شیخ آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ عورت مُرتد ہو گئی ہے اسے قتل کیا جائے چنانچہ حُبّ علیؑ کی پاداش میں اس مومنہ اور محبہّ کو قتل کیا گیا۔ ان دنوں مولا علیؑ مدینہ سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے جب واپس تشریف لائے تو پتہ چلا کہ اُمّ فروۃ قتل کر دی گئی ہے آپؑ اس کی قبر پہ تشریف لائے۔ قبر پہ کھڑے ہو کر دُعا مانگی کہ اے مارنے کے بعد زندہ کرنے والے اور بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑنے والے اُمّ فروۃ کو دوبارہ زندہ فرما اور ان نافرمانوں کے لئے موجب عبرت بنا۔ مولا کے دعائیہ کلمات ختم ہوتے ہی اُمّ فروۃ زندہ ہو کر سبز ریشمی لباس میں ملبوس قبر سے برآمد ہوئیں اور عرض کی مولا یہ شیخ فرقت چاہتا ہے کہ نور خدا کو بجھا دے مگر اللہ تعالے اس نور کو روشن رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے حضرت سلمان نے کہا کہ اگر علیؑ ذات باری کی قسم دیں کہ وہ اولین و آخرین کو زندہ کر دے تو وہ ضرور انہیں زندہ کر دے گا۔

واقعہ نمبر ۱۹۱

خدائے تبارک و تعالیٰ نے مجھ کو تیری ذات (علیؑ) میں چھ خصلتیں عطا فرمائی ہیں۔" (رسول اکرمؐ)

کتاب وصایا نبیؐ بنام علیؑ مترجمہ مولانا عباس علی شریف ناشر الازھر کو اپریٹیو سوسائٹی کراچی صفحہ نمبر ۶۸۔

یا علیؑ خدائے تبارک و تعالیٰ نے مجھ کو تیری ذات میں چھ خصلتیں عطا فرمائیں۔ (۱) میرے ساتھ پہلی جس کی قبر شق ہو گی وہ تم ہو۔ (۲) میرے ساتھ جو صراط پر پہلے ٹھہرے گا وہ تم ہو۔ (۳) پہلا وہ شخص جو میرے ساتھ لباس پہنے گا وہ تم ہو۔ (۴) پہلا وہ شخص جو میرے ساتھ زندہ ہو گا وہ تم ہو۔ (۵) پہلا وہ شخص جو میرے ساتھ علیین میں ہو گا وہ تم ہو۔ (۶) پہلا وہ شخص جو پیئے گا ساتھ میرے وہ رحیق مختوم (شراب خوش گوار جنت کی) جس پر مشک کی مہر لگی ہو گی وہ تم ہو۔

واقعہ نمبر ۱۹۲

بارگاہِ ولایت میں خواجہ فرید کا نذرانۂ عقیدت

خواجہ غلام فرید خواجگانِ چشت میں ایک عظیم المرتبت اور باکمال درویش تھے آپ کا مزار اقدس کوٹ مٹھن ضلع ڈیرہ غازی خاں میں مرجع خلائق ہے۔ آپ چاچڑاں شریف ریاست بھاولپور میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں سجادہ نشین رہے اور اب تک ان کی اولاد سجادہ نشین چلی آ رہی ہے موجودہ سجادہ نشین خواجہ فیض فرید ہیں۔ ریاست بھاولپور کے حکمران خواجہ غلام فرید صاحب کے مرید رہے ہیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ خواجہ فریدؒ صوفی منش، زاہد

اور پرہیز گار انسان تھے آپ کے مرید لاکھوں کی تعداد میں برصغیر ہندو پاک میں موجود ہیں خواجہ صاحب ملتانی زبان کے علاوہ اردو اور فارسی کے سلجھے ہوئے شاعر تھے انھوں نے اپنے کلام میں مناظر فطرت کی اس طرح عکاسی کی ہے کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے ان کا کلام زد دو سوز میں ڈوبا ہوا ہے انکی کافیاں ریڈیو پاکستان کے تمام اسٹیشنوں سے نشر ہوتی ہیں اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ اور ہر طبقہ خیال کے لوگ انھیں تقدس و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کا کلام دیوان فریدیہ کے نام سے طبع ہوکر ہر جگہ دستیاب ہو سکتا ہے لیکن ان کے بعض ملفوظات ابھی تک عام نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اسی سلسلہ میں ان کے ایک مرید نے ایک منظوم شجرہ نسب کا مجھ سے ذکر کیا جس میں دو بند سرکار ولایت حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی شان اقدس میں تحریر کئے گئے تھے۔ اس شجرۂ نسب کو وہ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے شجرۂ نسب سے موسوم کرتے ہیں اور یہ شجرۂ نسب ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔ بلکہ اب تک ان کے خاص مریدوں کے پاس محفوظ چلا آرہا ہے۔ یہ شجرۂ نسب منظوم ہے اور فارسی میں ہے کیونکہ تمام اولیاء اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ولایت کا سرچشمہ اور منبع حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی ذات اقدس ہے اور اسی سے یہ فیض دنیا نے حاصل کیا اس لئے یہ دو بند جو خواجہ فریدیہ کے منظوم شجرہ سے پیش کئے جارہے ہیں۔ جو جہاں سرکار ولایت کے ولی ہونے کی خبر دیتے ہیں وہاں احادیث نبوی کا ترجمہ بھی پیش کرتے ہیں جن سے امیرالمومنین کی شان اقدس کا اظہار ہوتا ہے۔ کاش خواجہ فریدیہ کے مرید اپنے مرشد کے ان اشعار سے سبق حاصل کریں۔ اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی سے اسی طرح عقیدت کا اظہار کریں جس طرح ان کے مرشد نے کیا ہے۔

خواجہ فریدیہ فرماتے ہیں:-

مخصوص بر رحمت لم یزلی
دانندۂ راز خفی و جلی
اے بانیٔ فقر علی ولی
اے والیٔ حسن حسین مدد دے

اے دار حکم را باب توئی
مولائے ہمہ اصحاب توئی
فارق خطا و صواب توئی
اے افضل صدیقین مدد دے

"آپ خدائے برتر کی رحمت کے لئے مخصوص ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے راز کو آپ جاننے والے ہیں۔ اے علیؑ! آپ بانیٔ فقر اور ولی ہیں۔ اے حسن و حسین کے والی آپ کی مدد کی ضرورت ہے"

"آپ حکمت کے گھر کے دروازے ہیں"
انا دار الحکمۃ و علیؑ بابھا" (ترمذی)
"آپ تمام اصحاب کے آقا و مولا ہیں"
(من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ"
"آپ راستی اور غیر راستی میں فرق کرنے والے ہیں اور آپ تمام سچوں سے افضل ہیں، آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا اشعار سے ظاہر ہے کہ خواجہ فریدؒ کی نظر میں حضرت امیرالمومنین سرکار ولایت کی کیا قدرومنزلت تھی۔ یہ ان لوگوں کے لئے بھی تازیانۂ عبرت ہے جو حضرت علیؑ سے مدد مانگنا گناہ تصوّر کرتے ہیں۔
(بحوالہ پیام عمل اگست ۱۹۶۶ء)

واقعہ نمبر ۱۹۳

حضرت علیؑ کے عالم علم لدنی ہونیکا ثبوت

ایک فرانسیسی عالم کے انکشافات

دُنیا کی تاریخ اور حالات ماضی کی تدوین کا کام سب سے پہلے ایک یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے کیا جو ۴۰۰ سال قبل حضرت مسیح اس صفحۂ گیتی پر گذرا ہے اور ہیرس نامی ایک یونانی شاعر بھی قبل مسیح گذرا ہے جس کو شیخ الشعرا کہتے ہیں اس نے بہت سے حالات نظم کئے ہیں اس سے پہلے نہ کسی کو تاریخ لکھنے کی توفیق ہوئی نہ اس وقت تک کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ایسی یادداشت دنیا میں چھوڑی ہے جس سے تاریخ کی تدوین ہو سکتی ہے منجملہ تمام علوم و فنون اور حالات کے خطوط اور خط طی کا بھی یہی حال ہے کہ اب یہ ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ خطوط کی ابتدا کب اور کیونکر ہوئی ماہرین آثار قدیمہ اور دیگر اہل علم نے ہر علم و فن کی تاریخ اور تاریخی ترقی میں بہت کچھ سراغ رسی کی اور وادی مکاتیب اور دیگر مقامات سے کچھ کتبے ڈھونڈھ کر نکالے اور ان سے پتہ لگایا تو اس نیتجہ پر پہنچے کہ دنیا کی ابتدائی دور میں جس جس طرح انسان نے تمدن میں ترقی کی اور اظہار خیال اور ان کے تحفظ و نشر کی ضرورت پیدا ہوتی گئی تو کتبے کی صورت میں جو خطوط اور نقوش سب سے پہلے دماغ انسانی سے وجود میں آئے وہ خط تصاویر تھا جس کو آج ماہرین فن ہیروگلفی یا ہیرخلفی کہتے ہیں، یہی خط تصاویر یا ہیروغلفی تمام دنیا کے خطوط کا سرچشمہ ہے۔ اسی خط تصویر سے رفتہ رفتہ اور خطوط پیدا ہوتے گئے اور مٹتے گئے۔ خطوط کے ساتھ ان کے جاننے والے بھی مٹتے گئے۔ اور دُنیا سے اُٹھتے گئے جو خطوط مٹے ان کی نہ تو کوئی تاریخ رہ گئی اور نہ ان کے حالات بتانے والی قومیں رہ گیئں کہ آئندہ زمانے کے لئے اُن سے تاریخ کی تدوین میں مدد ملتی ہے۔ ہیروغلفی کے متعلق جہاں تک معلوم ہوا ہے اس کے جاننے والے حضرات ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے بعد نہیں ملتے حضرت ابراہیم

علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں بہت بڑا تفاوت ہے حضرت ابراہیم کے زمانہ میں بھی کوئی صاحب ایسے نہیں گزرے ہیں جنھوں نے کوئی تاریخ اس خط تصویری کی چھوڑی ہو۔ نہ کسی صحیفہ مذہبی میں اس کا ذکر ہے۔ تاریخ یہ بتاتی تھی کہ رفتہ رفتہ خط تصاویر کے نہ صرف جاننے والے دنیا سے معدوم ہو گئے بلکہ یہ خط بھی معدوم ہو گیا جو کچھ کتبے کہیں رہ گئے وہ رہ گئے۔ بہت کچھ پتھروں پر جو کندہ تھے دفن کر دیئے گئے۔

خلاصہ یہ کہ خط تصاویر کا اگر کہیں کوئی کتبہ برآمد بھی ہوتا تھا تو اس کو کوئی پڑھ نہ سکتا تھا حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی کا ہے اس وقت تک نہ کوئی کتاب ایسی تھی جس میں ہیروغلفی کا کچھ حال ہوتا نہ کوئی اس کا جاننے والا تھا نہ اس وقت تک یہی معلوم تھا کہ دنیا کے کس حصّہ کس صحرا، کس وادی کس ویرانہ میں ہیروغلفی کے کتبے دفن ہیں۔ ہیروغلفی کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے نو برس بعد جو کچھ تحقیقات اور سراغ رسی کی گئی اور مصر و دیگر مقامات سے تیس سال کی مسلسل سعی اور جانفشانی سے جو کچھ ہیروغلفی کے سمجھنے اور جاننے کے باب میں پتہ لگایا وہ فرانسیسی عالم ڈاکٹر شامپلین نے پتہ لگایا اس نے نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات اور ۲۳ سال تک جنگلوں اور ویرانوں کی خاک چھانی اور ہزاروں کتبوں، لاکھوں تصاویر کو ملا کر اور بعض ایسے کتبوں سے جو ہیروغلفی اور بعض دیگر خطوط میں لکھے تھے مقابلہ کر کے اور خدا جانے کیا کیا دقتیں اور زحمتیں اٹھائیں کہ آج دو جلدوں میں ایک نایاب کتاب فرانسیسی زبان میں ہیروغلفی پر تحریر کر کے یادگار کے طور پر چھوڑ گیا اس کی تصنیف سے ہیروغلفی کے سمجھنے اور اس کے کتبے کے جاننے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے یہ انکشاف اور یہ تصنیف حضرت علی علیہ السلام کے ۹ سو برس بعد کی ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے زمانے میں ہیروغلفی کا جاننے والا بھی کوئی تھا اور کوئی تاریخ مدون ہوئی تھی یا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جب نہ ہیروغلفی کے جاننے والے رہ گئے نہ یہ خط تھا نہ اس کا چرچا تھا نہ کوئی نشان تھا تو پھر حضرت علیؑ کے زمانے کا ذکر ہی کیا جب ہیروغلفی کے نام تک کو کوئی نہ جانتا تھا۔ اب اگر یہ بات ثابت ہو کہ حضرت علیؑ نے اپنے زمانہ

یں ہیروغلفی کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا اور کسی کتبہ کو جو غلفی میں تھا پڑھ دیا ہو۔ یا اس کے متعلق حالات بتا دیئے ہوں اور اس کی تصدیق ۹سو برس بعد ہوئی ہو تو یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں کہ حضرت علیؑ کو خدا کی طرف سے کوئی ایسی قوت یا تعلیم ملی کہ جس علم وفن کو انھوں نے کسی دارالعلوم میں پڑھا نہ ہو اس کے حالات اس طرح بتا دیں جس طرح اس کے عالم جانتے ہیں اور اس کی تصدیق ایک مدت طویل کے بعد غیر مذہب اور غیر سرزمین کے عالم کی تحقیقات اور انکشافات جدیدہ سے ہو تو سوا اس کے کہ اس کو علم غیب کا جاننا کہا جائے یا اس کے جاننے والے کو اصطلاحی زبان میں عالم علم لدنی کہا جائے اور کیا ہے۔ ہفت بند کافی میں ملا کافی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

عالم علم لدنی شہسوار لو کشف
ناصر دین نفس پیغمبر امام المتقین !

عالم علم لدنی کا سمجھانا مشکل ہے۔ جب کسی کے سامنے حضرت علی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ من جملہ بے شمار کمالات کے وہ عالم علم لدنی تھے تو غیر اقوام کا کیا ذکر ہے خود اپنے ہم عقیدہ اس کا ثبوت مانگتے ہیں ہم یہ نہیں جبر کرتے کہ اس کو عقیدۃً مانا جائے کہ حضرت علیؑ عالم علم لدنی تھے، اس کا علمی اور عملی ثبوت لیجئے صاحب غیاث اللغات جو حنفی المذہب تھے اہرام مصر کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے کسی نے سوال کیا کہ اہرام مصر کی بنا کب ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ اس پر کوئی کتبہ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کوئی تصویر ہے؟ سائل نے کہا ہاں ایک گدھ کی تصویر بنی ہوئی ہے جو پنجے میں کیکڑا دبائے ہوئے ہے یہ سنکر حضرت نے فرمایا بنی الھرمان النسر فی السرطان (اہرام مصر کی بنا اس وقت ہوئی جب نسر برج سرطاں میں تھا۔ نسر کئی ہزار سال میں ایک ایک برج سے گزرتا ہے۔ اور حضرت علیؑ کے وقت سے اس کی گردش کا حساب لگانے سے ٹھیک زمانہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اور جس بات کا پتہ دینے کیلئے ہیروغلفی خط میں یہ تصویر اس زمانہ کے ماہرین نے بنائی تھی اس کا پتہ دینے والا ہزارہا سال کے بعد دنیا میں ایک ایسا عالم آیا جس کے زمانے میں کوئی اور روئے زمین

پر ہیرو غلفی جاننے والا باقی نہ رہ گیا تھا جس سے اس نے پڑھا ہو۔ اگر ۹سو برس بعد ہیرو غلفی کے متعلق تحقیقات وانکشافات کر کے فرانسیسی عالم ڈاکٹر شامپلیون نے کتاب نہ لکھی ہوتی تو اس قول کی تصدیق نہ ہو سکتی۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

اگر کوئی مسلمان محقق ایسی کتاب لکھتا تو یہ شبہ کیا جا سکتا تھا کہ ہیرو غلفی کے متعلق قول جناب علی علیہ السلام کے لئے ایک بات بنائی گئی ہے یہ قول نہ تو ڈاکٹر شامپلیون کو معلوم تھا نہ اس کے سامنے اس کا ذکر آیا اور نہ شاید صراحت سے وہ مخصوص طور پر اس پر روشنی ڈالتا۔ لیکن جس طرح تفصیل سے مطالب پر اس میں بحث کی گئی ہے اور جو طریقہ اس وقت اظہار خیال کا تھا اور جن جن عنوان سے خیالات کے ادا کرنے میں تصویروں سے مدد لی جاتی ہے ان سب کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت علیؑ نے جس طرح اس ہیرو غلفی کے عقدے کو اپنے زمانے میں حل کیا وہ وہی طریقہ ہے جس کو ڈاکٹر شامپلیون نے سالہا سال کی محنت وجانفشانی اور کتبوں کے ملان کرنے اور نتیجہ نکالنے سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہ بے محل نہ ہوگا اگر ہم بطور استدلال ڈاکٹر شامپلیون کی جانکاویوں سے مدد لیں اور دکھائیں کہ جس وقت ہیرو غلفی کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا۔ اور نہ یہ پتہ چل سکتا تھا کہ دنیا میں کبھی ہیرو غلفی خط بھی تھا۔ اس وقت ایسے سوال کا جواب اور ایسا صحیح حضرت علیؑ کی جانب سے دیا جانا جو علمی اور انکشافی حیثیت سے ان کے صدیوں بعد غور کرنے سے درست اور ٹھیک اترے وہ جواب وہی دے سکتا ہے جو عالم علم لدنی ہو۔ اور جس نے درس گاہ نبوی میں تعلیم پائی ہو اور وہ تعلیم غیبی ہو۔

واقعہ نمبر ۱۹

مقدس اردبیلی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں شیخ راوندی کی کتاب خرائج سے اور وہ بزرگوار محمد بن سنان سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا جب میں بیٹھا تو خبر لائے

کہ چین کا ایک آدمی دروازہ پر ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا اسے اجازت دیں تاکہ اندر آئے جب وہ داخل ہوا اس نے سلام کیا، حضرت نے اس سے سوال کیا، کیا تو اور تیرے شہر کے لوگ ہمیں پہچانتے ہیں؟ اس نے عرض کیا! کیوں نہیں میرے آقا و مولا۔! آپ نے پوچھا تم نے ہمیں کیونکر پہچانا ہے اور کہاں سے تمہیں ہمارے حالات کا علم ہوا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ خدا! ہمارے شہر میں ایک درخت ہے جو سال میں دو بار پھول لاتا ہے اور اس پر شگوفے آتے ہیں اوّل روز میں اس پر جو پھول کھلتا ہے اس پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوتا ہے آخر روز میں جو پھول مسکراتا ہے اس پر لکھا ہوتا ہے علی ولی اللّٰہ خلیفۃ رسول اللّٰہ اور ہمیں اسی درخت سے رسولؐ خدا اس کے وصی اور اس کے فرزندوں علیہم السّلام کا علم ہوا۔ وہاں آپ کے دوست اور شیعہ بے شمار ہیں اور مجھے آپ کی زیارت کا شوق یہاں لایا ہے۔

ایک دن ایک شخص نے ھُدھُد کو پکڑ رکھا اور اس کے کھانے کا ارادہ رکھتا تھا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس حیوان کا گوشت کھانے کا نہیں یہ مار دینے کے لائق نہیں۔ کیونکہ اس کے پروں پر لکھا ہوتا ہے۔ آل محمد خیر البریہ آل پیغمبرؐ بہترین خلائق ہیں۔ اگر کوئی شخص پڑھ سکے تو قلم قدرت سے ہر چیز پر لکھا ہے یہ صرف ھُدھُد کے پروں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

واقعہ نمبر ۱۹۵

معجزہ باہرہ علویہ:۔ سید شمس الدین محمد بن بدیع الرضوی اپنی کتاب حبل المتین فی معاجز امیر المومنین میں عالم جلیل سید حسین بن حسن طالقانی سے نقل فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے جو ایک تاجر تھا کہ اس نے سندھ اور چین کے علاقہ میں دیکھا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک سفید ہرن کے چمڑے پر سیاہ رنگ سے لکھا دیکھا تھا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ اور اس کے درمیان لکھا تھا علی ولی یا خلیفۃ رسول اللّٰہ راوی کہتا ہے کہ یہ شک مجھ سے ہے جو اس پر لکھا تھا۔

اسی کتاب میں سید مذکور نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ مجھے ایک ثقہ فاضل

نے جن کا نام علی اکبر تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک سُنّی سے مناظرہ اور مجادلہ کیا اور یہ مسئلہ امامت ہمارے زیر بحث تھا، اسی اثناء میں درخت سے اچانک ایک پتہ گرا جس پر یہ لکھا تھا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ جب اس سنّی نے پڑھا فوراً شیعہ ہو گیا اور اس نے اہل سنن سے ہاتھ اٹھا لیا۔ بے شک ہر چیز پر ید قدرت سے یہ تحریر لکھی ہوئی ہے کہ چنانچہ بلاتشبیہ تو نے دیکھا ہے کہ جو چیز بھی فرنگی کے کارخانے سے تیار ہو کر باہر آتی ہے اس پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ کہاں سے اور کس کارخانہ سے تیار ہو کر باہر آتی ہے۔ اگر گھڑی خریدی جائے تو اس پر لکھا ہوتا ہے۔ بندوق اور پستول لیں تو اس پر تحریر ہوتا ہے کسی قسم کا کپڑا لیں تو اس پر کارخانہ کا نام چھپا ہوتا ہے، حتیٰ کہ شیشہ بوتل، چائے کی پیالی، حقہ، برتن، اور دیا سلائی تک پر بھی لکھا ہوتا ہے کہ یہ قابل کارخانہ کی بنی ہوئی ہے۔ اسی طرح کارخانہ قدرت سے جو چیز تیار ہو کر آتی ہے اس پر بھی قلم قدرت سے لکھا ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص پڑھ سکتا ہو تو ہر شخص کی پیشانی پر رحم مادر ہی میں توفیقات اور اس کی تمام سرگذشت لکھ دی جاتی ہے۔ ہر ذرہ، ہر حبہ اور ہر لقمہ پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ کس کا رزق ہے لوگوں کا ایک دوسرے سے حسد کرنا اور ایک دوسرے کی مزاحمت کرنا بے مقصد و بے معنی ہے کوئی شخص دوسرے کی روزی نہیں کھا سکتا۔ ؎

بر سر ہر لقمہ نوشتہ عیاں　　　کایں بود مال فلاں بن فلاں

آئمہ علیہم السلام کا نام تمام اشیاء پر رقم ہے۔ جا سماتھم

استقرت السمٰوٰت والارض و ما فیھما و ما بینھما۔

ان کے اسماء سے ہی آسمان اور زمین قائم ہیں جو کچھ ان میں ہے اور ان کے درمیان ہے، عرش و لوح، کرسی، سورج، چاند، ابواب جنت، اطراف ارض، پہاڑ حور العین کی صورتیں ان کے غرفے، قصر و محل، درختوں کے پتوں ملائکہ کے بال و پر ہر چیز پر ان کا نام نامی و اسم گرامی نقش ہے۔

واقعہ نمبر ۱۹۶

ایک دن ایک فرشتہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی

خدمت اقدس میں آیا۔ کان لہ اربعۃ وعشرون وجھا فی کل وجہ الف لسان۔ اس کے چوبیس مُنہ تھے اور ہر ہر منہ میں ہزار ہزار زبان۔ حضرت نے پوچھا حبیبی جبرئیل! تو ہرگز اس شکل و صورت میں میرے پاس کبھی نہیں آیا تھا اس فرشتہ نے عرض کیا، حضور! میں جبرئیل نہیں ہوں، میرا نام محمود ہے۔ بعثنی اللہ ان ازوج النور بالنور۔ مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں نور کو نور سے ملا دوں حضورؐ نے پوچھا کس کا عقد کس سے کرے گا عرض کیا فاطمہؑ کا علیؑ سے۔ جب اس نے حضورؐ سے رخصت لی اور واپس ہوا ناگاہ حضرت نے دیکھا کہ اس کے دو شانوں کے درمیان لکھا ہوا ہے محمدؐ رسول اللہ علی ولی اللہ۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ محمود! کتنے عرصہ سے تیرے شانوں کے درمیان یہ تحریر لکھی ہوئی ہے۔ اس نے عرض کیا: من قبل ان یخلق اللہ آدم باثنین وعشرین الف عام۔ حضرت آدم کی پیدائش سے بائیس ہزار سال پہلے۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے ولی علیؑ بن ابی طالبؑ کا نام تمام بنی آدم کی صورتوں پر لکھ دیا ہے۔ چنانچہ دُنیائے اسلام کے بہت بڑے فلاسفر حکیم بو علی سینا فرماتے ہیں۔

بر صفحۂ چہرہا خط لم یزلی!
معکوس نوشتہ است نام دو علیؑ
یک لام و دو عین یا دو یای معکوس
از حاجب و عین و لف با خط جلی

(استفادہ از خزینۃ الجواہر)

محمدؐ ۹۲ — "لحمک لحمی"! — علیؑ ۱۱۰

محمدؐ اور علیؑ "لحمک لحمی"!
طلسم اس کا میں سمجھاؤں تجھے سُن!

محمدؐ سے جو حرف "م" لے لے
علیؑ کے "ع" کو بھی اک طرف چُن!

کیا جمع تو حاصل ایک سو دس
علیؑ ظاہر ہوئے، سر کو ذرا دھن!

جو باقی "حمد" اور "لی" رہ گئے ہیں
وہ اعداد محمدؐ ۹۲ منظہر گن!

(منجم اعظم الحاج سیّد ناظر حسین زنجانی)

واقعہ نمبر ۱۹۸

حضرت علی کے شاگرد خاص عمار بن یاسر کی جن سے کشتی

عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنات اور انسان کے ساتھ لڑائی کی ہے لوگوں نے کہا وہ کیسے تو انھوں نے بیان کیا کہ میں ایک سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھا ایک منزل پر اتر کر میں ڈول رسی لے کر پانی بھرنے گیا حضور نے فرمایا کہ کنوئیں پر تمھیں پانی بھرنے سے روکنے کوئی شخص آئے گا چنانچہ میں جب کنوئیں پر پہنچا تو ایک شخص سیاہ فام میرے سامنے آیا اور وہ پانی بھرنے سے روکتے ہوئے مجھے پکڑ لیا میں نے بھی اسے پکڑ لیا اور اسے زمین پر دے مارا اور ایک پتھر سے اسے کچل دیا۔ اور پانی بھر کر لے آیا حضور نے مجھ سے دریافت کیا تمھیں کسی نے پانی بھرنے سے تو نہیں روکا تھا میں نے سارا قصہ سنا دیا حضور نے فرمایا وہ شیطان اور جن تھا۔

(بحوالہ کتاب جنات کے پُراسرار حالات از جناب شبیر حسین صاحب چشتی نظامی صفحہ نمبر ۱۷ ناشر دار الاشاعت کراچی)

واقعہ نمبر ۱۹۹

علیؑ کے لعاب دہن نے مجھ پر سخن کے دروازے کھول دیئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی

شیخ عبدالقادر جیلانی پیران پیر دستگیر بڑے پائے کے صوفی گزرے ہیں آپ صوفیائے کرام میں ایک اعلیٰ درجہ کے حامل ہیں اور اپنے اندر بڑی کرامات رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مجھ میں جو کچھ بھی پایا جاتا ہے وہ رسول اکرم اور علی کرم اللہ وجہ کے لعاب دہن کا نتیجہ ہے۔ اس

واقعہ کو میں کتاب سوانح و تعلیمات حضرت غوث الاعظمؒ از مسکین اکبر آبادی ناشر مکتبہ دارالعلوم گلشن بغداد رام پور یو۔پی صفحہ نمبر ۴۶ سے نقل کر رہا ہوں۔

حضرت غوث الاعظم ارشاد فرماتے ہیں

(۱) میں جب وعظ دیتا تھا تو چار سو آدمی قلم و دوات لے کر میرا وعظ لکھا کرتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اول حال میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے کلام کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اپنا لعاب دہن میرے منھ میں ڈال دیا ہے۔ پس میرے اوپر سخن کے دروازے کھل گئے۔

- دیکھا آپ نے علیؑ کے لعاب دھن کی برکت! کہ پیران پیر دستگیرؒ نے صرف خواب میں اپنے منھ میں لیا اور وہ علم کے مالک ہو گئے تو اب آپ سوچیں کہ آپ نے علیؑ اور اولاد علیؑ کے جائز حقوق کو پامال کرنے کی راہ کو کیوں اپنایا۔ یقین رکھئے وہ آج بھی ہر لمحہ اور ہر حال میں مشکلکشا ہیں اور وہ ہمیں علم و عرفان عطا کر سکتے ہیں۔
- مگر افسوس نام نہاد مسلمانوں نے اُن کی اولادوں اور خود انؑ کو جس طرح ظلم کا شکار بنایا ہے وہ تاریخ اسلام کے دامن پر بدنما داغ بنکر ہمیشہ انکی اور ان کی پاک اولادوںؑ کی حق پرستی کا یقین دلاتا رہے گا۔ اور بڑے سے بڑا مکار اور فریبی "تاریخ اسلام کے جانکاہ واقعات" کی کبھی تردید کرنے اور جھٹلانے میں ہرگز ہرگز کامیاب نہ ہو گا!

واقعہ نمبر ۲۰۰

علیؑ اور فاطمہؑ کو رسول اللہؐ کی تلقین

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اس تکلیف کی شکایت کی جو چکی پیسنے کے سبب سے انھیں ہوتی تھی پھر آپؐ کے پاس کچھ قیدی آئے حضرت فاطمہؑ آپؐ کے پاس گئیں مگر انھوں نے آپؐ کو نہ پایا اور حضرت

عائشہ کو وہاں پایا حضرت عائشہؓ سے جناب زہراؑ نے حال بیان کیا کہ میں اس لئے آئی تھی پھر جب حضرت ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے حضرت فاطمہؑ کے آنے کا حال بیان کیا۔ آپؐ ہمارے یہاں تشریف لائے۔ اس وقت ہم اپنی خواب گاہ میں لیٹ چکے تھے۔ میں نے چاہا کہ اٹھوں۔ آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو۔ آپ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی اور آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں ایک ایسی بات کی نہ تعلیم کروں؟ جو اس سے بہتر جس کی تم نے خواہش کی ہے۔ جب تم اپنی خواب گاہ میں جاؤ تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ آج تمام مسلمان بڑے خلوص کے ساتھ اس کو تسبیح فاطمہؑ کے نام سے منسوب کر کے پڑھتے ہیں۔

(بحوالہ کتاب فاطمہؑ بنت محمدؐ از رئیس احمد جعفری ندوی صفحہ ۱۳۱)

واقعہ نمبر ۲۰۱

رسولؐ اکرم اہلبیت کے بچوں سے بہت محبت کرتے تھے

بحوالہ کتاب فاطمہ بنت محمدؐ از رئیس احمد جعفری ندوی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز صفحہ نمبر ۱۳۹ میں عبداللہ بن جعفر سے یہ روایت درج ہے کہ رسول اکرم جب سفر سے واپس آتے تو اہلبیتؑ کے بچوں سے ملتے ایک مرتبہ آپؐ سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر فاطمہؑ کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا لایا گیا۔ آپ نے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور ہم تینوں سواری پر اسی طرح مدینہ میں داخل ہوئے۔

واقعہ نمبر ۲۰۲

حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب الہ آبادی سے

حضور نظام حیدر آباد دکن کا ایک عجیب سوال!

کتاب تذکرۃ الذاکرین مولفہ سید آغا شہر لکھنوی صفحہ نمبر ۵۷ و ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نظام والئی حیدر آباد دکن نے مولانا حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب الہ آبادی کو دھلی طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا جمع کردہ قرآن یہ کہکر کیوں مخفی کر لیا کہ اب اسے تا حشر نہ دیکھو گے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُمت رسولؐ کو خود اُنھوں نے صحیح قرآن کے مطالعے سے محروم رکھا سوال معقول تھا۔

حکیم مرتضیٰ حسین صاحب سے دست بستہ جواباً عرض کیا حضور! خدا کی قسم ہے علیؑ کے قرآن کے پرزے کر کے اڑا دیئے جاتے۔ کلام اللہ کی یہ توہین ان کو گوارہ نہ ہوئی۔ حضور نظام نے حیرت سے پوچھا اس کی کیا دلیل ہے۔ حکیم مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم نے عرض کیا: حضور عالی علیؑ مرتضیٰ اپنی اولاد (قرآن ناطق) کو اُمت میں چھوڑ گئے تھے دیکھ لیجئے کسی کے دل کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ کسی کا سر قلم کر کے سر نیزہ پر چڑھا کر تشہیر کیا گیا۔ کسی کو قید خانے میں مار ڈالا گیا کسی کو زہر آلود انگور کھلا دیئے گئے۔!

"بھئی حکیم مرتضیٰ حسین تم تو ایسی بات کہدیتے ہو جس کا گمان بھی نہیں ہوتا"

کاش علیؑ کا جمع کردا قرآن ان کے ہاتھ سے مسلمانوں تک پہونچ جاتا۔!

حضرت علی علیہ السلام کو قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کے نزول کا پورا علم تھا

(واقعہ نمبر ۲۰۳)

حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے گویا انہوں نے ہوش ہی اسلام میں سنبھالا اور چونکہ رسول اللہ صلعم کے گھر میں ہی رہتے تھے اس لئے قرآن کریم کے لکھنے کا کام بھی وقتاً فوقتاً کرتے تھے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات اور سورتوں کے متعلق بھی اسی لئے ان کو خصوصیت سے علم حاصل تھا بلکہ سورتوں کے نزول کی ایک ترتیب بھی ان کے نام پر مشہور ہے اور حضرت ابوبکر رضی کی خلافت کے ابتدائی چھ ماہ میں جیسا کہ ایک روایت میں ہے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یہی کام کرتے رہے۔ نہ صرف قرآن کریم کے ہی حافظ تھے بلکہ اس کے نہایت بلند پایہ مفسر بھی تھے اور فہم قرآن میں ان کا خاص پایہ تھا اور تفاسیر میں ان کے متعدد اقوال منقول ہیں۔

(بحوالہ کتاب تاریخ خلافت راشدہ از محمد علی ناشر دار الکتب اسلامیہ بلڈنگ لاہور صفحہ نمبر ۱۵۵)

واقعہ نمبر ۲۰۴

حسینؑ کی فضیلت رسول اکرمؐ کی نگاہ میں!

علیؑ بن حسن بن عساکر اپنی تاریخ کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔ طبرانی جعفری بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن رضی حسین رضی اور عبداللہ بن عباس رضی اور عبداللہ بن جعفر سے بیعت لی۔ حالانکہ یہ لوگ کمسن تھے اور سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ ان بچوں کے علاوہ اور کسی بچے سے بیعت نہیں لی۔

(بحوالہ کتاب فاطمہ بنت محمد از رئیس احمد جعفری ناشر غلام علی اینڈ سنز کراچی صفحہ ۱۱۵)

دیکھا آپ نے رسول اور اولادِ ابی طالب کی منزلت جانتے تھے خود ہر بچہ کی عزت کرتے تھے تاکہ دنیا میرے بعد انکی عزت کرے لیکن والے زمانہ رسول اکرم کی رحلت کے بعد کس طرح اولادِ رسول سے دنیا نے آنکھیں پھیر لیں۔

واقعہ نمبر ۲۰۵

حضرت خواجہ نظام الدینؒ اور حبِّ علیؑ

(۱) حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ معظم عالی جناب حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بیان ہو رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور پھر آپ اس سے زرہ تیار کر لیتے۔ رسول اکرم نے مسکرا کر فرمایا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ میں لوہا لیا کرتے تھے تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا کرتے تھے اور لوہا آپ کے ہاتھوں میں نرم ہو جاتا تھا" (بحوالہ افضل الفوائد، جلد اول ۴۲ ملفوظات خواجہ نظام الدین دہلوی خلیفہ اعظم خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ)

---

(۲) حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے شیخ معظم حضور خواجہ نظام الدینؒ نے فرمایا کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے تو جناب رسول کریمؐ کی گود میں دیئے گئے تاکہ آپؐ اپنے دستِ مبارک سے غسل دیں۔ خدا کے رسولؐ نے علیؑ کو غسل دیا اور جناب علیؑ کو حضرت ابو طالبؓ کی گود میں دے کر رونے لگے۔ جناب ابو طالبؓ نے عرض کیا کہ اس خوشی کے وقت آنسو کیسے؟ رسولؐ خدا نے فرمایا "چچا جان علیؑ کو پہلا غسل میں نے دیا ہے مگر مجھ کو آخری غسل یہ دے گا۔ (افضل الفوائد مترجم حصہ اول ملفوظات خواجہ نظام الدین)

واقعہ نمبر ۲۰۶

یہ مولود پاک و پاکیزہ پیدا کیا گیا ہے

(حضرت حوّاؑ اور حضرت مریمؑ)

شیخ شاذان بن جبرئیل نے کتاب فضائل میں ولادت امیرالمومنین کے واقعہ میں نقل کیا ہے کہ جب آپکی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت حوّا اور حضرت مریم علیہما السّلام اور ان کے ساتھ دو اور عورتیں حاضر ہوئیں اور انھوں نے آپ کو معطر کیا اور ایک پارچہ لپیٹا پس جناب ابوطالبؑ نے چاہا کہ عرب کی عادت کے مطابق اسی حالت میں ختنہ کریں جس طرح کہ وہ لوگ بچّوں کی کمسنی میں ہی ختنہ کرتے ہیں پس ان عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ مولود پاک و پاکیزہ پیدا کیا گیا ہے۔

واقعہ نمبر ۲۰۷

"حسینؑ مجھ سے ہے، میں حسینؑ سے ہوں" (رسول اکرمؐ)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کسی دعوت میں شرکت کے لئے گھر سے باہر نکلے یعلی بن مرہ العامری روایت کرتے ہیں کہ میں بھی حضورؐ کے ساتھ تھا حسینؑ گلی میں اپنے ہم جولیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ آگے بڑھے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ حسینؑ ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ رسول اللہؐ انھیں ہنساتے رہے یہاں تک کہ انھیں پکڑ لیا اور اپنا ایک ہاتھ ان کی گدی کے نیچے رکھا اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے پیار کیا اور فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں یا اللہ"۔ (بحوالہ کشف الغمہ صفحہ ۱۹۴)

واقعہ نمبر ۲۰۸

معجزہ حضرت زینب علیہا

شام کی ایک سیاح خاتون نے بتایا کہ ایک لڑکی جو معجزے سے صحتیاب ہوئی تھی جس کے بارے میں اس لڑکی کے والدین نے اس سیاح خاتون کو بتایا تھا کہ اس کی پندرہ سالہ لڑکی جو سخت بیماری میں مبتلا تھی اور ڈاکٹروں نے اس کے مرض کو لاعلاج ظاہر کیا تھا تب لڑکی کے والدین اپنی بیٹی کو روضۂ حضرت زینبؑ علیہا پر زیارت کے لئے لے گئے اعجازِ جناب زینبؑ سے اس لڑکی کو شفا ہوئی اور وہ پوری طرح صحتیاب ہوگئی لڑکی کے باپ نے اس معجزے کی تیرہ کاپیاں بنائیں اور تقسیم کر دیں جس میں سے ایک کاپی ایک دولت مند تاجر کو بھیجی لیکن اس نے اس معجزہ کی تیرہ کاپیاں بنا کر تقسیم نہیں کیں اس کے نتیجے میں وہ تیرہ دن کے بعد مفلس ہوگیا۔ اس طرح سے ایک کاپی ایک غریب عورت کے پاس پہنچی اس نے اس معجزہ کی تیرہ ۱۳ کاپیاں بنا کر تقسیم کر دیں اور وہ اس طرح دولتمند ہوگئی کہ اس عورت کا (۳۰) تیس دن کے بعد پہلا انعام کا انعامی بونڈ کھلا اور وہ مالدار ہوگئی۔

اسی طرح ایک بڑے عہدہ پر فائز افیسر کو ایک کاپی ملی اس نے بھی اس پر یقین نہیں کیا اور نہ ہی اس معجزہ کی کاپیاں بنا کر تقسیم کیں جس کے نتیجہ میں تیرہ دن کے بعد اس افیسر کی نوکری چھوٹ گئی۔ اس لئے اے مومنوں یاد رکھو کہ ذات جناب زینبؑ ہمارے لئے باعث تعظیم و تکریم ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ اس معجزے کی مزید تیرہ کاپیاں بنا کر لوگوں میں تقسیم کر دیجئے انشاءاللہ چہاردہ معصومین علیہ السلام کے وسیلے سے آپ کی مرادیں پوری ہوں گی۔ اور اس معجزے پر یقین رکھنے والا اور اسے مزید لوگوں میں تقسیم کرنے والا تمام آفتوں اور مصیبتوں سے بچا رہے گا۔ سچے دل سے خدا پر یقین رکھو۔ وہ تمھاری دعاؤں کو قبول کرے گا۔ اور تمھیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق

عطا کرے گا اس معجزے کو پانے والے خوش نصیب ہیں۔ اس معجزے کو پانے کے چار دن کے بعد انشاء اللہ خوش نصیبی آپ کے دامن میں ہوگی۔ اس معجزے کی اصل کاپی سوئٹزرلینڈ سے شائع ہوئی ہے اور پوری دنیا میں ۹ مرتبہ گھوم چکی ہے یہ ایک حقیقی معجزہ ہے اس کو فضول مت سمجھئے اور اس معجزہ کو ایسے لوگوں میں تقسیم کیجئے جو اپنی قسمت بنانا چاہتے ہوں اور ساتھ ہی چہاردہ معصومین پر تہہ دل سے یقین رکھتے ہوں دو اور آدمیوں نے اس معجزہ پر یقین کیا اور انکی مرادیں بر آئیں۔ جناب زینبؑ کے اعجاز سے ایک آدمی کو سات ہزار ڈالر ملے اور دوسرے آدمی کو پچاس ہزار ڈالر منافع ہوا۔ لیکن اس دوسرے آدمی نے اس معجزے پر یقین کرنے کے باوجود اسے دوسرے لوگوں میں تقسیم نہیں کیا اور اس سلسلے کو روکنے کا سبب بنا جس کے نتیجے میں وہ شخص اپنی رقم کھو بیٹھا۔ جبکہ ایک اور شخص کی زندگی اس معجزہ کو پانے کے چھ دن کے بعد ہو گئی اور وہ اس معجزہ کو تقسیم نہ کر سکا کیونکہ موت نے اسے مہلت نہ دی لیکن مرنے سے پہلے اس نے سات لاکھ اناسی ہزار ڈالر پائے۔ یہ سلسلہ (تقسیم معجزہ) ایک عیسائی مذہب کے آدمی سے جاری ہوا ہے جس کا نام مسٹر ایس۔ ٹی انتھونی ڈی گروڈس ہے جس کا تعلق جنوبی امریکہ سے تھا۔ ۱۹۵۲ء میں ایک آدمی کا سٹیل کریگ کو اس معجزے کی ایک کاپی ملی اور اس نے اپنے سکریٹری سے اس کی ۲۰ کاپیاں بنوا کر اسکو تقسیم کر دینے کا اہتمام کیا۔ اس معجزے کی برکت سے اس شخص کی لاٹری کھلی اور اسے ۲۱ ہزار ڈالر انعام ملا۔

ایک اور شخص کارلوس گرانٹ ایک آفس میں ملازم تھا یہ شخص اس معجزہ کو تقسیم کرنا بھول گیا کچھ دن اس کی نوکری چھوٹ گئی یاد آنے پر اس نے معجزہ کی ۲۰ کاپیاں لوگوں میں تقسیم کیں جس کی برکت سے اس شخص کو پہلے سے بھی اچھی نوکری مل گئی۔ ایک شخص آئرن میری بون نے اس معجزے پر یقین نہ کیا تو ۹ دن کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔

مومنین اس معجزہ پر یقین رکھ کر اس کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کریں ان کی مرادیں پوری ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔!

واقعہ نمبر ۲۰۹

بھولو پہلوان نے یا علیؑ کے نعرہ سے دشمن کو ہلا دیا

کتاب بھولو اور عالمی اعزاز مصنف فہیم الدین فہمی ناشر شیخ شوکت علی اینڈ سنز کراچی صفحہ ۶۳ میں جب بھولو پہلوان عالمی اعزاز کے لئے کشتی لڑنے کے لئے لندن تشریف لے گئے اور وہاں ان کا مقابلہ ہینری پیری سے ہوا۔ ہینری پیری اس وقت برطانیہ کا مشہور پہلوان تھا اس مقابلہ کا حال کتاب ہذا میں اس طرح تحریر ہے۔

" مقابلہ شہر لندن میں ٹھیک نو ۹ بجکر دس منٹ پر شروع ہوا۔ بھولو پہلوان نے آگے بڑھ کر " یا علیؑ " کہتے ہوئے یکے بعد دیگرے تین فلک شگاف نعرہ " یا علیؑ " کے لگائے ان پُر اثر نعروں نے پاکستانی شائقین کے دلوں میں جیسے آگ لگادی ہر طرف سے اسلام زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد بھولو پہلوان زندہ باد! بھولو پہلوان زندہ باد کے پُرجوش نعروں کی گونج نے اسٹیڈیم کے پُرسکون ماحول اور فضا میں ایک ہلچل سی پیدا کر دی۔ ہینری پیری جو اپنے کارنر سے دو قدم آگے بڑھ چکا تھا بوکھلا کر چند سکینڈ کے لئے پیچھے ہٹ گیا اس کے پیچھے ہٹتے ہی ایک بار پھر نعروں اور نعروں کے ساتھ تالیوں کا شور برپا ہوا اور اس کے ہوش خراب ہو گئے دیکھا آپ نے دشمن کے دل میں یا علیؑ سے کیسا خوف پیدا ہوا اور کافروں کے ملک میں یا علیؑ کا نعرہ اسلام کی نشانی بنگیا۔ یہ واقعہ یکم جون ۱۹۶۷ء کو روزنامہ جنگ میں بھی شائع ہوا تھا۔

واقعہ نمبر

" ہمایوں بادشاہ شیعہ تھا "

کتاب تذکرۃ الواقعات از جوہر آفتاب چی (اصلی کتاب فارسی زبان)

اردو ترجمہ از سید معین الحق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ناشر پاکستان ہسٹریکل سوسائٹی نمبر ۳۰ نیو کراچی۔ کو اپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی۔ کتاب ملنے کا پتہ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بدری بلڈنگ کراچی۔

صفحہ نمبر ۹۹ پر تحریر ہے کہ جب ہمایوں بادشاہ ہندوستان سے شکست کھا کر ایران گیا اور وہاں پر پناہ لی اور مذہب شیعہ اختیار کیا لیکن اس کے ساتھیوں نے کچھ ایسی باتیں کیں جو مذہب شیعہ سے تعلق نہیں رکھتی تھیں جب اس کا حال بادشاہ کو ہوا تو وہ ہمایوں بادشاہ سے ناراض ہو گئے اور اپنی عنایت کا منہ ان کی طرف سے موڑ لیا جس کا احساس ہمایوں بادشاہ کو ہوا تو اس واقعہ کو ان کے خادم خاص جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۹۹ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

" (ہمایوں) بادشاہ لشکر میں حیران و پریشان تھے کہ اتنے میں قاضی القضات قاضی جہاں بادشاہ (ہمایوں) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان سے دریافت کیا کہ بادشاہ (شاہ عالم پناہ) کے اس رویہ کا جو میری طرف ہے کیا سبب ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ آپ کے ملازم اور خدمت گار صحیح راستہ پر نہیں ہیں۔ اور خوارج کی سی باتیں کرتے ہیں اس وجہ سے شاہ عالم پناہ آپ سے بد دل ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم دل و جان سے آئمہ معصومین علیہم السلام کے تابع و پیرو ہیں اس پر قاضی جہاں نے شاہ عالم پناہ شاہ طہماسپ کے لکھے ہوئے تین خطوط نکالے اور دو خطوط بادشاہ ہمایوں کے پاس چھوڑ دیئے بادشاہ نے ان کو پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور خیموں کے باہر دروازہ پر آکر بلند آواز سے دشمنان رسالتؐ و ولایت و امامت پر لعنت کرنے لگے۔ اس وقت تیسرے کاغذ کو شاہ عالم پناہ نے خود لے کر حضرت کو دیا۔ انھوں نے شاہ عالم پناہ کی موجودگی میں اس کو پڑھا اور مذہب برحق امامیہ اثنا عشریہ اختیار کیا۔ دیکھا آپ نے جب ہمایوں بادشاہ نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا اس وقت اس کی مدد کی اور ہندوستان

کی حکومت فتح کر کے ہمایوں کو دے دی!

واقعہ نمبر ۲۱۰

پہلے وہ مقام اور فضیلت حاصل کرو جو حضرت حسنینؑ کو ہے پھر سوال کرنا!

حضرت عمرؓ کی اپنے بیٹے سے گفتگو!

کتاب الریاض النضرہ ۲۸ اور کتاب سفینۂ نوح حصہ اول اُنہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صفحہ نمبر ۱۵ میں جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے شہر مدائن فتح کیا اور مال غنیمت جمع کیا تو سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ تشریف لائے اور کہا ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں دو اس پر آپ نے ایک ہزار درہم نذر کئے ان کے جانے کے بعد فوراً حضرت امام حسینؑ تشریف لائے ان کو بھی ہزار درہم دیئے پھر ان کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمرؓ آئے تو ان کو بھی پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں جوان ہوں اور جنگ میں بھی شریک رہتا تھا آپ نے مجھکو پانچ سو روپیہ دیئے جبکہ حسنینؑ چھوٹے تھے ان کو ایک ہزار درہم دیئے۔

اس بات پر حضرت عمرؓ نے فرمایا

"اے بیٹے پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنینؑ کو ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔" "ان کے باپ علی مرتضےٰ۔ ماں فاطمۃ الزہرا نانا رسول خدا۔ نانی خدیجۃ الکبریٰ چچا جعفر طیار پھوپھی اُم ہانی۔ ماموں ابراہیم بن رسول اللہ ہیں۔" یہ سنکر عبداللہ خاموش ہو گئے۔ دیکھا آپ نے

اہلبیتؑ کی منزلت اور مرتبہ! سب جانتے تھے لیکن.....!

واقعہ نمبر ۲۱۱

حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا رتبہ کوئی نہیں جانتا

(ابو ھریرہ رضؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے دونوں پاؤں سے اپنے کپڑے کے کونے پر خاک جھاڑی۔ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا اے ابو ہریرہ کیا کرتے ہو؟ ابو ہریرہؓ نے عرض کیا حضور مجھے معاف نہ رکھئے۔ واللہ جتنے آپ کے مراتب ہیں جانتا ہوں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو آپ کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے پھریں۔!

(اظہار السعادت، سفینہ نوح از شفیع اوکاڑوی)

واقعہ نمبر ۲۱۲

علی کی موت سے اصول اسلامی کی عملی موت واقع ہو گئی

کتاب "مسلم اسپین" ایک سیاسی ثقافتی تاریخ آئی ایچ برنی صدر شعبہ تاریخ اسلام جامعہ ملیہ کالج ملیر ناشر کفایت اکیڈمی صفحہ ۶۶ میں خلیفہ راشدؓ چہارم اپنی انتھک کوششوں میں مصروف تھے کہ جام شہادت نوش فرمایا اور خلافت رسول اللہ کا دروازہ بھی اس کے بعد بند ہو گیا نتیجہ "اسلامی تہذیب کی عمارت جس حد تک بن پائی تھی وہیں رہ گئی۔ اسلامی سیاست کے جو اصول بنا کر کے عملی شکل دی جا رہی تھی وہ صرف اصول ہی رہ گئے تھے انکا رائج کرنے والا کوئی نہ رہا۔ ملت اسلامیہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ قیصریت اور کسرائیت کی کھوکھلی تہذیبوں کے

اثر نے عربوں میں ایک بار پھر جاہلیت کی فرسودہ روایات کو زندہ کر دیا۔ اور عرب اس قابل نہ رہے کہ خود کو ایک جگہ مجتمع کر لیتے چنانچہ عربی تہذیب اپنے فرسودہ اصنام تمکنت و تفخر کو زندہ کرنے میں کامیاب ہو گئی اور چونکہ اسلامی تہذیب ان کی ان امنگوں اور خواہشات کی تکمیل میں جارح تھی اس لئے اس سے کنارہ کشی ہی بہتر سمجھی جانے لگی مذہبی فرائض تو ایک طرف ہے فرائض سیاست اسلامی کو بھی فراموش کر دیا گیا اور شخصی اقتدار کی خواہش ہر صاحب اقتدار کے دل میں پیدا ہونے لگی۔ الغرض اسلامی اور عربی تہذیب کے مابین اس ٹکراؤ نے مسلمانوں کے درمیان ایک لامتناہی کشمکش کا آغاز کر دیا۔ جس سے بنو امیہ کے ہوشمندوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا وہ عربوں کی قبائلی عصبیت کو ہوا دے کر تخت حکومت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور عربی تہذیب اسلامی تہذیب پر حاوی ہو گئی۔

"امیر معاویہ سے لے کر ولید بن عبدالملک بن مروان کے دور حکومت تک ہم کتنا ہی غور و فکر کریں اسلامی سیاست کا ایک عنصر نظر نہیں آئے گا"

اسلامی سیاست کے وجود میں آنے کے معنی یہ ہوتے تھے کہ تمام عالم اسلام بلا تفریق نسل و قوم اسلامی سیاست میں برابر کا شریک تھا۔ عربوں کی قبائلی فطرت و عصبیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک نومسلم ایرانی و حبشی۔ مصری و سوڈانی کو اپنے برابر شریک کر لیں گو عربوں کی یہ خواہش اسلام کے منافی تھی"

دیکھا آپ نے حق کی حمایت ہمیشہ دشمن کے گھر ہی سے ہوتی ہے اس کتاب میں وہ حقائق سامنے آئے ہیں جنکو اکثر تاریخ داں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہی آل محمدؐ کا زندہ معجزہ ہے۔ جب اور جہاں اور جس سے چاہتے ہیں آپ اپنے فضائل لکھوا لیتے ہیں۔!

واقعہ نمبر ۲۱۳

مسجد کوفہ کی فضیلت و خصوصیت

جہاں امام اوّل حضرت علیؑ نماز پڑھاتے تھے!

ایک روز مسجد کوفہ میں ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بیت المقدس جا کر عبادت میں مشغول رہوں اور بقیہ زندگی وہیں گذاروں حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ جو زاد راہ تو نے تیار کر رکھی ہے اس کو کھاؤ اور سواری کو فروخت کر کے اسی مسجد میں سکونت اختیار کر کیونکہ یہ مسجد دنیا کی چار متبرک مسجدوں میں سے ہے۔ دو رکعت نماز جو یہاں ادا کی جائے وہ دوسری مساجد کی دس رکعتوں سے افضل ہے منجملہ اس کے فضائل میں سے ایک فضائل یہ ہے کہ طوفان نوح کے وقت جس تنور سے سب سے پہلے پانی جوش مار کر نکلا تھا اس مسجد کے ایک گوشہ میں واقع ہے۔ اور جس مقام پر پانچواں ستون ہے۔ ابراہیمؑ۔ نوحؑ۔ اور ادریس علیہم السلام نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا ایک مدت تک یہاں رہا مشہور بت یغوث اور یعوق کو اس ہی مقام پر توڑا گیا تھا۔ روز قیامت کئی ہزار مخلوق یہاں سے محشور ہوگی جن کا حساب و عتاب نہ ہوگا۔ اس مسجد کے صحن میں بہشت کا ایک مرغزار ہوگا۔ اور آخری زمانہ میں یہاں سے تین چشمے ظاہر ہوں گے۔ ایک صاف پانی کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا روغن کا۔ اس کے دائیں طرف ذکر ہے اور بائیں طرف فکر!

(رجوع الی کتاب تاریخ اعثم کوفی۔ کوکب دری اور صفحہ نمبر ۳۰۶ کتاب نہج الاسرار۔)

"سخنہائے گفتنی"

از بشیر حسین رضوی بی۔ اے (علیگ) انسپکٹر پولیس پنشنر

"ہمیشہ سچ بولنا، امانت داری کا مظاہرہ کرتے رہنا ایک معجزہ ہے جو اپنے معیاری انداز میں صرف پیغمبرانِ خدا اور آئمہ ہدیٰ کے لئے مخصوص ہے۔"
سچائی اور خلوص کا ادنیٰ کرشمہ تاثیر آفرینی ہے۔ کلیہ ہے کہ ع
"بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"
علامہ اقبال رح کے اس دل پذیر مصرع کے جلو میں اُن کے مندرجہ ذیل دو فارسی اشعار بھی دلآویز ہیں ؎

بملا زمان سُلطاں خبرے دہم ز رازے
کہ جہاں تواں گرفتن بہ نوائے دلِ گدازے
رہِ عاقلی رہا کُن، کہ بہ اُو تواں رسیدن
بہ دلِ نیاز مندے، بہ نگاہِ پاک بازے

سچ ہے نوائے دلِ گداز سے سارا جہاں مسخر کیا جا سکتا ہے اور عقل و دانش کی بجائے خدا تک رسائی کے لئے دلِ نیاز مند اور نگاہ پاکباز چاہیئے۔ پاکستان کے قیام کو دیوانے کے خواب سے تعبیر کرنے کے باوجود قائد اعظم محمد علی جناح رح کی نوائے دل گداز، نگہ پاکباز اور دل نیاز مند کے اوصاف حمیدہ کا اعتراف اپنوں سے بڑھ کر غیروں نے کیا۔ بانیٔ پاکستان کو گاندھی جی نے تحریر و تقریر میں قائد اعظم کہہ کر خطاب کیا جس کے معترف بالآخر فرنگی حاکم بھی ہو گئے۔ ہر چہار جانب سے لامتناہی مخالفت کے

باوجود قائد اعظم مسلمانان ہند کا سیاسی مقدمہ بکمال فہم و فراست یکہ و تنہا شب و روز بجان و دل لڑتے رہے اس جنگ آزمائی کے دوران حضرت علیؑ کی تاریخ شہادت ۲۱ رمضان آجاتی ہے۔ اہم ترین سیاسی مصروفیات کو محمد علی جناح رح نے یک قلم ملتوی کر دیا۔ اسم بامسمیٰ ہونے کا یہ بدیہی ثبوت تھا جسے کانگریسی مسلمانوں نے فرقہ پرستی سے تعبیر کیا تھا۔

بانی پاکستان کی راہ میں کانٹے بونے والے فرنگیوں اور ہندوؤں کے آلہ کار کیسے کیسے غدار ی لیڈر تھے اس امر کا حیرت انگیز انکشاف ڈاکٹر وحید احمد کی تالیف سے ہوتا ہے جو میاں سر فضل حسین بانی پنجاب یونینسٹ پارٹی کے ۳۴۵ خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۷۲۶ صفحات پر مشتمل جسے پاکستان ریسرچ سوسائٹی لاہور نے شائع کیا ہے۔

صاحبان تحقیق و تدقیق کے لئے ڈاکٹر وحید احمد صاحب کی یہ صبر آزما کاوش بلا شک و شبہ نہایت گراں بہا ہے۔

اس آئینہ میں وہ معروف شخصیات نظر آتی ہیں جن پر غالب کا یہ شعر صادق نظر آتا ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

محمدؐ اور علیؑ کو بصدق دل و بعزم راسخ ماننے والے جناح کے خلاف سرگرم رہنے والوں میں پیش پیش نظر آنے والے اپنی خفیہ تحریروں کے حوالہ سے ڈاکٹر وحید کی تحقیق و تدقیق کے نتیجہ میں بے نقاب ہو رہی رہے ہیں صداقت ہمیشہ چھپی نہیں رہتی۔ اس زمرہ میں شامل چند حضرات کے نام ہائے اسم ہائے گرامی ملاحظہ ہوں۔

سیاسی گرو میاں سر فضل حسین کے سیاسی چیلے اور پجاری سر شفاعت احمد خاں، سر سکندر حیات خاں۔ سر فیروز خاں نون۔ میاں

یار خاں دولتانہ، وغیرہ وغیرہ ۔

اند کے حالِ دِلم گفتم و بس منفعلم
کہ دلِ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

انتہائی لاغری اور کبر سنی کے باوجود مجھے ۹/ جولائی ۱۹۴۷ء
دن یاد آتا ہے جب مِس ممتاز شاہنواز عرف "نازی" مرحومہ
قم السطور کو نئی دہلی میں قائدِ اعظم کے حضور پیش کیا تھا اور
اچیز کی زبان سے بے اختیار یا علی مدد کے الفاظ سُن کر بانیٔ
تان نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا تھا۔ قیام پاکستان سے
ق دل گداز داستانوں میں یہ منفرد داستان ہے ۔ ؎

سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

"علیؑ علیؑ کہا کر"

خاکپائے آلِ عبا نثار فاطمہ عابدی۔ عابدی ہاؤس
رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

عیسوی سن اٹھارہ سو ستاون
ایک شکستِ فتح بہ دامن

مرزا غالب کی بسر اوقات پنشن پر تھی جو ۱۸۵۷ء میں بند ہونے کے بعد ۱۸۶۰ء میں بحال ہوئی تھی۔

مرزا غالب اپنے خطوط میں لکھتے ہیں

"میرا دار و گیر سے بچنا کرامتِ اسد اللّٰہی ہے اور پنشن کا ہاتھ آنا عطیۂ ید اللّٰہی ہے۔ یہ کام خدا سازانہ ہے یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام"

ایک خط میں غالب نے لکھا

"مشرک وہ ہیں جو نو مسلموں کو ابوالائمہ کا ہمسر مانتے۔ دوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہے۔ امامت من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہیں۔ ثم حسنؑ ثم حسینؑ۔ اسی طرح تا مہدیٔ موعود علیہ السلام بریں زیستم ہم بریں بگذرم۔ شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں۔ اگر مجھ کو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ دوزخ کا ایندھن بنوں گا۔ دوزخ کی آنچ کو اور تیز کروں گا تاکہ مشرکین و منکرینِ نبوتِ مصطفویؐ و امامتِ مرتضویؑ اس میں جلیں۔"

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں

"صاحب! بندہ اثنا عشری ہوں ہر مطلب کے خاتمہ پر ۱۲ کا ہندسہ

لکھا کرتا ہوں خدا کرے میرا خاتمہ بھی اسی عقیدہ پر ہو۔ خدا کے بعد نبیؐ اور نبیؐ کے بعد امامؑ یہی ہے مذہب حق والسّلام والاکرام ــــ علیؑ علیؑ کہا کر اور فارغ البال رہا کر۔"

ایک اور خط میں رقم کیا ہے۔

"دوسرا امر یعنی تبدیلِ مذہب عیاذاً باللّٰہ، علیؑ کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔"

نیز لکھتے ہیں۔

"عطیۂ حضرت بتوسّط جناب سیف الحق پہنچا میں نے اس کو بلاتکلّف عطیۂ مرتضوی سمجھا۔ علیؑ مرتضیٰ علیہ التحیتہ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔"

نثری عقیدت کے علاوہ منظوم عقیدہ ملاحظہ ہو:

غالب ہے گر نہ فہم تصوّر سے کچھ پرے
ہے عجز بندگی جو علیؑ کو خدا کہوں!

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں، بندگیٔ بوتراب میں!

بیعت خدا سے ہے مجھے بے واسطہ نصیب
دستِ خدا ہے نام مرے دستگیر کا

جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر
نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں

نہ خونیکہ در کربلا شد سبیل
اداکردہ وام زمانِ خلیلؑ

نگنجد دوئی در نبیؐ و امامؑ
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

عکارِ خدا بہ عشرِ محشر کند علیؑ

یزداں کہ رازِ خویش نبیؐ را بہ لب سپرد
یزداں کہ سوزِ خویش علیؑ را بجاں نہاد

عاشقم لیکن ندانی کز خرد بیگانہ ام
ہوشیارم با خدا و با علیؑ دیوانہ ام

نبیؐ را پذیرم بہ پیمانِ او
خدا را پرستم بہ ایمانِ او

خدایش روا نیست ہر چند گفت
علیؑ را توانم خداوند گفت

بزمِ ترا شمع و گلؐ، خستگیٔ بو تراب
سازِ ترا، زیر و بم واقعۂ کربلا

دردِ من بود غالبؔ یا علیؑ ابو طالب
نیست بخل یا طالب اسمِ اعظم از من پرس

غالبؔ نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسد اللّٰہم و ہم اسد اللّٰہیم!!

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی منقبت میں ایک شعر فرمودۂ غالبؔ ملاحظہ ہو۔ ے!

مُزدِ شفاعت وصلۂ صبر و خوں بہا
چیزے نہ کس بخواستہ الّا گہ لبستن

- کتاب علیؑ علیؑ حصّہ اول ضرور پڑھئے۔ قیمت ۱۵ روپئے۔
- کتاب شیعہ ڈائرکٹری جس کو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تیار کیا گیا ہے۔ اس ڈائرکٹری کے اندر کراچی کے تمام وہ پتے درج ہیں جن کی آپ کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ اگر یہ ڈائرکٹری آپ کے پاس ہے تو پھر آپ کو اپنے مذہبی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے گا۔ قیمت دس روپیہ
- کتاب افکارِ سید العلماءؒ یعنی عظمتِ حسینؑ یہ ایک عظیم کتاب ہے جس کے اندر سرکار سید العلماء علی نقی صاحب قبلہ کے ۲۵ عدد مضامین جو امام حسین علیہ السلام کی عظیم شخصیت پر بھرپور روشنی ڈالتے ہیں۔ قیمت ۱۶ روپئے

امیر المومنینؑ، امام عالمینؑ حضرت علی مرتضیٰؑ کی
شہادت، تجہیز و تکفین!!!
مرقدِ علوی کی کہانی تاریخ کی زبانی
یہ وہ جگہ ہے جہاں آج بھی معجزے ہوتے ہیں!

قتل ایک جرم ہے مگر قتل کی نوعیت، مقتول کی حیثیت اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج و اثرات کے اعتبار سے اس کی سنگینی اور سزا کے درجوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ ایک عام فرد کا قتل جرم اور بڑا جرم ہے مگر قتل مومن اس سے بھی بڑھ کر جرم ہے جس کی سزا نص قرآن کی رو سے دوزخ کا دائمی عذاب ہے اور امیر المومنین امام المتقین کا قتل تو ہر اعتبار سے سنگین جرم اور عظیم حادثہ تھا جس نے دینی علاموں کو پامال اور اسلامی قدروں کو مجروح کر دیا۔ اس لحاظ سے قاتل دنیا و آخرت میں شدید ترین عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ ایک عابد شب زندہ دار کا قتل تھا جو محراب مسجد میں اور سجدۂ باری تعالیٰ کی حالت میں واقع ہوا۔ قاتل نے اور قتل کرنے والوں نے جو اسکیم بنائی اس نے نہ مسجد کے تقدس کا خیال کیا نہ نماز جیسی اہم اور متبرک چیز کا احترام ملحوظ رکھا، نہ سجدۂ باری تعالیٰ کی حالت پر نظر کی اور اس نمازی کا خون بہایا جو اسلام کا پاسبان، ثانی قرآن اور سراپا ایمان تھا۔ یہ قتل جناب علی المرتضےٰ کا قتل نہ تھا بلکہ اسلام کا قتل نہ تھا۔ کل ایمان کا قتل تھا۔ اس سانحہ کا ایک افسوسناک پہلو یہ تھا کہ یہ حادثہ اس وقت ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت رونما ہوا۔ جب حضرت لشکر و سپاہ جمع کر چکے تھے اور دو چار دن کے بعد شام کی طرف کوچ کرنے والے تھے تاکہ ایک فیصلہ کن جنگ لڑ کر ضلالت کا سرچشمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیں مگر ایسا نہ ہو سکا اور اس قتل کے نتیجہ میں

غیر شرعی اقتدار کے قدم مضبوط ہو گئے اور افق اسلام پر ضلالت و گمراہی کی گھٹائیں چھا گئیں۔ قاتل امیر المومنین ابن ملجم، خارجی تحریک کی اس جماعت کا ممبر تھا جو کسی مضبوط ہاتھ کے اشاروں پر ناچ رہی تھی۔ عین اس وقت جب حضرت علی علیہ السلام شام کے حملہ کے لئے روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے ابن ملجم کا وار کرنا یہ بتا رہا ہے کہ اس کی تہ میں بہت بڑی سازش تھی۔ اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے قتل کے انتظامات ابن ملجم کے ذریعہ امیر معاویہ نے کئے تھے جس کا اقرار خود ابن ملجم ملعون نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"میں نے حضرت امیر معاویہ" کے کہنے سے ایسا فعل کیا مگر افسوس کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا"۔

اب ذرا حسب ذیل امور پر خوب اچھی طرح دھیان دیجئے۔ اگر کوئی شخص ناگہانی طور پر قتل کر دیا جائے اور اس کے دو دشمن ہوں۔ ایک ضعیف دوسرا قوی۔ تو شخص اس بنا پر کہ ضعیف دشمن کی تلوار سے مقتول کا خون ٹپک رہا ہے۔ قوی دشمن کو عدلیہ نظر انداز کر سکتی ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ مقتول کے قتل سے اصل فائدہ اس بڑے دشمن کو حاصل ہوا ہو حضرت علیؑ کے بڑے دشمن معاویہ تھے۔ ان ہی کو یہ خوف ہر وقت دامنگیر تھا کہ اب کی مرتبہ اگر علیؑ نے لشکر جمع کر لیا۔ جیسا کہ جناب امیرؑ کر بھی رہے تھے تو میری خیر نہیں ہے چنانچہ حضرت علیؑ کے قتل سے ان کے لئے گھی کے چراغ جل گئے اور چند دنوں میں ممالک محروسہ اسلامیہ کے بلا شرکت غیرے بادشاہ بن بیٹھے۔

(۱) شہادت

الغرض رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور جناب امیر علیہ السلام مسجد کوفہ میں خطبہ کے ساتھ برابر کوفیوں کو ملامت کرتے رہے مگر ان پر مطلق اثر نہ ہوا۔

راویوں کا بیان ہے کہ رمضان المبارک کی انیس (19) تاریخ بدھ کی رات کو اپنی دختر جنابہ ام کلثومؑ کے یہاں تشریف فرما تھے نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو روزہ افطار کرنے کے لئے آپ کی صاحبزادی نے جو کی دو روٹیاں

ایک پیالہ دودھ کا اور ایک طشتری میں نمک رکھکر پیش کیا۔ آپ نے خوان کو دیکھا اور فرمایا کہ "اے بیٹی تم ایک خوان میں کھانے کی دو چیزیں پیش کرتی ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی زاد بھائی جناب رسُولِ خدا کی پیروی کر رہا ہوں اور کبھی گوارا نہیں کیا کہ ایک وقت میں دسترخوان پر دو قسم کی چیزیں ہوں۔ اے بیٹی دنیا کی حلال باتوں کا حساب لیا جائے گا اور حرام کاموں کا عذاب ہو گا۔ خدا کی قسم! میں روزہ افطار نہ کروں گا جب تک تم اس میں سے ایک چیز نہ اُٹھا لو گی"۔ اس سلسلہ میں مولا کا ایک قول بھی لکھتا چلوں۔

(۲) حضرت علیؑ علیہ السّلام کا قول آپؑ ہی کی زبانی!

جناب امیر علیہ السّلام افطار روزے کے وقت اس قدر روتے کہ آپکا لباسِ مُبارک تر ہو جاتا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا امیرؑ اس رونے کا سبب کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ افطار کے بعد میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ نہیں معلوم میرا رزق حلال ہے یا حرام بصورت حلال ہونے کے نہیں معلوم کہ اس کے حساب سے کیونکر عہدہ برا ہوں گا؟ اور بصورت حرام ہونے کے نہیں معلوم کتنا عذاب ہو گا۔؟ خدا ہی جانتا ہے کہ روزِ حشر علیؑ کا کیا حال ہو گا"۔

جناب اُم کلثومؑ نے دودھ کا پیالہ اُٹھا لیا اور آپ نے چند لُقمے نانِ جویں کے تناول فرمائے اور حسبِ معمول مصلائے عبادت میں کھڑے ہو گئے مگر آج بار بار صحن میں نکلتے اور آسمان کی طرف نظر کرتے اور ڈوبتے اور جھلملاتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے پھر مصلائے عبادت پر تشریف لے جاتے اور فرماتے "خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا اور نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے۔ یہی وہ رات ہے جس میں میرے شہید ہونے کی خبر جناب رسُولِ خدا نے مجھے دی ہے۔ آپ کرب و اضطراب کی حالت میں کبھی سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے اور کبھی انا للہ وانا الیہ راجعون اور کبھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

پڑھتے اور کبھی کہتے خدایا موت کو میرے لئے بابرکت قرار دے۔ اپنے پاس بلانے میں برکت اور کرامت فرما۔

حضرت اُمِّ کلثوم ؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو عرض کیا کہ "بابا آج آپ اتنے پریشان کیوں ہیں"۔

فرمایا "بیٹی! آخرت کی منزل درپیش ہے اور میں اللہ کی بارگاہ میں جانے والا ہوں"۔

(۳) جنابِ رسالتمآب کا خواب میں آکر شہادت کی بشارت دینا!

بعض روایتوں میں ہے کہ اس شب آپ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے کہا کہ میں نے شب کو خواب کی حالت میں جناب سرورِ کائنات کو دیکھا کہ وہ جناب اپنے دستِ مبارک سے میرے چہرے کا غبار صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے بھائی اب میری طرف چلے آؤ کیونکہ جو کچھ تم پر واجب تھا اس کو تم نے ادا کر دیا"۔

آپ گھڑی گھڑی صحن میں تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے "آج یہ وہی رات ہے جس میں میرے شہید ہونے کی خبر جناب رسولِ خدا نے مجھے دی ہے اور میں خدا سے ملنے کا مشتاق ہوں، اے بیٹی! میں اس رات کی صبح کو شہید ہوں گا۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ ابن شباح موذن نے حاضر ہو کر نماز کے لئے عرض کیا۔

(۴) حضرت کا دامن پکڑ کر بطخوں کی فریاد! کہ "مولا آج گھر سے نہ جائیں!!!"

موذن کی آواز سُنکر حضرت مسجد کے ارادہ سے اُٹھکر کھڑے ہوئے وضو کیا، کمرِ مبارک میں پٹکا باندھا وسطِ صحن میں تشریف لائے تو ان بطخوں نے جو گھر میں پلی ہوئی تھیں خلافِ عادت آپ کا راستہ روکا اور پر بازو پھیلا کر غل مچانے لگیں اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اپنی زبان (بولی) میں مولا سے

شاید یہ فریاد کر رہی تھیں کہ میرے مولا آج گھر سے نہیں جائیے کیونکہ دشمن اسلام آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے ایک خادم نے ان کو آگے سے ہٹانا چاہا تو آپ نے منع کر دیا۔" ان کو کچھ نہ کہو یہ کچھ یہ نالہ و فریاد کر رہی ہیں کیونکہ آج کے بعد انھیں میرا نوحہ کرنا پڑے گا۔ الغرض جس وقت جناب امیر علیہ السلام گھر کے دروازہ سے باہر ہونے لگے ایک کیل پٹکے میں اُلجھ گئی اور پٹکا کھل کر کمر مبارک سے علیحدہ ہو گیا آپ نے دوبارہ کس کر کمر سے باندھ لیا اور فرمایا "یا الٰہی تو موت کو میرے لئے مبارک کیجیو اور اپنے دیدار کو مبارک" اس کے بعد یہ اشعار زبان پر جاری کئے (ترجمہ :۔ موت پر کمر مضبوط باندھ لے کیونکہ وہ تجھ سے ضرور ملاقات کرے گی۔ موت سے خوف نہ کھا، جب وہ تیرے گھر میں نازل ہو، زمانہ سے دھوکا نہ کھانا جب وہ تیرے ساتھ چلے"۔

جناب اُم کلثوم فوراً امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آئیں اور عرض کی آج کی رات بابا نے اس عالم میں بسر کی ہے اور اپنے مرنے کی خبر سُنا کر مسجد روانہ ہوئے ہیں۔ امام حسنؑ یہ سُنتے ہی مسجد کی طرف روانہ ہو گئے راستہ میں حضرتؑ مل گئے۔ امام حسنؑ نے حضرت کی خدمت میں عرض کی بابا ابھی تو ثلث شب باقی ہے آپ آج اتنی جلدی مسجد کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ نور چشم حسنؑ میں نے ایک خواب دیکھا ہے، بابا وہ خواب کیا ہے مجھے بھی سُنائیے۔

(۵) حضرت کا خواب میں حضرت جبرئیلؑ کو دیکھنا

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا میں نے دیکھا ہے کہ جبرئیلؑ امین آسمان سے کوہ ابو قبیس پر نازل ہوئے ہیں اور وہاں سے دو پتھر اٹھا کر خانہ کعبہ کی چھت پر آئے پھر انھوں نے دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر اس زور سے مارا کہ وہ خاک ہو گئے پھر وہ خاک انھوں نے ہوا میں اڑا دی مکہ اور مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہیں جہاں وہ خاک نہ پہنچی ہو"۔ "بابا! تو پھر اس کی تعبیر کیا ہے" امام حسنؑ نے پریشان ہو کر

دریافت کیا۔" بیٹا اگر میرا یہ خواب سچا ہے تو سمجھ لو کہ تمھارا باپ قتل کر دیا جائے گا اور مکہ اور مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں اس مصیبت کا اثر نہ ہو۔ بابا کیا آپ یہ فرما سکتے ہیں کہ ایسا ہوگا کب؟" مجھ کو رسول اللہ نے خبر دی ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے آخری دس روز دن میں سے ایک روز میری شہادت واقع ہوگی اور ابن ملجم مرادی اس فعل کا مرتکب ہوگا۔" بابا! جب آپ اپنے قاتل کو پہچانتے ہیں تو اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے بیٹا جرم سے پہلے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔ بیٹا اتنا جان لو کہ اگر جن و انس بلکہ اس ہونے والے واقعہ کو بدلنا چاہیں تو اس پر قادر نہ ہوں گے لہٰذا بیٹا تم گھر جاکر آرام سے نماز صبح پڑھو۔ امام حسنؑ نے ضد کی کہ بابا میں ضرور آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ اس پر آپ نے اپنے حق کی قسم دے کر واپس کر دیا۔

امیر المومنینؑ، امام حسنؑ کو رخصت کر کے تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے مسجد کوفہ میں داخل ہوئے ابن ملجم۔ شبث و ردان اور اشعث بن قیس سازشی مسجد میں پہلے ہی موجود تھے مسجد کی قندیلیں گل تھیں آپ نے اسی تاریکی میں چند رکعت نماز ادا کی اور کچھ دیر تک تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے پھر بام مسجد پر تشریف لاکر صبح کی سفیدی سے خطاب کیا کہ " تو ایک دن بھی ایسے وقت طلوع نہیں ہوئی کہ میں سویا ہوا ہوں۔" اس کے بعد کانوں پر انگلیاں رکھکر اذان ادا کی اس اذان کی آواز کوفہ کے ہر گھر میں سنی گئی۔ گلدستہ اذان سے اتر کر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے ہوئے لوگوں کو جگایا۔ ان سونے والوں میں ابن ملجم بھی تھا۔ اوندھا پڑا ہوا تھا اس کو مخاطب کر کے کہا اے شخص اس طرح نہ لیٹ کیونکہ اس طرح اوندھے لیٹنے کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ اس طرح شیطان اور جہنمی لوگ لیٹتے ہیں۔ داہنی کروٹ لیٹ اس طرح علماء لیٹتے ہیں یا بائیں کروٹ لیٹ کہ اس طرح حکماء لیٹتے ہیں۔ یا چت لیٹ کہ اس طرح انبیاء خدا لیٹا کرتے ہیں۔ اچھا اٹھ نماز پڑھ اور یہ بھی زبان مبارک سے فرمایا۔ تیرے

دل میں ایک ایسا ارادہ ہے جس سے قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین دھنس جائے۔ اور اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تیرے دامن کے نیچے کیا چیز ہے پھر وہاں سے گذر کر محراب مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے لوگ جمع ہو گئے اور صفیں باندھ لیں تو عین اس وقت جبکہ وصی رسولؐ و عاشق خدا ابو الائمۃ الہدیٰ اپنے معبود و محبوب حقیقی کی درگاہ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر مطلق ہو کر عشق الہٰی میں محو سر بسجود حق عبودیت کے لئے سجدۂ اول میں گئے اور دل کو راز و نیاز الہٰی میں مصروف کر دیا کہ اتنے میں شقی ازلی ابن ملجم مرادی ملعون نے زہر سے بجھی ہوئی تلوار سے سر پر وار کیا یہ تلوار بھی اسی جگہ لگی جس جگہ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کی تلوار لگ چکی تھی ضرب کے لگتے ہی آسمان سے آواز آئی "الا قتل الامیر المومنین" آگاہ ہو کہ امیر المومنین قتل ہو گئے اور جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہا "قسم ہے کعبہ کے رب کی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا" جناب امیرؑ کے تلوار کا وار لگتے ہی خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ آپ کو زخمی حالت میں محراب مسجد سے اٹھا کر صحن مسجد میں لائے خلقت جمع ہو گئی سب پوچھتے تھے کہ آپ کس ملعون شقی نے زخمی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "جلدی نہ کرو۔ اسی ملعون نے مجھکو زخمی کیا ہے جس کو ابھی ابھی مسجد کے دروازے سے پکڑ کر لائیں گے۔ پھر آپ نے دروازہ کی طرف اشارہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبیلہ عبید القین کا ایک شخص عبد الرحمٰن ابن ملجم کو پکڑے ہوئے لا رہا ہے۔

فضا میں آوازیں گونج رہی تھیں کہ برادر رسولؐ مار ڈالے گئے علی مرتضےٰ شہید ہو گئے۔ خدا کی قسم سید الاوصیا قتل ہو گئے جس وقت شہزادیوں نے یہ آواز سنی "وا ابتاہ وا علیاہ وا محمداہ وا دیناہ" کی فریادیں بلند کیں حسنینؑ سر و پا برہنہ دوڑتے ہوئے مسجد میں آئے دیکھا امیر المومنین ضربت کی شدت سے خاک و خون میں کروٹیں بدل رہے ہیں، لوگ چاروں طرف جمع ہیں۔ بجائے آہ و زاری کے زبان پر یہ جملہ

ہے۔ اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔ رسول اللہؐ کی ملت پر ہوں۔ آپ نے قاتل کو دیکھتے ہی لوگوں کو اس کو مارنے سے منع کیا اور اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔!

قاتل سے جناب امیرؑ کا خطاب

آپ نے قاتل ابن ملجم ملعون کو مخاطب کر کے کہا اے بھائی کیا میں تیرے حق میں بُرا امیر تھا اس پر قاتل نے سر ندامت اٹھا کر کہا ہرگز نہیں پھر جناب امیرؑ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ کس امر کے سبب تو نے ایسا قصد کیا کہ مجھے زخمی اور میرے فرزندوں کو یتیم کیا۔ اے ملعون دیکھ لے میرے نصیب میں شہادت کا مرتبہ آیا جو میرے ہر طرح انجام بخیر ہونے کا ضمانتدار ہے اور یہی میری ابدی کامیابی ہے۔

کسے را میسّر شد ایں سعادت!

بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت!

• جو فیصلہ خلفائے ثلاثہ کے ادوار میں نہ ہوا، جنگ جمل میں نہ ہوا، صفین کے لیل و نہار میں نہ ہوا۔ مگر ابن مُلجم کی تلوار نے وہ فیصلہ کر دیا۔

قاتل سے آپ کا برتاؤ!

ابھی اتنا رمیں کچھ لوگ آپ کے لئے دودھ کا پیالہ لے آئے آپ نے کہا کہ پہلے اس کو (قاتل) پلاؤ بعد میں میں پیوں گا۔ ابن ملجم کو قید خانہ میں بھیجدیا گیا اور آپ نے حکم دیا کہ اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا جب میں وفات پا جاؤں تو جس طرح (ایک وار میں) اس نے مجھے زخمی کیا اور قتل کیا اسی طرح اس کے ساتھ کرنا۔ اپنی وفات تک اپنے قاتل قیدی کا حال دریافت کرتے تھے اور معلوم کرتے تھے کہ اسے کھانا کھلایا یا نہیں ۔ اگر جواب نفی میں ہوتا تو فوراً حکم دیتے جاؤ اس کو ابھی کھانا کھلا دو۔! دیکھا آپ نے یہ ہے اسلام کے رہنمائے صادق کی شان!

یہی وہ بزرگ ہستی ہے جس نے رسولؐ کے بعد اسلامِ حقیقی کی تعلیم دی۔ قاتل سے اچھائی کا برتاؤ صرف آپ ہی کا کام تھا۔ اور آج تک دنیا ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قاتل امیر المومنینؑ کے بارے میں جناب رسولخداؐ کی پیشگوئی

ابن ملجم خود روایت کرتا ہے کہ میں نے خود جناب رسول خداؐ کو یہ کہتے سنا ہے کہ "گذشتہ لوگوں میں سب سے بدبخت شخص قدار بن سالف ناقہ صالح کا قاتل تھا اور آئندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شقی علیؑ ابن ابی طالب کا قاتل ہوگا۔"

تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۸۹ کے مطابق آپ کی شہادت ۱۹ / ماہ رمضان بروز چہارشنبہ صبح کو بحالت سجدہ نماز ابن ملجم ملعون کے ہاتھوں زہر آلود تلوار سے ضرب لگی اور جمعہ ۲۱ / ماہ رمضان کو آدھی رات سے کچھ پہلے انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

"سبحان اللہ بکعبہ ولادت بمسجد شہادت"، اسی عمر (یعنی ۶۳ سال) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔"

وجہ شہادت جناب امیر علیہ السلام

صفین کے سازشی فیصلہ حاکمین کے بعد حضرت علی علیہ السلام اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ اب ایک فیصلہ کن حملہ کرنا چاہیئے تھا چنانچہ آپ نے تیاری شروع کر دی تھی یہاں تک کہ حملہ کی تیاریاں کچھ دن ہی کے اندر بالکل مکمل کرلیں، دس ہزار سپاہیوں کے دستہ کا سردار حضرت امام حسن علیہ السلام کو، دس ہزار کا سردار قیس بن سعد کو اور دس ہزار کا سردار ابو ایوب انصاری کو مقرر کیا۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ فوج کی جو مکمل فہرست تیار ہوئی اس میں چالیس ہزار آزمودہ کار ۱۷ ہزار سپاہی اور آٹھ ہزار مزدور شامل تھے لیکن کوچ کا دن آنے سے پہلے معاویہ نے حضرت

علیہ السلام کی تیاری سے خوف زدہ ہو کر انھیں ایک سازش کے ذریعہ اپنے کارندوں ابن ملجم اور اس کے ہمراہیوں کے ذریعہ "باب مدینۃ العلم"، کو ڈھا دیا۔

ابن ملجم نے علیؑ کو قتل نہیں کیا بلکہ پوری امت مسلمہ کو قتل کر ڈالا اور اسلامی تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ اور اسلام کے بہت بڑے ستون کو گرا دیا جس سے "اسلام" ڈولنے لگا۔

وقت آخر آپؑ کی مسلمانوں سے وصیت!

صبح ہوتے ہوتے اس واقعہ کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی لوگ جوق در جوق خلیفہ عصر کی عیادت کو چلے آرہے تھے چنانچہ حضرت علیؑ نے ان آنے والوں کو کچھ نصیحتیں کیں جو ذیل میں درج کر رہا ہوں یہ وہ انمول پھول ہیں جن کو آپؑ ہی کی زبان مبارک ادا کر سکتی ہے۔

(۱) سوائے خدائے واحد کے اور کسی کی پرستش نہ کرنا۔

(۲) سنت رسولؐ اکرم کے پابند رہنا۔

(۳) اہلبیت نبویؐ کی ہدایت پر عمل کرنا۔

(۴) دنیا سے محبت نہ کرنا۔ اور اسے ہمیشہ عارضی چیز سمجھنا۔

(۵) اللہ کی راہ میں اپنے مالوں، نہ بالوں، اور جانوں سے جہاد کرنا اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام سے وصیت!

جب لوگوں کو وصیت کر چکے تو کے بعد دیگرے اپنے بیٹوں یعنی پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام سے وصیت کی اس کے بعد امام حسین علیہ السلام سے۔ آپ نے کہا اے میرے بیٹے یہ وہ وصیت ہے جو علی ابن ابی طالب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور صحابی نے کی ہے۔

(۱) پہلی وصیت یہ ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمدؐ اس کے رسولؐ اور اس کے برگزیدہ اور اس کی تمام مخلوقات

میں سب سے پسندیدہ ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے اُٹھانے والا ہے۔ لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق پوچھنے والا ہے اور وہ دلوں کے راز سے واقف ہے۔

(۳) وقت پر نماز پڑھنا۔

(۴) مستحق لوگوں کو زکوٰۃ دیا کرنا۔

(۵) خوشی اور غصے ہر حال میں انصاف کو ملحوظ رکھنا۔

(۶) ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنا۔

(۷) مہمان کی عزت کرنا۔

(۸) تنگدست اور مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرنا۔

(۹) مسکینوں سے محبت کرنا۔ ان ہی کی مجلس میں بیٹھنا اور ان کی تواضع کرنا یہ بہترین عبادت ہے۔

(۱۰) موت کو یاد رکھنا۔

(۱۱) مصیبتوں کا سامنا کرنا۔

(۱۲) ظاہرا اور پوشیدہ میں خدا کا خوف رکھنا۔

(۱۳) تہمت کے مقامات سے بچو۔

(۱۴) جب آخرت کا معاملہ سامنے آئے تو اسے پہلے شروع کرنا اور جب دنیا کا معاملہ پیش ہو تو اس میں دیر کرنا یہاں تک کہ اس میں بھلائی کی راہ معلوم ہو جائے۔

(۱۵) جو کام بھی کرنا وہ خدا کی رضا کے لئے کرنا۔

(۱۶) بیوقوفوں سے لڑائی اور جھگڑا نہ کرنا۔

(۱۷) اپنی معیشت میں میانہ روش اختیار کرنا۔

(۱۸) جب تک کھانے میں صدقہ نہ نکال لو کھانا نہ کھاؤ۔

(۱۹) روزے رکھا کرو کہ وہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔

(۲۰) دعا زیادہ کیا کرنا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام سے وصیّت!

امام حسن علیہ السّلام سے وصیّت کرنے کے بعد آپ نے پھر حضرت حسینؑ کو اپنے پاس بلایا اور نصیحت یا وصیّت کے یہ چند انمول موتی ارشاد فرمائے ۔ اے میرے بیٹے

(۱) خدا سے ڈرتے رہنا۔

(۲) دُنیا تجھے چاہے بھی تو اس کو نہ چاہنا اگر دُنیا کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرنا۔

(۳) حق بات کہنا اور ثواب کی نیّت سے عمل کرنا۔

(۴) ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بننا۔

(۵) یتیموں کے متعلق خدا سے ڈرنا۔

(۶) قرآن کے متعلق خدا سے ڈرنا کہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔

(۷) اللہ کی راہ میں اپنے مالوں۔ زبانوں اور جانوں سے جہاد کرنا۔

اپنے قاتل کیلئے آپ کا ارشاد!

پھر آپ نے فرمایا! میرے قاتل کو قید خانہ میں رکھو اسے اچھا کھانا دو، اس کو پانی پلاؤ۔ اس کا بستر نرم رکھو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں خود اپنے حق کا وارث ہوں اور اگر میں مر گیا تو اس کو ایک ہی وار سے ختم کر دینا۔

بنی عبدالمطلب سے آپ کا ارشاد!

اے بنی عبدالمطلب الیسا نہ ہو کہ تم میرے بعد مسلمانوں کے خون گرانے لگو، اگر تم کہو کہ ہم نے امیرالمومنینؑ کو قتل کیا ہے۔ خبردار میرے معاوضہ میں میرے قاتل کے سوا اور کسی کو قتل نہ کرنا اور پھر اس کے بعد صرف لا الہ الا اللہ زبان سے ادا کیا اور خاموش ہو گئے۔!

تجہیز و تکفین

حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسینؑ، عبداللہ بن جعفر اور محمد بن حنفیہ نے ملکر آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق گھر کے ایک گوشہ میں جہاں پر لوح نکلی اس جگہ پر لٹا کر غسل دیا گھر کی دہلیز سے کفن اور حنوط ملے۔ فصل الخطاب کے مطابق امیر المومنین نے وہ کافور جو سید المرسلین کے بدن مبارک سے بچ گیا تھا اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اور رحلت کے وقت فرمایا کہ اس کو میرے بدن پر ملنا۔ یہ کافور بھی آپ کے جسم مبارک پر مل دیا گیا۔ حضرت امام حسنؑ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور شب ہی کو آپ کی وصیت کی مطابق گھر سے جنازہ لے کر چلے، تابوت کا اگلا حصّہ خود بخود زمین سے اٹھا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے اور پیچھے کے حصہ کو جناب حسنین علیہ السلام نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا یہ مختصر حضرات خاموشی کے ساتھ جناب امیرؑ کے جنازے کو لے کر نکلے۔ ایک مقام پر پہونچ کر یہ تابوت خود بخود رک گیا اور اگلا حصہ زمین پر آگیا سب لوگوں نے اس ہی مقام پر آپ کی وصیت کے مطابق قبر کھودی تو اس کے اندر سے ایک تابوت ساج کا بنا ہوا نکلا۔ آپ کو اس تابوت میں رکھکر اس ہی مقام پر دفن کر دیا اور قبر مبارک کو زمین کی طرح ہموار کر دیا تاکہ بنی اُمیہ اور وہ لوگ جن کے بزرگ جنگ میں آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے انتقامی جذبہ کے تحت آپ کی قبر کے ساتھ گستاخی نہ کریں۔ بروایت ارجح المطالب آپ نے دس ہزار کفار و مشرکین کو قتل کیا تھا جس جگہ پر آپ کی قبر مبارک واقع ہے اس جگہ کا نام نجف اشرف ہے۔

ایک معذور یہودی کی فریاد!

جب حسنین علیہما السلام مولائے کائینات کو دفن کر کے گھر واپس آرہے تھے تو راہ میں ایک عجب واقعہ دیکھنے میں آیا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آرہی ہے جب یہ اس صدا پر گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک غریب بوڑھا سر کے نیچے ایک پتھر رکھے ہوئے پڑا ہے اور بے چینی

سے رو رہا ہے جب اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے نہایت عاجزی سے کہا میں غریب اور معذور ہوں میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔ تیری تیمارداری کون کرتا ہے میں ایک برس سے اسی شہر میں ہوں میرے پاس ایک شخص آتا تھا اور میرے سرہانے بیٹھکر بڑے مہربان کی طرح تیمارداری کرتا تھا۔ کیا تو نے اس شخص کا نام دریافت کیا تھا۔ ہاں پوچھا تھا لیکن اس نے کہا تجھے میرے نام سے کیا کام ہے میں تیری تیمارداری خدا کی خوشنودی کے لئے کرتا ہوں اس کا حلیہ کیا ہے؟ میں کیا بیان کر سکتا ہوں، میں تو اندھا ہوں کوئی نشان نہیں بتا سکتا۔ وہ میرے پاس تین روز سے نہیں آیا اور میری خبر گیری نہیں کی تجھے اس کی گفتگو اور خصلت سے کچھ واقفیت ہے۔ ہاں جب وہ میرے پاس آتا تھا تو ہمیشہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین و آسمان اس کے ہم آواز ہیں جب میرے پاس بیٹھتا تھا تو کہتا تھا مسکین و غریب ہے وہ جو مسکین و غریب کے پاس بیٹھتا ہے۔ مجھے وجہ نہیں معلوم کہ وہ کیوں تین روز سے نہیں آیا۔

حسنین علیہ السلام کو اب شبہ نہ تھا کہ کوئی دوسرا بجز ان کے پدر بزرگوار کے نہ تھا۔ غم نصیب شاہزادوں نے اس سے کہا اے بدنصیب اسے تلوار زہر آلود ماری گئی۔ اور ہم لوگ اسی ہی بزرگ کو دفن کر کے آ رہے ہیں اور تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب خلیفۃ المسلمین تھے بوڑھا یہ سنکر پچھاڑیں کھانے لگا اور قبر پر لے چلنے کے لئے بہت زور دیا۔ حسنین علیہ السلام نے اس کی التجا پوری کی اس نے نشان قبر ہاتھوں سے ٹٹولا، کلمہ توحید زبان سے ادا کیا۔ رسول خدا کی رسالت اور علیؑ کی ولایت کی گواہی دی پھر قبر پر گر پڑا اور مر گیا۔

آپ کی قبر مبارک کوفہ سے پانچ میل دور اور بغداد سے ۱۲۰ میل جنوب میں نجف اشرف کے مقام پر واقع ہے۔ مرقد امیر المومنین کا محل و مقام کا علم آئمہ اہلبیت اور مخصوص افراد کے علاوہ کسی کو نہ تھا اور علم قبر ہوتا بھی تو کیونکر جبکہ قبر مبارک ایک ویران ٹیلے پر خاک کے اندر پنہاں تھی نہ نشان قبر تھا

حضرت امام حسن علیہ السلام کا خطبہ شہادت حضرت علیؑ

کتاب تذکرہ حسینی مرتبہ و مولفہ مولوی صاحبزادہ محمد علم الدین القادری علمی، ناشر کتاب شیخ غلام علی اینڈ سنز صفحہ نمبر ۶۵ اور ۱۰۲ میں اس طرح تحریر ہے۔ " فصول المہمہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو امام حسن علیہ السلام نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ پہلے تو خدا کی حمد و ثنا کی اور بزرگوار اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا آج کی رات خدا نے ایک ایسے شخص کو اپنے پاس بلا لیا جس سے نہ گزشتہ لوگ آگے بڑھ سکے نہ آئندہ کے لوگ اس کا مرتبہ پا سکتے ہیں۔

وہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش جہاد کرتا اور اپنے پیارے خون کو اسلام کا بول بالا کرنے میں پانی کی طرح بہاتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اپنی جان اور مال خرچ کر کے کفار کی ایذا سے بچاتا تھا آج وہ شخص دنیا سے اٹھا لیا گیا جسے رسولؐ خدا نے اپنا جھنڈا (علم) دے کر غنیم کے مقابلے میں بھیجا اور جبرئیل اس کے دائیں اور میکائیل بائیں طرف اس کی حفاظت کیا کرتے تھے (یہاں تک پہنچ کر آپ فرط محبت پدری سے اور تمام لوگ فرط محبت عشق سے زار و قطار رونے لگے۔) پھر آپ نے فرمایا لوگو! میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں۔ میں روشن چراغ کا فرزند ہوں۔ میں اس شخص کا فرزند ہوں جو خدا کے حکم سے مخلوق کو برحق راہ کی طرف بلاتے تھے میں ان لوگوں کا بیٹا ہوں جن سے خدا نے گندگی دور کر کے خوب ہی پاک اور صاف ستھرا کر دیا میں ان اہلبیتؑ میں سے ہوں جنکی دوستی خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں واجب ٹھہرادی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ اے رسولؐ کہدو ان لوگوں سے کہ میں اجر رسالت صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔"

جناب امیر علیہ السلام کی قبر کی دریافت

آپ کی قبر حضرت نوح علیہ السلام کی بنائی ہوئی تھی اس کا عمومی انکشاف

اس وقت ہوا جب خلیفہ ہارون الرشید عباسی سنہ ۱۷۰ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد کوفہ کے اطراف میں سیر و شکار کے لئے آیا اس دوران جناب امیر علیہ السلام کی قبر مبارک دریافت ہوئی۔

جناب امیرؑ کی قبر مبارک کی کرامت کو دیکھ کر بادشاہ وقت حیران رہ گیا!

ایک دن بادشاہ ہارون الرشید عباسی شکار کھیل رہا تھا اسی دوران شکاری کتے یا چیتے جو اس کے ساتھ تھے شکار کی غرض سے ایک ہرن پر چھوڑ دئے ہرن بھاگتا ہوا اس مقام پر پہونچ گیا جہاں پر قبر مبارک مولائے کائینات تھی اس وقت ہارون نے بڑی کوشش کی کہ یہ شکاری کتے یا چیتے آگے بڑھ کر اس شکار کو پکڑیں مگر ان جانوروں نے بالکل قدم نہیں بڑھایا اس بات سے ہارون کو بہت تعجب ہوا۔ اس نے اس راز کی تحقیق کا حکم دیا کافی تفتیش کے بعد ایک شخص ہارون رشید کے پاس آنکلا اور ہارون الرشید سے کہنے لگا اگر میں تجھے تیرے ابن عم علی بن ابی طالب کا مرقد اطہر بتا دوں تو تو مجھے کیا انعام دے گا۔ ہارون کہنے لگا تجھے بزرگی کے ساتھ بہت کچھ انعام دوں گا وہ کہنے لگا یہی مقام ان کے مرقد کا ہے جہاں ہرن سکون کے ساتھ بے خوف و خطر کھڑا ہے اور شکاری جانوروں کو اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہے۔ ہارون نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا ہے وہ بولا کہ میرا باپ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ اس مقام پر زیارت کے لئے آیا کرتا تھا اور وہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی معیت میں یہاں زیارت کرنے آیا کرتے تھے اور جناب امام زین العابدین کو اس کا پورا علم حضرت امام حسین علیہ السلام سے حاصل تھا۔ ہارون الرشید نے اس مقام پر ایک عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کے چاروں طرف کٹہرہ لگوا دیا۔ اب کیا تھا لوگ اس مقام کی زیارت

کرنے لگے۔

جو شفا چاہے وہ شفایاب ہوگا!

حسین ابن حجاج بغدادی نے اپنے مدحیہ قصیدے میں کہا ہے کہ "اے سرزمین نجف میں سفید گنبد کے مکیں جو شخص آپ کی قبر کی زیارت کرے اور شفا چاہے وہ شفایاب ہوگا۔

جناب علیؑ مرتضیٰ کی قبر حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی!

زہرۃ الریاض میں اس طرح منقول ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت نوح پیغمبر علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ کشتی تیار کرو حضرت نے معتبر شدہ تختہ لے کر کشتی تیار کی جب تین تختے باقی بچ رہے تو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی خداوندا میں ان تین تختوں یعنی تختیاں کہ کیا کروں جو کشتی بنانے کے بعد باقی بچ رہے ہیں وحی آئی کہ اے نوح علیؑ نامی میرا ایک دوست آخری زمانہ میں پیدا ہوگا فلاں جگہ کو کھود کر یہ تینوں تختوں کا تابوت بنا کر اس جگہ رکھ دے اور میں ہر روز فرشتوں کو اس کی (علیؑ) قبر کی زیارت کرنے کا حکم دونگا۔

الغرض حضرت نوح علیہ السلام نے اس وحی کے مطابق آپ کی قبر مبارک بنادی اور اس کو زمین میں چھپادیا۔ جب جناب امیر علیہ السلام کا انتقال ہوا تو آپ کو آپکی وصیت کے مطابق اسی جگہ جو اب نجف اشرف کے نام سے مشہور ہے اور اسی قاعدہ سے جس کا کہ ارشاد فرمایا تھا حضرت کو اس ہی مقام پر لوح مبارک کے تابوت میں رکھکر دفن کر دیا اور زمین قبر کو بالکل ہموار کر دیا۔

قبرِ مطہر

آپ کی قبر مطہر نجف اشرف میں ہے مگر اصحاب کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نعش مطہر کو مدینہ لے گئے یا رحبہ، جامع یا دروازہ قصر امارہ کے قریب دفن ہیں یا یہ کہ ایک اونٹ پر رکھکر چھوڑ دیا گیا اور عربوں نے اس کو لے کر دفن کر دیا۔ یہ تمام روایتیں

غلط اور بے بنیاد ہیں کیونکہ حضرت علیؑ کی اولاد سے زیادہ اور کون آپ کی قبر کا پتہ بتا سکتا تھا اور بہ نسبت دوسروں کے ہر شخص کی اولاد اپنے باپ کی قبر سے زیادہ واقف ہوتی ہے اور نجف اشرف وہ مقام ہے جہاں آپکی اولاد برابر زیارت سے مشرف ہوتی رہی ہے جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب عراق تشریف لائے تو نجف اشرف آکر آپ کی قبر مطہر کی زیارت سے شرف یاب ہوئے ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اپنے پدر بزرگوار کو کہاں دفن کیا تو فرمایا کہ ہم شب کے وقت حضرت کے بیت الشرف سے جوکوفہ میں ہے نکلے اور مسجد اشعث ہوتے ہوئے غریٰ کے پہلو (یعنی نجف) تک پہونچے وہاں آپ کو دفن کیا (بحوالہ کتاب امیرالمومنین از عالم جلیل اہلسنت علامہ ابن ابی الحدید معتزلی صفحہ نمبر ۱۳ و ۱۴)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر تک رہنمائی!

مومنین حضرات کس طرح قبر علیؑ تک پہونچے!!!

جناب امیر علیہ السلام کی قبر کو لوگوں نے کس طرح معلوم کیا اور وہاں تک کس طرح پہونچے ان واقعات کو میں کتاب کامل الزیارات تحریر الشیخ ابوالقاسم جعفر بن محمد قولویہ القمی ترجمہ جناب حکیم سید طالب حسین صاحب تصدیق مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر پیشکش جناب بریگیڈیر میر شوکت علی رہالاں قائد اعظم غازئی ملت) والئی ریاست نگر گلگت ایجنسی پاکستان صفحہ نمبر ۶۳ تا ۷۰ سے نقل کر رہا ہوں۔ (مؤلف)

واقعہ نمبر ۱ مجھ سے میرے والد۔ میرے بھائی علی بن الحسین اور محمد بن حسن رحمہم اللہ سب نے بیان کیا کہ ان لوگوں نے سعد بن عبداللہ بن ابی خلف سے انھوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ

سے انھوں نے علی بن حکم سے انھوں نے صفوان جمال سے روایت کی۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں اور عامر بن عبداللہ بن جزاعہ الازدی امام جعفر علیہ السلام کی خدمت میں تھے کہ عامر نے امام سے عرض کیا کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام "رحبہ" میں مدفون ہوئے تو امام نے فرمایا کہ نہیں تو، عامر نے پوچھا کہ پھر کہاں مدفون ہوئے تو امام نے فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہو چکا تو حسنؑ نے جنازہ کو اٹھایا اور کوفہ کی پشت پر نجف کے قریب "غری" سے بائیں اور "حیرہ" سے دائیں جانب اور وہیں "ذکوات تبض" میں دفن کیا۔ عامر نے کہا جب کچھ دن گزر گئے تو میں اسی جگہ گیا اور ایک مقام کو خیال کر لیا کہ یہی جگہ ہے تو میں امام کی خدمت میں آیا اور ان سے قصہ بیان کیا تو تین مرتبہ فرمایا کہ تم نے ٹھیک سمجھا، تم نے ٹھیک سمجھا، تم نے ٹھیک سمجھا۔ خدا تم پر رحم فرمائے۔

واقعہ نمبر ۲ :- مجھ سے محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن الصفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے حسین خلیل نے ان سے ان کے دادا نے روایت کی کہ میں نے حسین بن صلوات اللہ علیہما سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے امیرالمومنین علیہ السلام کو کہاں دفن کیا تو فرمایا کہ ہم جنازہ کو لے کر رات کو نکلے یہاں تک کہ مسجد اشعث پر گذر ہوا۔ آگے بڑھے اور ناحیہ غری تک پہونچے یعنی وہیں دفن کر دیا یعنی (النجف)

واقعہ نمبر ۳ :- مجھ سے میرے مشائخ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ انھوں نے محمد بن یحییٰ سے انھوں نے احمد بن موسیٰ سے انھوں نے ابن ابی عمیر سے انھوں نے قسم بن محمد سے انھوں نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے پاس عمر بن یزید آئے اور مجھ سے کہا کہ سواری پر سوار ہو جاؤ میں ان کے ساتھ سوار ہو گیا ہم چلے یہاں تک کہ حفص کناسی کے مکان پر پہونچے تو عمر نے ان کو گھر سے بلایا اور وہ بھی سوار ہوئے تو ہم سب چلے یہاں تک کہ "غری" میں آئے اور

وہاں ایک قبر پہ پہونچے تو عمر نے کہا کہ اترو ۔ یہ امیرالمومنین علیہ السلام کی قبر ہے تو ہم نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ امیرالمومنین علیہ السلام کی قبر ہے تو انھوں نے کہا کہ میں کئی بار امام جعفر علیہ السلام کے ہمراہ جب یہ جناب حیرہ میں تھے آچکا ہوں ۔ اور انھوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ یہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر ہے ۔

واقعہ نمبر :- مجھ سے میرے والد اور محمد بن یعقوب نے بیان کیا کہ انھوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے یحییٰ بن ذکریا سے انھوں نے یزید بن عمر بن طلحہ سے روایت کی کہ یزید نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جب وہ حیرہ میں تھے فرمایا کہ کیا تم اس چیز کو نہیں چاہتے جس کا ذکر میں نے تم سے کیا تھا ۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کہا یعنی امیرالمومنین علیہ السلام کی قبر پر جانا ۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سوار ہوئے اور ان کے صاحبزادے اسمٰعیل بھی انھیں کے ساتھ تھے اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر چلا یہاں تک کہ "ثویہ" سے گذر گئے ۔ اور حیرہ اور نجف کے درمیان "ذکوات بیض" کے پاس پہونچے تو حضرت اتر پڑے اور اسمٰعیل بھی اترے اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اتر گیا تو حضرت نے نماز پڑھی ۔ اور اسمٰعیل نے نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی تو حضرت نے اسمٰعیل سے فرمایا کہ اٹھو اور اپنے جد حسین علیہ السلام پر سلام کرو ۔ تو میں نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں ۔ کیا حسین علیہ السلام کربلا میں نہیں ہیں ۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا ہاں ہیں ۔ لیکن ان کا سر شام میں لے جایا گیا تھا تو میرے ایک غلام نے سر کو کسی طرح حاصل کر لیا اور اس کو جناب امیر علیہ السلام کے پہلو میں دفن کر دیا ۔

واقعہ نمبر ۵۔ مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن دونوں نے بیان کیا کہ انھوں نے حسن بن متیل سے انھوں نے سہل بن زیاد سے انھوں نے ابراہیم بن عقبہ سے انھوں نے حسن خزاز الوشا سے انھوں نے ابوالفرج سے انھوں نے ابان بن تغلب سے روایت کی۔ ابان کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ تھا وہ حضرت پشت کوفہ سے گزرے تو اتر پڑے اور دو رکعت نماز پڑھی اور چند قدم آگے بڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے بعد تھوڑی دور اور چلے اور اتر گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا کہ یہ امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے، ابان نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں کہ وہ دونوں جگہیں کون سی تھیں جہاں آپ نے نماز پڑھی۔ فرمایا کہ وہ ایک جگہ تو راس الحسین علیہ السلام کی جگہ ہے اور دوسری قائم علیہ السلام کے منبر کی جگہ ہے۔

واقعہ نمبر ۶:۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا انھوں نے سعد بن عبداللہ سے انھوں نے حسن بن موسیٰ الخشاب سے انھوں نے علی بن اسباط سے روایت کی اور انھوں نے مرفوعاً بیان کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم "غری" میں آتے ہو تو تم نے وہاں دو قبریں دیکھی ہوں گی ایک بڑی قبر ہے۔ دوسری چھوٹی تو بڑی قبر امیر المومنین علیہ السلام کی ہے اور چھوٹی راس الحسین بن علی علیہما السلام ہے۔

واقعہ نمبر ۷:۔ اور مجھ سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا انھوں نے محمد بن ابی عبداللہ الکوفی سے انھوں نے موسیٰ ابن عمران نخعی سے انھوں نے حسن بن یزید سے روایت کی۔ حسین کہتے ہیں کہ ہم سے صفوان بن مہران نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث بیان کی کہ وہ حضرت "قادسیہ" سے چلے اور میں بھی ان کے ہمراہ قادسیہ سے تھا یہاں تک کہ وہ نجف میں تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس پر ہمارے جد نوح علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے کو محفوظ رکھنا چاہا تھا۔ اور کہا تھا کہ سآوی الی جبل یعصمنی من الماء۔ میں پہاڑ پر پناہ لے لوں گا اور وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ تو خداوند عالم نے اس پہاڑ پر وحی کی تھی کہ کیا وہ تیرا سہارا بنکر مجھ سے بچے گا تو وہ پہاڑ زمین میں غائب ہو گیا اور اس کے

کئی ٹکڑے ہو کر شام کی طرف منتقل ہو گئے:-

پھر امام نے فرمایا کہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ - میں مڑ گیا - حضرت چلتے رہے یہاں تک کہ غری میں آ گئے تو ایک قبر پر ٹھہر گئے اور وہاں آدم علیہ السلام سے لے کر ہر ہر نبی پر سلام کا ہدیہ پہونچایا میں بھی ان کے ہمراہ سلام کا ہدیہ پہونچاتا رہا یہانتک کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کو سلام پہونچایا اس کے بعد امام قبر پر گرے اور سلام کیا اور انکی آواز گریہ بلند ہوئی اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور چار رکعت نماز پڑھی اور میں نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی اور پوچھا اے فرزند رسول یہ کس کی قبر ہے تو یہ فرمایا کہ یہ میرے جد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قبر ہے۔

واقعہ نمبر ۸:- مجھ سے محمد بن احمد بن علی بن یعقوب نے بیان کیا کہ انھوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حسن بن جہم بن بکیر سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یحییٰ ابن موسیٰ کا اور قبر امیر المومنین پر آنے والوں کے لئے ان کے روک ٹوک کرنے کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہ یحییٰ جب بھی آتے تھے تو اس مقام پر اترتے تھے جس کو "ثویہ" کہتے ہیں وہاں پر وہ طہارت وغیرہ کرتے تھے تو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کی قبر تو اس سے تھوڑا اوپر ہے اور وہ اسکی جگہ یہ ہے جس کو صفوان جمال نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بتلا دیا تھا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس تذکرہ میں فرمایا کہ جب تم غری یعنی پشت کوفہ تک پہونچ جاؤ تو اس کو اپنی پشت پر قرار دو - اور پشت نجف کی طرف اپنا رخ کرو اور تھوڑا سا داہنی جانب مڑ جاؤ تو جب "ذکورت" بیض تک پہونچ جاؤ تو وہ تمھارے سامنے ہی ہوگا - اور وہی امیر المومنین کی قبر کی جگہ ہے - اور میں بہت دفعہ وہاں گیا ہوں اور میرے اصحاب میں ایسے بھی ہیں جو اس کو صحیح نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ وہ قبر مسجد میں ہے اور بعض اصحاب کہتے ہیں کہ وہ قبر قصر میں ہے تو میں اس کی تردید کرتا ہوں کہ خداوند عالم امیر المومنین علیہ السلام کی قبر قصر میں (جو ظالم کی قیام گاہ رہ چکا ہے) قرار نہیں دے گا - اور مسجد میں بھی وہ دفن نہیں کئے گئے یہ وہ لوگ

ہیں جو خبر کو چھپانا چاہتے ہیں تو اب یہ بتاؤ کہ ہم میں سے کون صحیح کہتا ہے۔ حسن نے کہا کہ آپ ان سب سے صحیح فرماتے ہیں، آپ نے اس کو جعفر بن محمد علیہما السلام کے قول سے اخذ فرمایا ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو محمد میں اپنے اصحاب میں سے کسی کو ایسا نہیں پاتا جو تمہارے قول کی طرح کچھ کہے اور نہ تمہاری راہ پر چلے۔ میں نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ کچھ خداوند عالم کی طرف سے ہے۔ فرمایا خاموش نہ رہو اس لئے کہ خداوند عالم جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے اور وہ خداوند عالم پر ایمان لاتا ہے تو کہو کہ یہ سب توفیق خدا سے ہے اور میں اس توفیق پر اس کی حمد کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۹:۔ مجھ سے اس حدیث کو محمد بن حسن اور محمد بن احمد بن حسین نے بیان کیا انھوں نے حسن بن علی بن مہزیار سے انھوں نے اپنے والد علی سے انھوں نے حسن بن علی بن فضال سے انھوں نے حسن بن جہیم بن بکیر سے روایت کی حسن کہتے ہیں کہ میں نے اس کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ذکر کیا تھا اور اس طویل حدیث کو انھوں نے بیان فرمایا۔

واقعہ نمبر ۱۰:۔ مجھ سے محمد بن حسن نے اور محمد بن احمد بن حسین نے بیان کیا کہ ان دونوں نے حسن بن علی بن مہزیار سے انھوں نے اپنے والد علی بن مہزیار سے روایت کی۔ علی بن مہزیار کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن احمد بن اشیم نے بیان کیا کہ انھوں نے یونس بن طبیان سے روایت کی یونس کہتے ہیں کہ میں "حیرہ"، میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا جس زمانہ میں وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تھے اس شب میں جس میں صبح کی سی پورے چاند کی چاندنی کھلی ہوئی تھی تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

اے یونس تم ان ستاروں کو دیکھتے ہو کہ یہ کتنے خوبصورت ہیں تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ستارے آسمان کے رہنے والوں کے لئے امان ہیں۔ پھر فرمایا اے یونس حکم دو کہ خچر اور گدھے پر زین کسی جائے جب وہ زین کسا جا چکا تو فرمایا اے یونس اپنی سواری کے لئے ان دونوں جانوروں میں سے تم کس کو پسند کرتے ہو۔ یونس کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہوا کہ خچر کی سواری آنحضرت

کو زیادہ پسند ہے کیونکہ وہ قوی جانور ہے تو میں نے کہا کہ گدھے کی سواری کو زیادہ پسند کرتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ تم اسے مجھے دیدیجئے میں نے کہا بہتر ہے تعمیل حکم کروں گا تو وہ بھی سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا اور جب ہم حیرہ سے نکلے تو فرمایا کہ اے یونس آگے بڑھو اور حضرت فرماتے گئے کہ داہنے مڑو۔ بائیں مڑو۔ جب ہم ذکوات حمر تک پہونچے تو فرمایا کہ یہی وہ جگہ ہے۔ میں نے کہا ہاں تو وہ تھوڑا سا دائیں گئے اس کے بعد انھوں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پانی تھا اور چشمہ تھا آپ نے وضو کیا اور ایک ریگ کے ٹیلہ کے قریب گئے اور وہاں آپ نے نماز پڑھی پھر آپ ٹیلہ پر مڑے اور روئے اس کے بعد اس کے نیچے کے ٹیلے پر جھکے اور وہ لیساہی کیا اس کے بعد فرمایا کہ اے یونس جس طرح میں نے عمل کیا ہے تم بھی اسی طرح عمل کرو تو میں نے ویساہی عمل کیا تو جب میں فارغ ہوگیا تو مجھ سے فرمایا کہ اے یونس تم اس جگہ کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں تو فرمایا کہ جہاں میں نے نماز پڑھی تھی وہ امیرالمومنین علیہ السّلام کی قبر ہے اور وہ دوسرا مقام راس حسین بن علیؑ بن ابو طالب علیہما السلام ہے اس لئے کہ ملعون عبیداللہ بن زیاد نے جب حسین علیہ السّلام کے سر کو شام بھیجا تھا تو وہ کوفہ میں واپس کر دیا گیا تھا تو اس ملعون نے کہا تھا کہ اس سر کو کوفہ سے باہر کر دو تاکہ اس سے فتنہ نہ بڑھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس سر کو امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس پہونچایا۔ غرضیکہ حسینؑ کا سر جسم کے ساتھ ہے اور حسینؑ کا جسم سر کے ساتھ ہے۔

واقعہ نمبر ۱۱۔ مجھ سے جعفر رزاز نے بیان کیا انھوں نے محمد بن حسینؑ بن ابی الخطاب زیارت سے انھوں نے حسن بن محبوب سے انھوں نے اسحٰق بن جریر سے انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی کہ حضرت نے فرمایا کہ جب میں ابوالعباس کے پاس "حیرہ" میں تھا تو شب کو امیرالمومنین علیہ السّلام کی قبر پر آتا تھا اور وہ قبر ناجیہ نجف میں غری النعمان" کی طرف تھی تو میں رات بھر وہاں نماز پڑھا کرتا تھا اور قبل

صبح واپس آجاتا تھا۔

واقعہ نمبر ۱۲:۔ اور محمد بن جعفر رزاز سے یہ روایت بھی ہے اور یہ انھوں نے محمد بن حسین سے انھوں نے حجال سے انھوں نے صفوان بن مہران سے انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی صفوان کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کی جگہ کے متعلق ان سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قبر وہاں ہے جہاں ریت کے ٹیلے ہیں۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں وہاں آیا اور اس کے پاس نماز پڑھی اس کے بعد پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سال آئندہ گیا اور اپنے وہاں جانے اور نماز کے پڑھنے کی ان کو خبر دی تو فرمایا کہ تم نے صحیح سمجھا تو میں وہاں بیس سال تک نماز پڑھتا رہا۔

واقعہ نمبر ۱۳:۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور انھوں نے سعد بن عبداللہ سے انھوں نے احمد بن محمد ابن عیسیٰ سے انھوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے روایت کی۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے قبر کی جگہ کہاں ہے تو فرمایا کہ "غری" میں میں نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ "رحبہ" میں مدفون ہیں تو فرمایا کہ نہیں لیکن بعض اشخاص کہتے ہیں کہ وہ مسجد میں دفن کئے گئے۔

جائے مدفن مولائے کائنات

نجف اشرف علم کا شہر

یہ ریگستان حجاز کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ چھوٹی سی بستی جو ایک بے آب و گیاہ اور زرد ریتیلے ٹیلے پر آباد ہے، اس کی گرمیاں انگارے اگلتی ہیں اور اس کی سردیاں تخ بستگی اور انجماد کا پیغام لے کر آتی ہیں۔ اگلے وقتوں میں جب زمان و مکان کی طنابیں کھچی نہیں تھیں اور جب بجلی کے حبابوں نے اس کی فضاؤں میں مادی اجالا نہیں بکھیرا تھا اس وقت یہ بستی اپنی تین خصوصیات کی وجہ سے عراق کی دوسری بستیوں سے ممتاز تھی جو کی روٹی، کنوئیں کا پانی اور امیر المومنین کی زیارت!!!

آج جبکہ پوری دنیا کے بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ عراق بھی مکمل طور سے بدل چکا ہے، نجف اشرف کا ان تبدیلیوں کی زد میں آجانا ناگزیر سا تھا۔ اب جو کی روٹیوں کے عوض قدم قدم پر صاف ستھرے (مطاعم) ریستورانوں میں انواع و اقسام کے کھانے دستیاب ہیں اور کنوئیں کے شور اور نمکین پانی کی جگہ نجف کے گلی کوچوں میں فرات کے میٹھے پانی کی پائپ لائنوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اسی پچاسی ہزار آبادی پر مشتمل یہ چھوٹا سا شہر اپنے اندر کوئی ایسی خصوصیت نہیں رکھتا جو کسی توجہ اور التفات کے لائق ہو لیکن امیر المومنین علیؑ کی زیارت ہی ایک ایسی چیز تھی جسکی وجہ سے یہ شہر مسلمانوں کی توجہ کا مرکز قرار پایا۔ اگرچہ ایک مدت تک ماحول کی ناخوشگواریوں کی وجہ سے امیر المومنینؑ کی قبر ملنے کی نظروں سے پوشیدہ رہی لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد جب حالات بدلے اور زمانے نے کروٹ لی تو دوسری صدی ہجری میں قبر مطہر کا نشان پھر ظاہر ہوا اور لوگ جوق در جوق اس کی زیارت کے لئے نجف کی سمت چل کھڑے ہوئے۔ زمانہ گزرتا رہا یہاں تک کہ پانچویں صدی ہجری کا آغاز ہوا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب شیخ الطائفہ، ابو جعفر طوسیؒ

نے بغداد سے ہجرت کرکے قبر مطہر کے نزدیک سکونت اختیار کی اور عالم اسلام کی عظیم ترین درسگاہ کی بنیاد ڈالی جسے ہم آج حوزہ علمیہ یا جامعہ نجف کے نام سے یاد کرتے ہیں طوسیؒ کا ہجرت کرنا تھا کہ دور دراز علاقوں کے لوگ علم کی جستجو میں طویل و دشوار گذار راہوں سے قطع مسافت کرتے ہوئے نجف کی سمت بڑھنے لگے تاکہ اپنی علمی پیاس بجھاسکیں اور اپنے علاقوں کو واپس جاکر ان افکار و معارف اسلامی کی نشر و اشاعت کرسکیں۔

نجف ایک علمی ہجرت گاہ ہے، دس صدیوں کی اس طویل مدت میں شمال و جنوب اور مشرق و مغرب سے لاکھوں افراد تحصیل علم کی غرض سے یہاں آئے ہزاروں درسوں کے حلقے قائم ہوئے اور انگنت علماء اور محققین اسلامی افکار میں بحث و تحقیق کرتے رہے ان میں سے ہر دور میں کچھ اپنے وطن واپس جاتے رہے اور کچھ جنکی رگ و پے میں نجف کی خاک کا عشق اس طرح سرایت ہوا کہ وہ اسی خاک کا پیوند ہو گئے۔ نجف کی تنگ و تاریک گلیوں سے لے کر طویل و عریض شاہراہوں تک آپ مقبروں کا ایک سلسلہ دیکھیں گے جن پر حجۃ الاسلام والمسلمین، آیۃ اللہ وغیرہ کے القاب کے ساتھ مرنے والے کا نام لکھا ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ کاشی کے فرش کے نیچے ایک چھوٹے سے (زیر زمین) کمرے ایک مرطوب قبر میں سونے والا اپنے وقت کا ایک بڑا عالم تھا اور معاً آپ کی نگاہوں میں اس کی زندگی کا یہ منظر گھوم جائے گا کہ وہ اپنے مقلدین اور شاگردوں کے حلقے میں نماز جماعت یا درس کی غرض سے صحن مقدس کی طرف جارہا ہے اور تنگ و تاریک بازاروں سے گزرتے ہوئے اس کے معتقدین اس کے پیچھے پیچھے صلوٰۃ پڑھتے ہوئے ساتھ چل رہے ہیں، تاجر اپنی دوکانوں سے اتر کر اس کا ہاتھ چوم رہے ہیں اور وہ اطمینان و وقار کے ساتھ سر جھکائے ہوئے بڑھتا جارہا ہے۔ آپ ان مقبروں کے کتبوں کو پڑھ کر یہ بھی اندازہ لگالیں گے کہ یہ سارے کے سارے علماء عرب یا ایرانی ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں روسی بھی ہیں اور افغانی بھی، ان میں تاشقند، بلخ، بخارا اور کابل کے رہنے والے بھی ہیں اور لاہور، لکھنؤ، اور الہ آباد کے باشندے بھی۔!

مقبروں کی یہ بہتات دیکھ کر آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ شہر مقبروں کا شہر ہے لیکن نہیں ایسا نہیں ہے، یہ شہر مقبروں کا شہر نہیں ہے۔ یہ مدرسوں کا شہر ہے

ان گنت مدرسوں کا شہر ایسے مدرسوں کا جن کی چہار دیواری میں انصاری، آخوند اور اصفہانی جیسے علما، پروان پاتے رہے، یہ مدرسے طالب علموں کی سکونت گاہ بھی ہیں اور درس گاہ بھی۔ یوں تو اکثر درس مسجدوں اور حرم مطہر کے ارد گرد بنے ہوئے کمروں میں ہوتے ہیں لیکن ہر مدرسہ میں ایک ہال درس و تدریس کے لئے بنایا ہے اس کے علاوہ ہر طالب علم کا کمرہ اپنی جگہ پر ایک مستقل درس گاہ ہوتا ہے وہ اپنے سے چھوٹے طالب علموں کو درس دیتا ہے اور اپنے ہم درسوں سے گزشتہ اسباق کا مذاکرہ کرتا ہے۔

آئیے آپ کو کچھ مدرسوں سے روشناس کرائیں اور ان کی فضاؤں سے آپ کو قریب تر کر دیں محلہ عمارہ کی اس تنگ گلی میں واقع یہ مدرسہ خلیلی بزرگ ہے اس کے موسس آیۃ اللہ مرزا حسینی خلیل ہیں جو اپنے عہد میں ایران کے عالم اور مشہور سیاستدان تھے، مدرسے کے صحن میں بنا ہوا یہ حوض دو حصوں میں تقسیم ہے، اس کا ایک حصہ صرف وضو کیلئے مخصوص ہے اور دوسرے میں طالب علم نہاتے ہیں، آج جمعہ کا دن ہے اس لئے مدرسہ میں کافی چہل پہل ہے وہ سامنے کمرے کے آگے بیٹھے ہوئے طالب علم تبت کے رہنے والے ہیں اور کسی علمی موضوع پر اپنی مادری زبان میں گفتگو کر رہے ہیں، وہ دیکھئے سرخ و سفید دو طالب علم جہازی سائز کی بڑی بڑی کتابیں کھولے مذاکرے میں مشغول ہیں۔ یہ ترکی کے دو طالب علم ہیں اور گزشتہ درسوں پر بحث کر رہے ہیں اور ادھر کچھ ہندوستانی طلباء ہیں جو دوپہر کے کھانے کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں ادھر بائیں طرف مکتبہ کی دیوار سے لگ کر کھڑے ہونے والے طلباء پاکستانی ہیں جو کتابوں کے نیلام سے کتابیں خرید کر لائے ہیں اور ان کا معائنہ کر رہے ہیں۔

آئیے دوسرے مدارس کی طرف چلیں یہ مدرسہ بروجردی بزرگ کا ہے جسے آیۃ اللہ بروجردی کے حکم سے ۶۰ ہزار دینار کے صرفے سے تعمیر کیا گیا ہے، اس مدرسے

کے رہنے والے طالب علم بڑے فیشن ایبل اور بہت خوش پوشاک مشہور ہیں۔ مدرسہ کی پُشت پر ایک صف بستہ بازار ہے اس میں ایک دقیانوسی مدرسہ ہے جسے مدرسۂ سلیمیہ کہا جاتا ہے یہ اپنی قدیم وضع کی وجہ سے نظروں سے اُتر چکا ہے لیکن کبھی اپنے دور کا ایک معیاری مدرسہ تھا اس میں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء میں عراق کے ایک سابق وزیر اعظم اور دو عالم بھی ہیں۔

وہ سامنے جو سڑک جا رہی ہے اس کا نام جادۂ کوفہ ہے۔ یہ سڑک عراق کی مرکزی سڑک ہے اور کوفہ سے ہوتی ہوئی بغداد اور بغداد، سامرہ اور موصل تک جاتی ہے اس سڑک پر جو سب سے عظیم الشان عمارت واقع ہے، یہ حقیقتاً نجف کی سب سے خوبصورت اور سب سے عظیم عمارت ہے۔ یہ جامعۃ النجف ہے جسکی تعمیر پر ۲ لاکھ دینار صرف ہوئے ہیں۔ یہ درسگاہ نئے نظام تعلیم کے تحت چلائی جاتی ہے۔

اب ہم آپ کو ان مدرسوں میں پڑھنے والے طالب علموں سے روشناس کراتے ہیں۔ یہ مختلف درجوں کے طالب ہیں اور کچھ ابتدائی درجوں کے طالب ہیں اور کچھ درس خارج (یعنی اعلیٰ تعلیم) کے لیکن آپ ان میں فرق محسوس نہیں کر سکیں گے اس لئے کہ یہ حد سے زیادہ با اخلاق ہوتے ہیں، یہ ایک چھوٹے سے طالب علم کی بھی اتنی ہی عزت کرتے ہیں جتنی ایک درس خارج کے طالب علم کی۔ ابتدائی اور ثانوی درجوں کے طالب ہوں یا درس خارج (اعلیٰ تعلیم) کے کبھی کسی بات کو تحقیق کے بغیر قبول نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہ چونکہ درس یہ کہہ رہا ہے اور یہ چونکہ کتاب کے مصنّف کی رائے یہ ہے اس لئے یہ صحیح ہے بلکہ انھیں فکر کی پوری آزادی ہے کہ وہ اس بات کو قبول کریں یا رد کریں، مسجد ہندی، مسجد شیخ انصاری اور مسجد طوسی کے چھوٹے چھوٹے درسی حلقوں میں بھی آپ یہ بات بآسانی محسوس کر سکیں گے، مثلاً آپ صبح سے ظہر تک اور عصر میں مغرب سے دو گھنٹے قبل مسجد ہندی میں داخل ہوں تو یہ دیکھ سکتے ہیں کہ داہنی طرف کے گوشے میں درس دیتا ہوا ایک مدرس فقہ میں علامہ حلّی کی رائے سے شدید اختلاف کر رہا ہے اور دوسری طرف اپنے شاگردوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہوا ایک دوسرا

مدرس تفتازانی کے کسی ادبی اور رہبانی مسئلہ کی غلطیاں بیان کرکے اپنے نظریہ کی وضاحت کر رہا ہے، اس کے علاوہ اکثر ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ مدرس اور طلباء کے درمیان کسی مسئلے میں نظریاتی اختلاف ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اپنی رائے سے ہٹ کر طلباء کی رائے قبول کر لیتا ہے لیکن یہ بات اس کے علم و وقار کے منافی نہیں ہوتی اس لئے کہ نجف کے اساتذہ اس بات کے عادی ہیں کہ وہ وقار تدریس اور حق و انصاف میں توازن برقرار رکھیں اس سلسلے میں آپ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ طلباء اور مدرسین کا یہ فکری استقلال صرف اس دور میں تشکیل نہیں پاتا وہ اعلٰی تعلیم حاصل کرتے ہوئے صاحب رائے ہو جاتے ہیں بلکہ ابتداہی سے انکے ذہن کی نشو و نما اس نہج پر ہوتی ہے کہ وہ اپنے علم کو ذمہ داریوں کا امین بنا سکیں۔

نجف کے طالب علموں نے سیاست میں کبھی حصّہ نہیں لیا خواہ وہ سیاسی مسائل کیسے ہی محیط کیوں نہ ہوں اس لئے کہ ایک نجفی طالب علم اپنے پاس اتنا وقت نہیں پاتا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسرے مشاغل بھی جاری رکھے، لیکن گزشتہ دس برس کے اندر عراق جن ہولناک سیاسی انقلابات کا گہوارہ بنا رہا اور جن اجنبی اثرات کے زیر اثر عراق کی خالص اسلامی ثقافت پر سمندر پار کی ثقافتوں کے دھبے نمایاں ہوتے رہے ہیں ان کا اگر آپ بہ نظر غائر مطالعہ کریں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ نجف کے طالب علم اپنی پوری دیانت کے ساتھ ان حالات سے نبرد آزما رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہی سے نجف میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ جب بھی ملک و قوم کو صحیح قیادت کی ضرورت ہوئی نجف کے علماء اور طالب علم آگے بڑھ گئے، ترکوں کا حادثہ انقلاب نجف اور انقلاب عراق اس کی واضح ترین مثالیں ہیں جن میں قرطاس و قلم سے دست و گریباں رہنے والے لوگ بندوق اور جدید اسلحوں سے لیس ہو کر اجنبی طاقتوں سے ٹکرا گئے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جامع نجف اقتصادی طور سے

خود کفیل ہے وہ حکومت کی امدادوں اور عظیم افراد کے عطیات سے نہیں چلتا بلکہ اس کا بار سارے کا سارا دنیا کے چپے چپے میں بسنے والے اہلِ تجارت کے کاندھوں پر ہے جو اپنا سالانہ خمس اور اس کے علاوہ عطیات بھی نجف ہی کو بھیجتے ہیں اور جن ملکوں سے ایک خطیر رقم اس سلسلہ میں نجف بھیجی جاتی ہے وہ عراق، پاکستان، افغانستان، خلیج فارس کی آبادیاں، مشرقی افریقہ، برما، سیریا، لبنان وغیرہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مرحوم سید ابوالحسن اصفہانی کے پاس جامعہ کے لئے آنے والی رقم کبھی کبھی چھ لاکھ دینار سے بھی بڑھ جاتی تھی اسی طرح ملک عبداللہ (سابق شاہ اردن) کا قول تھا کہ سید ابوالحسن کے پاس آنے والی رقم بعض حکومتوں کی سالانہ آمدنی سے زیادہ ہے۔

شاہ فیصل کے زمانے کے ایک وزیراعظم صالح جبر نے اس بات کی بڑی کوشش کی نجف کو حکومت عراق کے ادارۂ اوقاف کے تحت لے لیا جائے لیکن اس وقت کے نجف کے ذمہ دار افراد نے اس بات کو گوارہ نہیں کیا اور نہ وہ آج تک اسے قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

اب ہم آخر میں آپ کو وہ موضوعات بھی بتا دیں جن کا مطالعہ اور جنکی تعلیم ایک نجفی طالب علم کے لئے ضروری ہے دینیات میں فقہ، اصول فقہ، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، ادب میں نحو، صرف، بلاغت عروض اور لغت، ریاضیات میں حساب اور ہندسہ اور عقلی علوم میں منطق فلسفہ اور علم کلام اس کے علاوہ تجرباتی علوم کے کچھ بنیادی مسائل بھی ان میں شامل ہیں اور نجف کا طالب علم ان علوم کے مطالعہ سے بچنے والے اوقات میں معاشیات، سیاسیات، تاریخ وغیرہ کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔

(بشکریہ حریت)

نجف اشرف اور نجف کی وجہ تسمیہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ نجف ایک عظیم الشان پہاڑ تھا اور یہ وہی پہاڑ تھا کہ جس کو دیکھ کر فرزند نوح علیہ السلام نے کہا تھا میں پہاڑ پر پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی کے عذاب سے بچا سکتا ہے اس پر خداوند کریم نے اس سے خطاب کیا کہ کیا تجھ میں یہ طاقت ہے کہ میرے عذاب سے بچ جائے یہ خطاب سُنکر پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور بہت باریک ریل کی صورت میں مبدل ہو کر بلاد شام میں منتشر ہو گیا اور پھر اس کی جگہ ایک عظیم الشان دریا موجیں مارنے لگا کہ جس کا نام "نے" پڑ گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ دریا خشک ہو گیا تو اس کا نام "نے جف" یعنی "نے خشک" ہو گیا اس کے بعد کثرت استعمال کی وجہ سے نجف کہا جانے لگا۔

نجف کی زمین مولا علیؑ نے خریدی تھی!

نجف اشرف کی زمین کو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خریدا تھا پھر آخر میں حضرت علیؑ نے خرید فرمایا چنانچہ فرحتہ الغری میں ہے کہ عقبہ بن علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے خورنق ذخیرہ سے کوفہ تک کسانوں سے ساری زمین کو چالیس ہزار درہم میں خرید لیا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اس زمین کو خرید رہے ہیں درانحالیکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ کوفان۔ کوفان اس کا اول سے مل جائے گا۔ اور اس سے ستر ہزار افراد ایسے محشور ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے میں نے چاہا کہ وہ میری ملکیت سے محشور ہوں۔

مرقدِ اطہر جناب امیر علیہ السّلام کی تعمیر کی کہانی

سب سے پہلی تعمیر قبر مبارک پر خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے ۱۷۰ھ میں کی اس نے سرخ گنبد مرقد کے اوپر تعمیر کیا چاروں طرف چار دروازے لگوائے اور قبر مبارک کی دیواروں کو سفید اینٹوں سے بنوایا

(۲) محمد ابن زید حسنی والئی طبرستان نے مقتضد باللہ عباسی کے دور میں قبہ چار دیواری اور قلعہ نما روضہ تعمیر کیا جس میں ستر طاق تھے۔ مقتضد باللہ کا دور حکومت ۲۷۸ھ سے ۲۸۹ھ تک ہے

(۳) جب ۳۶۷ھ میں عضد الدولہ فنا خسرو ابن رکن الدولہ برسر اقتدار آیا تو اس نے بصرف کثیر روضہ کی پرشکوہ عمارت بنوائی دیواروں پر ساج کی لکڑی کے تختے جڑے اور سفید رنگ کا گنبد تعمیر کیا اس تعمیر کے موقع پر عضد الدولہ نے وصیت کی تھی کہ اسے نجف میں حضرت کے جوار میں دفن کیا جائے جب اس کا ۸ شوال ۳۷۲ھ میں انتقال ہوا تو اسے روضہ اطہر کی غربی جانب دفن کیا گیا۔

(۴) ۷۵۵ھ میں آتش زدگی کا حادثہ رونما ہوا اور عمارت کا بیشتر حصہ منہدم ہو گیا مگر ۷۶۰ھ میں اسے پھر سے تعمیر کر دیا گیا۔

(۵) ۹۱۴ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی متوفی ۹۳۰ھ نے فولادی ضریح بنوائی اور حرم میں طلائی قندیلیں آویزاں کیں۔

(۶) ۱۰۳۲ھ میں شاہ عباس کبیر متوفی نے روضہ اقدس کی تعمیر کی اور صحن کو وسعت دی۔

(۷) ۱۰۴۷ھ میں شاہ صفی صفوی نے ۱۰۵۲ھ میں تعمیر شروع کی اور اس کی تکمیل اس کے بیٹے شاہ عباس ثانی متوفی ۱۰۷۷ھ نے کی۔

(۸) ۱۱۵۴ھ یا ۱۱۵۶ھ میں نادر شاہ افشاری نے فتح ہند کے بعد کاسی کے اینٹوں سے روضہ کی مرمت کی اور گنبد اور میناروں پر سونا چڑھایا۔

(۹) ۱۲۰۰ھ میں محمد خاں قاچار نے، ۱۲۳۲ھ میں فتح علی شاہ قاچار نے اور ۱۲۸۸ھ میں ناصر الدین شاہ قاچار نے روضہ کی تعمیر و تزئین میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

(۱۰) ۱۳۶۱ھ میں ملّا طاہر سیف الدین رئیس جماعت بوہریر نے ایک خوشنما گنگا جمنی (سونے اور چاندی کے کام کی) ضریح نصب کی۔

(۱۱) اس چودہویں صدی کے نصف آخر میں ایک تاجر نے خالص سونے کے دروازے لگائے ہے۔

(۱۲) اسی ہی صدی میں شاہ ایران محمد رضا شاہ پہلوی کی طرف سے مزار پر آئینہ کاری کی گئی اور ان ہی کی طرف سے روضہ کے اندر ریہ ربا کی بھی آویزاں کرائی گئی۔

گر در حرمت آئینہ کاری کردم
کارے نہ سزائے شہریاری کردم
تا جلوۂ حق بہ بینم از طلعت تو
در پیش رخت آئینہ کاری کردم

حرم اقدس جناب امیر کا حال

حضرت علی علیہ السلام کا روضہ شہر نجف کے وسط میں واقع ہے بیرون حرم چاروں طرف سڑکیں اور بارونق بازار ہیں روضہ مبارک کا صحن بڑا کشادہ ہے۔ روضہ مبارک کا احاطہ پختہ اور بلند ہے۔ جس میں چاروں طرف آمد و رفت کے لئے عالیشان دروازے ہیں۔ جنکے نام یہ ہیں۔

۱۔ باب الساعت یا دروازہ جانب مغرب۔
۲۔ باب المراد یا باب الفرج جانب مشرق۔
۳۔ باب طوسی جانب شمال۔

۴۔ باب قبلہ (در قبلہ) جانب جنوب۔

قبۂ مطہر کا گنبد طلائی ہے جو بہت دور سے درخشاں نظر آتا ہے اور گرد مینار طلائی ہیں جن میں سے ایک کعبہ کی طرف کسی قدر جھکا ہوا ہے اور روضہ اقدس کے تمام اندرونی حصوں میں کاسی اور آئینہ بندی اعلیٰ قسم کی ہے۔ اہل ایران نے روضہ اقدس میں ایسی صناعی کی ہے جس کی لاگت کا اندازہ مشکل ہے در و دیوار پر وہ بلوریں نقش و نگار بنائے کہ ہر آئینہ کی تراش نگاہ مردم کو خیرہ کر رہی ہے۔ شیشہ کو کاٹ کر گل بوٹے بنانا ایرانیوں ہی پر موقوف ہے۔ حرم میں برقی قمقمے۔ جھاڑ۔ فانوس لٹک رہے ہیں۔ اور مخفی گوشوں میں چھپے ہوئے رنگ برنگے ٹیوب لائٹ لگی ہوئی ہیں۔ جو وقت پر خود بخود منور ہو جاتی ہیں۔

روضہ اقدس کی دیواروں سے جس میں ہزاروں آئینوں کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں روشنی کے وقت عجب کیفیت پیدا کرتے ہیں کہیں آبی شعاعیں کہیں سبز تقدر کا دریا موجزن ہے۔ حرم مطہر کا ہر ہر گوشہ ان روپہلی سنہری کرنوں سے تمام شب منور رہتا ہے۔

نادر شاہ بادشاہ نے روضہ مبارک پر کافی سونا چڑھایا ہے باہر کے دروازے پر زنجیر طلائے نادری لٹک رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ نادر شاہ نے اپنے آپ کو سگ درگاہ جناب امیر المومنین بنایا تھا۔ ضریح مقدس اندر فولادی باہر نقرئی ہے۔ صندوق قبر انور بلند ہے اس پر قیمتی شال بچھی رہتی ہے اور تاج شمشیر۔ زرہ اور سپر لگے ہوئے ہیں۔ ایک سونے کا بخور دان رکھا ہوا ہے جو شاہ سلطان حسین کی بیٹی نے ہدیہ کیا تھا۔ ایک طلائی تاج مرصع روضہ کی چھت پر ایک قندیل کے اندر رکھا ہے۔ یہ تاج محمد شاہ شہنشاہ ہند کا تھا۔ ہندوستان سے نادر شاہ نے لاکر رکھا تھا اور ایک تاج زریں فتح علی شاہ قاچار شہنشاہ ایران کا ہے۔ جو ضریح اقدس کے قبلہ رُخ صندوق مبارک سے لگا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ لاکھوں روپیہ کے جواہرات رکھے ہوئے ہیں۔ آخر میں ایک ایمان تازہ آقائے شیخ محمد تقی ایرانی نے دس لاکھ

تو ماں صرف کر کے ایک شاندار خالص سونے کا دروازہ جو اپنے طول و عرض میں پہلے چاندی کے دروازے سے تقریباً دوگنا بڑا ہے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ لاکر نصب کر دیا ہے اس بیش قیمت سنہری دروازہ نے حرم اطہر کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ سونے کی دیواروں اور ان کے درمیان میں سونے کے مینار اور ان کے درمیان میں سونے کا عظیم ہیکل قبہ دیکھنے سے پورا روضۂ مبارک سونے کا ایک مکان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن طلاکاری کی اس شہنشاہ دین و دنیا کے آگے کیا حقیقت جس کی ایک ٹھوکر میں سونے اور چاندی کے دریا بہنے لگتے ہیں۔ جس کی کنیز فضہؓ خود سونا بنانا جانتی تھی حرم کے میناروں سے صبح۔ دوپہر اور شام اللہ اکبر۔ اور علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل کی آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔

سر مطہر کی طرف مرقد علوی میں دو سوراخ ہیں

ضریح اقدس میں سر مطہر کے نزدیک دو سوراخ ہیں ان سوراخوں کے نزدیک گراں بہا جواہر آویزاں ہیں۔ یہ سوراخ وہ ہیں کہ جس وقت مرہ بن قیس حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے دفن کے بعد اپنے پرانے کینے کی وجہ سے ضریح اقدس کے ساتھ بے حرمتی کرنا چاہتا تھا ان سوراخوں سے آپؑ کی دو مبارک انگلیاں باہر نکلیں اور شمشیر کی طرح اس شقی ازلی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ تب ان دونوں ٹکڑوں کا وزن کیا گیا تو بالکل مساوی نکلے۔ اس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ ملعون، جناب امیر علیہ السلام کا قاتل کیا ہوا ہے۔

اندرون حرم بہت سے قطعات منقش آویزاں ہیں جسمیں یہ رباعی بھی ہے۔

جا گزیں کعبۂ دل میں ہے ولائے حیدرؑ
راہِ معبود پر چلنے کا یہ رتبہ ہے نقی

اور پہنچا ہے وہاں کون سوائے حیدرؑ
زینت دوش محمدؐ ہوئے پائے حیدرؑ

علیؑ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے

سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر حصہ اول صفحہ نمبر ۴۸۵ سال طباعت ۱۹۶۹ء میں حکیم زاہد علی صاحب اکبر آبادی سے روایت ہے کہ نادرشاہ کے عہد میں (جب سنئے مرے سے) حضرت علی علیہ السلام کا روضہ نجف میں تعمیر کیا گیا تو اس کے اوپر سونے کا پنجہ نصب کرنے کی تجویز ہوئی اس پنجہ پر کوئی مناسب عبارت کندہ کرانے کا مسئلہ اٹھا عمارت کا منتظم "درہ نادرہ" کے مصنف مرزا مہدی علی خاں کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا کہ کیا لکھا جائے مرزا صاحب نے جواب دیا کہ بادشاہ (نادر شاہ) کی سخت مزاجی کا تمھیں علم ہے لہذا پہلے ان کے پاس جاؤ وہ یہ کام میرے ذمے لگا دیں تو غور کروں گا۔ منتظم بادشاہ (نادر شاہ) کے حضور میں پہنچا اور عرض مدعا کیا کہ پنجہ پر کیا لکھا جائے؟ بادشاہ کی زبان سے بے اختیار یہ آیت صادر ہوئی۔

"ید اللہ فوق ایدیھم"

(ترجمہ) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ!

منتظم عمارت نے یہ قصہ آکر مرزا مہدی علی خاں کو سنایا تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے کہ غیر عالم بادشاہ کے منہ سے ایسی بہترین چیز کا فی البدیہہ ادا ہونا ضرور کسی غیبی اثر سے ہے۔ مرزا صاحب نے منتظم سے کہا کہ دیکھو تم چند دن کے بعد پھر اس بارے میں پوچھنا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا تو وہ لاعلمی کا اظہار کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا بعد میں پوچھنے پر بادشاہ کے ذہن میں وہ بات نہ آسکی اور حکم دیا کہ جاؤ جا کر مرزا مہدی سے دریافت کر لو۔ منتظم عمارت نے مرزا صاحب کو بادشاہ کا حکم سنا دیا جناب مرزا مہدی علی خاں نے اس پنجہ پر یہی آیت لکھا دی۔

ابن ملجمؒ قاتلِ امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی قبر اور اس کا انجام

سفر نامہ ابن بطوطہ حصہ اوّل مترجم رئیس احمد جعفری ندوی
ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی صفحہ ۲۸۰ اور ۲۸۱

" ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں جب کوفہ کا حال لکھتا ہے تو وہاں پر اس مقام کا بھی ذکر کرتا ہے جس مقام پر قاتلِ جناب امیر علیہ السلام ابن ملجم ملعون کی قبر واقع ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ

" میں نے کوفہ کے قبرستان کے مغربی جانب ایک مقام دیکھا جو سفید زمین پر نہایت سیاہ دھبّہ کی طرح تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ الشقی ابن ملجم مردود ملعون کی قبر ہے باشندگان کوفہ ہر سال بہت ساری لکڑیاں لے کر آتے ہیں اور اس کی قبر کے مقام پر (رات دن) سات روز تک جلاتے ہیں۔"

حضرت علیؑ کے قاتل ابن ملجم کی ایک اور ناپاک حرکت

کتاب لطائف علمیہ صفحہ نمبر ۹ روایت نمبر ۳۱ - از قلم علامہ ابن جوزی بغدادی ناشر کتاب رائٹرز بک کلب الیسہ بینٹ بجو نز پاک لاہور کینٹ مترجم مولانا اشتیاق احمد صاحب نقشبندی تحریر فرماتے ہیں " حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارے میں جناب علامہ ابن جوزی بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے ابو الوفا ابن عقیل کے قلم کا یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب ابن ملجم قاتل امیر المومنین کو گرفتار کر کے

حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں تو اس پر جناب حسن علیہ السلام نے اس کی بات سننے سے انکار کر دیا اور اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اس کا ارادہ میرا کان چبانا تھا پھر ابن ملجم نے بھی لوگوں سے کہا واللہ اگر حسنؑ کے کان پر میرا قابو چل جاتا تو کان سوراخ کے پاس سے منہ سے پکڑ کر چبا جاتا (لیکن علم امام نے باخبر کر دیا) ابن عقیل لکھتے ہیں کہ اس سید (امام حسنؑ) کی حس رائے دیکھو ایسی حالت میں کہ ان پر ایسی شدید مصیبت نازل ہوئی تھی جو مخلوق کو حواس باختہ کر دینے والی تھی کس حد تک دقیقہ رس تھی اور ملعون کو دیکھو کہ ایسی حالت میں جب کہ قتل ہونے جا رہا ہے۔ اپنی خباثت اور ناپاک حرکت سے پھر بھی باز نہیں آ رہا تھا۔ مفاد پرست دنیا علی اور اولاد علیؑ سے کس قدر بغض و کینہ رکھتی تھی۔

بیت المقدس کے ارد گرد جو بھی پتھر تھا اس کے نیچے خون موجزن تھا!

کتاب عیون المعجزات ترجمہ مولانا شریف صاحب ناشر مکتبہ ساجد ملتان صفحہ ۶۷-۶۸ میں ایک روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امیر المومنین کے انتقال والے دن بیت المقدس کے ارد گرد جو بھی پتھر تھا اس سے خون بہہ رہا تھا۔ قریش کے نسب نامہ میں جو کتاب ابو الحسن نے نقل کی ہے اسمیں زہری کی زبانی تحریر کیا گیا ہے۔ زہری کا بیان ہے کہ میں بیت المقدس سے آ رہا تھا اور عبدالمالک بن مروان نے مجھ سے دریافت کیا اے زہری جس روز علی بن ابی طالب قتل ہوئے اس روز کون سی علامت پائی جاتی تھی میں نے کہا کہ لوگوں نے اس روز صبح کے وقت بیت المقدس کے جس پتھر کو بھی اٹھایا اسکے نیچے سے تازہ خون بہہ رہا تھا۔ عبدالمالک نے کہا اے زہری ہم بھی اس علم سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

امیر المومنینؑ کے قاتل ابن ملجم کا انجام

اور فتوحات القدس میں ابو القاسم حسن بن محمد المعروف بہ ابن الوفا سے منقول ہے کہ میں ایک روز مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا کہ مقام ابراہیم کے پاس ایک عجیب و غریب مجمع نظر پڑا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک راہب جو تصوف کا جبہ پہنے ہوئے ہے اور نہایت خوش نما اور وہ اور قوی ہیکل ہے مقام مذکور کے برابر میں بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہے کہ ایک دن میں اپنے عبادتخانہ میں بیٹھا تھا کہ کوئی شخص بھی میرے پاس آ جا نہ سکتا تھا یکایک میں نے دیکھا کہ عقاب کی طرح کا ایک بڑا پرندہ اوپر سے نیچے اترا اور دریا کے کنارے پر ایک پتھر کے اوپر بیٹھا اور جسم انسانی کا چوتھائی حصہ قے کر کے چلا گیا پھر آیا اور پہلے حصہ کے برابر چوتھا ٹکڑا اگل کر اڑ گیا اسی طرح چار دفعہ آیا اور چوتھائی حصہ ہر مرتبہ اگل کر چلا گیا یہاں تک کہ پورا جسم انسانی اس پتھر پر چھوڑ کر پرواز کر گیا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چاروں ٹکڑے باہم مل کر ایک مکمل انسانی جسم بن گیا وہ بدصورت مرد اٹھ کر اپنی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ پرندہ پھر آن پہونچا اور اپنی چونچ سے اس کا چوتھائی حصہ کاٹ کر اڑ گیا اسی طرح چار دفعہ کر کے اس کے بدن کے چوتھائی حصے کو لے جاتا تھا اور باقی بدن وہیں تڑپتا رہ جاتا تھا یہاں تک کہ سارا بدن چار دفعہ میں اڑا کر لے گیا میں اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر نہایت متحیر اور متعجب ہوا اور اپنے دل میں نہایت افسوس کرتا تھا کہ کاش جب وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوا تھا اور اس کے اعضا درست اور مکمل ہو چکے تھے اس سے سوال کرتا تو کون ہے اور اس عذاب الیم اور عتاب عظیم کا کیا باعث ہے ناگاہ میں نے دیکھا کہ اسی جانور نے بدستور سابق چوتھائی بدن کو قے کر کے نکالا اور چاروں ٹکڑے باہم مل کر پورا بدن تیار ہو گیا میں جلدی سے اس جسم کے پاس پہنچا اور اس کا

حال دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ میں بدترین اولاد آدم عبدالرحمٰن ابن ملجم ہوں جس نے رسول آخرالزماں صلعم کے وصی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو شہید کیا ہے۔ اور اسی روز سے اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو مجھ پر تعینات کیا ہے اور مجھ کو اس عذاب میں جو تو نے دیکھا مبتلا کر رکھا ہے اور ہر روز کئی مرتبہ اس طرح مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قے میں نکالتا ہے اور جب میں زندہ ہو جاتا ہوں تو پھر مجھ کو اسی ذلّت و خواری سے مار ڈالتا ہے۔

حضرت علیؑ کے روضۂ مبارک نجف میں اب بھی معجزے ہوتے ہیں

شہرۂ آفاق پارسی ادیب مسٹر ڈی۔ ایف کراکا نے مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء کے انگریزی جریدہ کرنٹ بمبئی کی اشاعت میں بعنوان حضرت علیؑ اعظم کے روضہ نجف میں اب بھی معجزے ہوتے ہیں ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

"۱۹۶۸ء میں میرے گردہ اور مثانہ کا ایک پیچیدہ آپریشن ہوا اس آپریشن کے بعد ہی جس کے زخم کا نشان ۱۲" انچ لمبا ہے میرے دل میں حضرت علیؑ کے روضہ پر حاضری کی شدید تمنا پیدا ہوئی اس لئے کہ چودہ سال پہلے اسلام کا یہ عظیم رہنما میرے خواب میں آیا تھا۔! وہ میرے خواب میں کیوں آئے تھے یہ مجھ سے نہ پوچھئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ علیؑ اعظم عراق کے شہر نجف میں جو بغداد سے ۱۸۰ کلو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ دفن ہیں بمبئی کے عراقی قونصل جنرل کا مکان قدیمی نقش و نگار سے آراستہ فرنیچر اور میں ترکی قہوہ پی رہا تھا۔ یہ قہوہ لذیذ تھا لیکن میرے گردہ کے لئے جس سے ابھی پتھری نکالی گئی تھی مفید نہیں تھا میں نے اسی وقت قونصل جنرل کو سفر عراق کی وجہ بتائی۔ میں عراق جانا چاہتا ہوں مگر صحافی کی حیثیت سے نہیں بلکہ زائر کی حیثیت سے۔ میں مزار علیؑ پر حاضر ہو کر

اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں " " حضرت علیؑ " عراقی قونصل جنرل نے متعجب ہو کر کہا لیکن آپ تو مسلمان نہیں ہیں، جی ہاں! میں نے جواب دیا میں مسلمان نہیں ہوں لیکن ۱۹۵۶ء میں سب سے پہلے میرے خواب میں حضرت علیؑ آئے تھے انھوں نے اپنا مبارک چہرہ دکھایا تھا، انھوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور انھوں نے مجھے اپنی جانب کھینچا تھا۔ قونصل جنرل نے جو اس نام کی عظمت کا پورا احساس رکھتا تھا میرے چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں۔ اس پر خوف اور عظمت کا احساس طاری ہو چکا تھا اور اسی احساس کے تحت اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے " حضرت علیؑ " انھوں نے پھر کہا، لیکن آپ مسلمان نہیں ہیں پھر وہ آپ کے خواب میں کیوں تشریف لائے۔؟

میں نے جواب دیا، مجھ سے نہ پوچھئے کیوں؟ یہ سوال حضرت علیؑ سے کیجئے مجھ سے نہ کیجئے۔ میں پہلی بار حضرت علیؑ کی جشنِ ولادت کے دن نجف پہونچا تھا۔ یہ بڑی تعجب خیز بات تھی کہ اس دن جیسے ہی میں نے حضرت علیؑ کے روضہ میں قدم رکھا ویسے ہی ساری روشنی کے جھاڑ اچانک روشن ہو گئے تھے اور ان کی روشنی سے روضہ کے گنبد میں جڑے ہوئے ہزاروں آئینے جگمگا اٹھے تھے۔

فروری ۱۹۷۰ء میں دوبارہ نجف گیا میں نے محسوس کیا کہ اس وقت میری حاضری سے حضرت علیؑ زیادہ خوش نہ تھے۔ ان کے روضہ کے طلائی گنبد کی مرمت ہو رہی تھی یہ وہی زمانہ تھا جب ایک آسٹریلین غنڈہ نے یروشلم کے قدیمی حصہ میں مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی کوشش کی تھی اور اس وقت جبکہ میں نجف کے روضۂ اقدس کے ایک کونے میں بیٹھا دعاؤں میں مصروف تھا ایک مسلح حفاظتی دستہ میری نگرانی کر رہا تھا۔ جب میں ایک سید کے ساتھ روضہ سے باہر صحن میں آیا تو اس وسیع و عریض صحن میں ہم محض دو آدمی تھے باقی سارا روضہ خالی تھا۔ اب میں نجف کے تیسرے سفر سے واپس آیا ہوں یہ میری تیسری زیارت اپنے حسن و

دلکشی میں سابقہ زیارات کو ماند کر دیتی ہے ۔ جیسا کہ کرنٹ کے قارئین جانتے ہیں
یہ سال میرے لئے اور اخبار کے لئے کچھ اچھا ثابت نہیں ہوا اسلئے
ان کاموں کے علاوہ جو مجھے مشرق وسطیٰ میں تھے میں اس روضۂ اقدس
پر ضرور حاضری دینا چاہتا تھا جس کا مکیں اس وقت بھی میری مدد کرتا
ہے ۔ جس وقت ساری دنیا مجھ پر ضربیں عائد کرتی ہے ! اور اس حضوری
کا نتیجہ یہ ہے کہ میں جسمانی ، ذہنی اور روحانی طور پر زیادہ تازہ دم
نظر آتا ہوں .

اتوار کی صبح کو سوا سات بجے ہم بمبئی سے بغداد کے لئے روانہ ہوئے
۲½ گھنٹہ میں وہاں پہنچ گئے دوسرے دن پیر کو ہم کربلا کی راہ سے
نجف کے لئے روانہ ہوئے ۔ میرے ڈرائیور کا خیال تھا کہ میں کربلا کی
زیارت کروں گا جہاں حضرت علی علیہ السلام کے دو بیٹوں یعنی امام حسینؑ
اور حضرت عباسؑ کے مزارات ہیں ۔ یہ دونوں کربلا کی جنگ میں شہید
ہوئے تھے میں نے ڈرائیور سے کہا کہ ہم سیدھے نجف جائیں گے ڈرائیور
نے احتجاج کرتے ہوئے کہا ۔ سارے سیاح پہلے کربلا جاتے ہیں" ہوا
کرے ،، میں نے جواب دیا میں سیاح نہیں ہوں ۔ ڈرائیور نے مڑ کر
تعجب سے دیکھا ۔ میں نے اسے سمجھایا ۔ میں نہ مسلمان ہوں اور نہ سیاح
ہوں ۔ میں حضرت علیؑ کے حضور میں عقیدت کا سر جھکاتا ہوں اسلئے
کہ برسوں پہلے وہ میرے خواب میں آئے تھے گزشتہ سال جب میں
بے حد بیمار تھا تو پورے سال انھوں نے ہی مجھے باقی رکھا ۔ دوسرے
میں اسے یہ نکتہ سمجھانا چاہتا تھا کہ نجف کے روضہ کا اور میرا ایک ذاتی
اور نجی رشتہ ہے جس کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے ، اچھا تو آپ
پہلے نجف جائیں گے اور پھر کربلا جائیں گے ۔ ڈرائیور نے کہا ۔!
بات کو ہم نے وہیں یہ ختم کر دیا ہم کربلا سے گزرے ۔ اور باوجود
اس کے کہ میں نے کربلا کے دونوں مزاروں کو بڑے احترام سے ہاتھ جوڑ کر سلام
کیا اور براہ راست نجف چلے گئے ۔ پانچ کلو میٹر کے فاصلہ سے ہی نجف کے آثار

نمایاں ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام کے روضہ کا طلائی گنبد ستمبر کی دوپہر میں خوب چمک رہا تھا اور میں نے دور ہی سے اسے پہچان لیا میرے دل میں ایک اور اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی۔ اور ظاہراً میں پُر سکون بنا رہا۔ "بابا"، میں نے عرض کی میں بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے پھر آنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اور جیسا کہ میرا ورد ہے میں نے ایک سو دس مرتبہ حضرت کے نام کا ورد کیا۔ اس سال میں نے فروری سے کر اب تک یہ نام پانچ لاکھ مرتبہ سے زیادہ لیا ہو گا۔

یہاں پہونچکر مجھ سے ایک غلطی ہو گئی بمبئی میں عراقی قونصل جنرل نے مجھے نجف کے گورنر کے نام ایک تعارفی خط دے دیا تھا اس لیے میں نے سوچا کہ پہلے گورنر سے مل لوں۔ اس کے بعد روضہ پر چلوں۔ چونکہ عراق گورمنٹ کے نمائندگان نے بڑے حسن و اخلاق کا مظاہرہ کیا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ یہی کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ لیکن بعد میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے لئے ایسا کرنا غلط تھا۔!

میں کربلا میں نہیں ٹھہرا تو خیر! لیکن حضرت علیؑ کے حضور میں نیازمندی کا سر خم کرنے سے قبل عراقی حکومت کے کسی رکن کے پاس خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبت ہو، جانا میری غلطی تھی۔

گورنر نے کبابوں سے میری ضیافت کی اور ایک حفاظتی دستہ بھی میرے ساتھ کر دیا لیکن جیسے ہی میں روضہ پر پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ کلید بردار نے میرے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں صحن میں تو گھوم سکتا ہوں لیکن روضہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مجھے حضوری سے محروم کر دیا گیا تھا۔!

یہ تو میری غلطی تھی اور میں خود اپنے سوا کسی کو الزام نہیں دلیسکتا جیسے عالم احساس ہی میں یہ تادیبی الفاظ سن رہا تھا۔ "تم جس کے پاس میں خود خواب میں آیا تھا تم میرے پاس آنے کے لئے حکومت کا واسطہ تلاش

کرتے ہیں۔

میں نے کوئی آواز تو نہیں سُنی لیکن میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ (حضرت علیؑ) مجھ سے یہی جملہ فرما رہے تھے۔ میں نے اپنی غلطی کا احساس کر لیا تھا لیکن اب اس کی تلافی بھی کیا ہو سکتی تھی۔ میں صدر دروازہ کے باہر کھڑا ہو گیا اور مجھے جو ملامت کی گئی تھی اُسے میں نے قبول کر لیا میں نے اپنے کوٹ کی جیب سے وہ کاغذ نکالا جس پر میں نے ان لوگوں کے نام لکھ لئے تھے جن کے لئے مجھے دُعا کرنی تھی۔ اور وہ چیزیں لکھ رکھی تھیں جن کے لئے کرنا تھی میں صحن میں کھڑا دعائیں کر رہا تھا اور سینکڑوں عرب عورتیں اور بچے مجھے دیکھ رہے تھے۔ مجھے خود اپنے پر ترس آ رہا تھا میرے ساتھ حفاظتی دستے کو دیکھ کر کچھ سیّد روضہ سے باہر آ گئے وہ میرے متعلق آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی بار بار اپنے سینے پر ہاتھ رکھتا تھا میرے پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہے کہ "امام علیؑ" تمہارے دل میں ہیں۔" سپاہی مجھ سے دور کھڑے تھے انھوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا تاکہ میں اطمینان سے دُعا کر لوں۔ انھوں نے از راہ مہربانی کھانا ضرور کھلایا لیکن وہ مجھے روضہ کے اندر نہیں پہونچا سکتے ہیں۔ میں بھی اندر نہیں جانا چاہتا تھا مجھے اپنے ملک میں جیل جانا پڑا تھا لیکن اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی اس کی مثال تو ایسی تھی جیسے زندگی میں ذرا سی خاک جسم پر پڑ جائے۔ لیکن حضرت علیؑ کے روضہ کے اندر جانے کی اجازت نہ ملنا میرے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ یہ تو ایسا ہی تھا جیسے کسی برہمن کو اس کے مقدس مندر میں جانے سے روک دیا جائے۔

میں نے دعائیں کی اور نہایت رنج اور مایوسی کے عالم میں بغداد واپس ہو گیا انھوں نے ہی (حضرت علیؑ) مجھے شکست قبول کر لینا بھی سکھایا تھا اور یہ درس بھی دیا تھا کہ ایک دن انھیں کی بدولت مجھے اچھے دن دیکھنا نصیب ہوں گے۔ برسوں کی محنت کے نتیجہ میں

مجھے یہ اندھی عقیدت حاصل ہوئی تھی لیکن اب میں پریشان تھا اس لئے کہ خود انہوں نے اس تیسری زیارت کے وقت مجھے ٹھکرا دیا تھا آخر مجھ سے کیا غلطی ہوئی ؟ میں بستر پر لیٹا یہی سوچ رہا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ معلوم ہوا کہ حکومت عراق کا ایک نمائندہ نیچے ہوٹل کی لابی میں میرا منتظر ہے اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ مجھے جانتا ہے لیکن شاید میں اُسے نہیں پہچان سکوں گا۔ میں نے اُسے اوپر اپنے کمرے میں بلا لیا۔ وہ عراقی وزارت اطلاعات کا وہی افسر تھا جو مجھے ۱۹۶۶ء میں پہلی مرتبہ نجف لے گیا تھا میں نے اس سے کہا میں نے اپنی نئی کتاب میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

وہ پھر حکومت کی جانب سے آیا تھا تاکہ مجھے نجف پہنچا دے۔ اسے بہت تعجب ہوا جب میں نے کہا کہ میں دوبارہ اس سفر کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس شدید گرمی میں چھ گھنٹے کا سفر اور پھر آج مجھے روضہ پر داخلہ کی اجازت بھی نہیں ملی مجھے کبھی زندگی میں ایسی مایوسی اور دل شکستگی کا سامنا نہیں ہوا تھا سرکاری نمائندہ بہت مہربان تھا۔ اس نے کہا وہ میرے لئے خصوصی اجازت نامہ حاصل کرے گا۔ حکومت کو میری آمد کی اطلاع تھی چنانچہ حکومت نے اسے بھیجا تھا کہ وہ میری خبر گیری کرے اور مجھے نجف پہنچا دے لیکن میں اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کر رہا تھا کہ حضرت علیؑ مجھ سے دور دور ہیں کھنچے کھنچے ہیں " تم ڈی۔ الیف کراکا " جس کے پاس میں خود آیا۔ تم میرے پاس حکومت کے واسطے سے آتے ہو " میں نے یہ لفظ تو نہیں سُنے لیکن میں نے یہ ڈانٹ یہ تادیب پوری شدت سے محسوس کی۔ میں نے یاس کے عالم میں سر ہلایا اور میں نے افسر اطلاعات سے کہا کہ اب میں دوبارہ نجف کی زیارت کے بغیر ہندوستان جانے پر آمادہ ہوں حالانکہ یہ چیز میرے لئے حد درجہ تکلیف دہ ہو گی۔ منگل کا دن آگیا میں نے طے کر لیا تھا کہ اب میں کچھ نہیں کروں گا میں نے اپنے ہوٹل سے باہر تک پیر نہیں نکالا۔ وزارت خارجہ کا ایک بڑا افسر جس کے نام میرے پاس تعارفی خط تھا مجھ سے ملنے آیا میں نے اُس سے اپنی مایوسی کا ذکر کیا۔ اور وہ مجھ سے بہت متاثر ہوا اس نے مجھے تسکین دیتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام آپ کو طلب کرتے ہیں تو آپ

اب بھی جائیں گے اس کے الفاظ بالکل صحیح ثابت ہوئے اس لئے کہ ایک عجیب واقعہ کے نتیجہ میں دوسرے ہی روز میں نجف جا رہا تھا۔ راستہ میں کربلا واقع تھی میں نے حسب دستور سر جھکایا لیکن وہاں ٹھہرا نہیں دور سے نجف کی روشنیاں نظر آرہی تھیں ان میں حضرت علی علیہ السلام کے گنبد کی روشنیاں خاص طور سے نمایاں تھیں۔ رات بھی صاف تھی اور سڑک بھی صاف تھی۔ سوا دو گھنٹہ میں نجف پہنچ گیا وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ ساری سڑکیں موٹروں اور بسوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور پانچ لاکھ آدمی اس رات میں نجف پہنچ چکے ہیں کیوں مجھے نہیں معلوم! پولیس نے ہماری کار کو اس راستہ سے جو روضہ کو جاتا تھا ہٹا دیا۔ ہماری موٹر داہنی طرف مڑ گئی۔ لیکن اتنا ہجوم تھا کہ موٹر زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی۔ چنانچہ ایک گلی میں ہم نے موٹر چھوڑ دی۔ میں موٹر سے اترا روضہ کا دروازہ ایک چوتھائی میل کے فاصلہ پر صاف نظر آرہا تھا۔

میں جس سڑک پر تھا ویسی میرے خیال میں ساری دنیا میں ایک سڑک تھی یہ سڑک وہی ہے جس کا ذکر بائیبل میں ہے اور میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب برسوں پہلے ایک دن کے لئے بیروت سے دمشق گیا تھا اس سڑک کا نام "صراط مستقیم تھا یہ سڑک بہت مقدس سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ بائیبل کے بقول اس سڑک پر حضرت عیسیٰ چلے تھے میں جیسے ہی نجف کی اس سڑک پر روانہ ہوا جو روضہ کو جاتی تھی مجھ پر احترام تقدس اور خوف کی ملی جلی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں صحن میں داخل ہو گیا صحن میں غضب کا مجمع اور سڑکوں سے زیادہ بھیڑ بھاڑ تھی ایک انچ زمین کہیں نظر نہیں آتی تھی۔ ہزاروں عورتیں کالی عبائیں اوڑھے اس سمت میں بڑھ رہی تھیں جدھر سے روشنی کا سیلاب آرہا تھا۔ میں نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا اور نہ مڑ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ ایک طرف کنارے ہو جاؤں تاکہ وہ لوگ جو میرے پیچھے آرہے ہیں آگے بڑھ کر روضہ تک چلے جائیں میں یہ اس لئے چاہتا تھا کہ مجھے یہ معلوم تھا کہ اس مرتبہ مجھے روضہ کے اندر حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اور مجھے باہر ہی کھڑے

رہنا چاہیئے۔ چونکہ یہ ان کا (حضرت علی علیہ السّلام) حکم تھا اس لئے میں بھی اس حکم کی تعمیل کرنا چاہتا تھا لیکن پھر ایک ریلا آیا جس میں زیادہ تر عورتیں تھیں اور اس ریلے کے نتیجے میں پھر کنارے سے ہٹ کے میں اصل مجمع میں پہنچ گیا لیکن اسی وقت میرے سینے میں درد شروع ہوا میں جان گیا کہ یہ دل کے اس پٹھے کا درد ہے جسے پوتا میں میرے ماہر امراض قلب نے کہا تھا کہ وہ مر چکا ہے اور اس کے نتیجہ میں اب نہ درد ہوگا اور نہ پٹھے میں زندگی پیدا ہوگی۔ میں مجمع میں پسا جا رہا تھا اور مجھے پسینہ آنا شروع ہو گیا۔ قلب کے دورہ کی نشانیوں کو میں خوب جانتا ہوں اس لئے اب جو کیفیات مجھ پر طاری ہو رہی تھیں ان کے نتیجہ میں میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ شاید اب یہیں اور اسی وقت مجھے قلب کا دورہ پھر سے پڑنے والا ہے۔!

میں حیران ہو رہا تھا، مجھے کچھ ہوش نہیں تھا اور ریلے کے زور میں بڑھتا جا رہا تھا اچانک میرا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور میں نے دیکھا کہ میں روضے کی سیڑھیوں تک پہنچ گیا ہوں میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے اور میں گھٹنوں کے بل گرنے لگا میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور چاروں طرف نظر ڈالی تاکہ یہ معلوم کروں کہ میں کہاں ہوں؟ معلوم ہوا کہ میں اس جگہ ہوں جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں۔ میں کفش بردار کے سامنے تھا اس نے میرے چپل لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور قبل اس کے کہ میں یہ سوچتا کہ اب کدھر جاؤں مجھے جیسے کسی نے اٹھا کے آگے پہنچا دیا اور میں نے اچانک دیکھا کہ میں روضہ کے اندر ہوں۔ روضے میں نور کا سیلاب تھا۔ روشنی کے وہ جھاڑ جو ایک مرتبہ صرف میرے لئے روشن کئے گئے تھے پوری تابانی سے جگمگا رہے تھے۔ اور میں نے نور کے اس اطمینان میں حضرت علی علیہ السّلام کی مقدس ترین بارگاہ کے اندر کھڑا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود مجھے میرے جسم و جان کے ساتھ اٹھا کے روضہ میں لے آئے تھے۔ روشنیاں پوری جگمگا رہی تھیں اور رنگین دیواروں

کے آئینے ان روشنیوں کے عکس سے ہیرے کی طرح چمک رہے تھے اور جس طرح پہلے میرا استقبال کرتے تھے اسی طرح آج بھی مجھے خوش آمدید کہہ رہے تھے میں گنبد کے نیچے پہنچا دیا گیا تھا۔ یہاں بے پناہ مجمع تھا اور لوگ نمازوں میں مصروف تھے۔ میرے لئے کسی طرف جانا ناممکن تھا۔ میں بس ضریح کی طرف بڑھ سکتا تھا۔ واپسی کا سوال نہیں تھا۔ ریلے میں ٹھہرنا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میں بھی ریلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر مجبور تھا۔

ضریح کے ایک جانب کھڑے ہوئے سیدوں نے میرا استقبال کیا۔ کیا یہ استقبال محض خوش اخلاقی کے مظاہرہ کے طور پر تھا؟ یا انھیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میں کون ہوں۔ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی حقیقت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السّلام کی مرمریں قبر پر قائم کی ہوئی ضریح کے گرد طواف کرتے وقت میں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ محسوس کیا کہ دنیا میں اس شخص سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا جسکی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے یہ لاکھوں آدمی اس روضہ میں جمع ہوئے ہیں۔

میں نے ۶/اپریل ۱۹۵۲ء کی صبح صادق کے وقت خواب میں پہلی بار ان کی زیارت کی تھی۔ اس وقت سے آج تک میں نے جب بھی ان کا نام سُنا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ ان کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے میں تمام مذاہب کے سارے بزرگوں کا احترام کرتا ہوں لیکن جب حضرت علیؑ کا نام لیا جاتا ہے تو میں نے محسوس کیا ہے کہ ایک سنّاٹا سا چھا جاتا ہے اس لئے کہ اس نام میں دوسرے ناموں سے الگ ایک خاص تاثیر ایک جُداگانہ کیفیت پائی جاتی ہے یہ فرق کیا ہے اسے میں آج تک معلوم نہیں کر سکا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے مجھے یہ فرق زیادہ بیّن زیادہ واضح طور پر معلوم ہوتا جاتا ہے۔

جھلملاتے سیمیں ضریح میں بندھے ہوئے سبز سبز رنگ کے کپڑوں کا عکس ان آئینوں میں انعکاس پذیر سبز رنگ ایسا خوبصورت تھا کہ میں یہ محسوس کر رہا تھا جیسے میں ہیرے اور زمرد کے شامیانے کے

نیچے طواف کر رہا ہوں۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں خواب کی دنیا میں سیر کناں ہوں۔ میرے آگے ایک عبا پوش بچی تھی جو ضریح تک پہونچنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ اس نے دو مرتبہ کوشش کی لیکن دونوں مرتبہ عورتوں کے ریلے کی وجہ سے وہ ضریح تک پہونچنے میں ناکام رہی پھر وہ ہاتھ بڑھائے رہی اور آخر کار اس نے ضریح کو "جو علی علیہ السلام کا دروازہ" کہلاتی ہے چھو ہی لیا۔ اس کی عبا سر سے گری جا رہی تھی چنانچہ اس نے اپنی عبا گھسیٹی اور ضریح پر جھک گئی میں اس کے پاس سے گزرا تو وہ مجھے دیکھکر مسکرا دی اور آگے بڑھ گئی۔ میں جیسے تڑا دیسے ضریح تک پہنچ گیا۔ اب میں نے پہلی بار ضریح کو چھوا اور ایک ٹھنڈی سانس، اطمینان اور سکون کی سانس لی۔ میری زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلا اس لئے کہ اس جذباتی آفریں موقع پر قوت گویائی سلب ہو جاتی ہے۔ لیکن مجھے حضرت علی علیہ السلام سے کچھ کہنے کی حاجت بھی کیا تھی؟ میں جانتا ہوں کہ میرے دل میں جو کچھ ہے اُسے وہ خوب جانتے ہیں۔ تین تین آدمیوں کی قطاریں تھیں لیکن جب ہم روضے کی دوسری سمت پہنچے تو مجمع کم ہو رہا تھا۔ میں روضے سے باہر جانے والا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرے لئے راستہ صاف کر دیا گیا ہے ضریح اقدس تک میرے لئے راستہ کھلا ہوا ہے تاکہ میں ضریح تک جاؤں اور بغیر کسی دھکا سہے ضریح سے اپنا جسم مس کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کیا کہتا رہا۔ بس مجھے اس کا ہوش ہے کہ میں ضریح کو پکڑے ہوئے تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے شانوں سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔ جب میں روضے سے باہر نکلا تو میں دل پر جو دباؤ اور شدید درد محسوس کر رہا تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ میرے پاؤں کانپ رہے تھے لیکن میں اب بھی کھڑا رہ سکتا تھا میں آہستہ آہستہ نمازیوں کی صفوں سے گزرتا وہاں پہنچا جہاں جوتے رکھے جاتے ہیں۔ یہاں سے صحن میں آیا اور صحن سے گزرتا ہوا اسی سڑک پر آ گیا جو دمشق کی صراط مستقیم کے مانند تھی۔

جب میں روضہ کے اندر سے باہر آرہا تھا تو میں نے یا علیؑ یا علیؑ کی وہ صدائیں سنیں جن سے میں پہلے سے آشنا تھا اس دوران میں نے وہاں لوگوں سے سوال کیا آج لاکھوں آدمی یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں۔؟

جواب ملا "آج شب معراج ہے، جب ہمارے رسولؐ آسمان پر تشریف لے گئے تھے، میں نے سر ہلا دیا۔!

سال کے سارے دنوں میں حضرت علی علیہ السّلام مجھے شرف حضوری عطا کرنے کے لئے مخصوص ایام کا انتخاب فرماتے ہیں پہلی مرتبہ مجھے آپ نے اپنی سالگرہ کے دن طلب فرمایا تھا اور اس مرتبہ شب معراج میں مجھے حاضری کا شرف عطا فرمایا گیا۔

قبرِ مُبارک کا دُوسرا معجزہ!

(۲) کتاب تذکرہ خاصان خدا از مصطفائی بیگم۔ ناشر الکتاب گنج بخش روڈ لاہور صفحہ نمبر ۵ یہ کتاب عہد شاہجہانی کے ایک مستند تذکرے کی تلخیص اور ترجمہ ہے اس کے اندر صفحہ ۵ پر تحریر ہے

"آنحضرتؑ کی شہادت کے بعد ایک کافر جس کا نام مرہ بن قیس تھا آپ کی قبر شریف توڑ کر ہڈیاں نکالنا چاہتا تھا چنانچہ اس ناقص ارادہ سے وہ مرقد مقدس کے پاس گیا اور ہاتھ بڑھایا مگر مزار مبارک تک ہاتھ پہونچنے سے پہلے دو انگلیاں مرقد سے نکلیں اور ملعون کے پلید سر کو اسکے تن ناپاک سے جدا کر دیا۔ اور اس وقت سے آج تک پھر ایسے برے کام کی جرات نہیں ہوئی۔ یہ تھی ——— مرنے کے بعد آپ کی کرامات!

قبر کا تیسرا معجزہ حضرت علی علیہ السلام سے عداوت کی سزا

(۳)

کتاب حبل المتین فی معجزات بعد دفن امیر المومنین سے ملا محمد تقی خادم نے یہ حکایت نقل کی جس میں یہ مسطور ہے کہ بغداد اور حلہ کے درمیان ایک بستی ہے جس کا نام محاویل ہے وہاں ایک شخص رومی جو اپنے ابتدائی ایام میں شیعیان علیؑ کی مخالفت میں بے حد متعصب تھا وہ کہتا ہے کہ بغداد کی جامع مسجد کا خطیب جو کہ بہت ہی مشہور و معروف تھا۔ میرے گھر کے نزدیک رہتا تھا اور ہر وقت ہمارا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ اگر تو آخرت میں نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور تجھے بہشت مل جائے تو فلاں طائفہ کا اگر کوئی آدمی ملجائے تو اسے قتل کر دے۔ ایک دن اتفاقاً میں محاویل سے آرہا تھا۔ رقم کی تھیلی میرے پاس تھی اور میں گھوڑے پر سوار تھا اور بغداد کی طرف جارہا تھا اچانک میری نگاہ ایک ایرانی طائفہ پر پڑی۔ اس طائفہ کا ایک بوڑھا آدمی دیکھا جو اپنی سواری سے اترا ہوا تھا اور بوجہ ضعیفی سوار نہ ہو سکتا تھا اور اپنے قافلہ سے بچھڑ گیا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر دوں۔ پھر اپنے آپ سے کہا کہ پہلے یہ تو دریافت کر لوں کہ کیا یہ اسی ایرانی قافلہ کا آدمی ہے یا نہیں جب اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھ سے التجا کی کہ میں اسے سواری پر سوار کر دوں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تو محب علیؑ ہوں اس نے کہا میں بھی محب علیؑ ہوں۔ میں نے کہا تو جھوٹ بول رہا ہے میرے اس کہنے پر اس نے بدگوئی شروع کر دی اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اسی ایرانی قافلہ کا فرد ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑ لیا تاکہ اسے قتل کر دوں۔ اس وقت وہ جناب امیر المومنینؑ سے متوسل ہوا اور فریاد کی کہ یا امیر المومنینؑ میری فریاد کو پہنچیں۔ اچانک ایک آدمی نے اس زور سے میرے منہ پر طمانچہ مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو میری صورت متغیر ہو چکی تھی۔ منہ ٹیڑھا ہو گیا تھا اور میرے بدن کا عضو عضو درد کر رہا تھا۔ میں اس طرح بیتاب ہوا کہ نہ تو وہ ایرانی آدمی نظر آیا اور نہ میرا گھوڑا وہاں موجود

تھا میں حیران ہو کر یہ وہاں کھڑا تھا اتنے میں ایک آدمی پیادہ پیچھے سے آیا۔ اس نے مجھے اٹھا کر بستی میں پہنچا دیا۔ میں نے اس بیماری کا جس قدر علاج کیا مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا آخر کار اس دیہات کے آدمی جو امیر المومنین علیہ السلام کے محب تھے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کرتے تھے انھوں نے مشورہ دیا کہ جب تک نجف اشرف جا کر توبہ نہ کرو گے اور ان کے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرو گے اس بلا سے تمھاری نجات ممکن نہیں۔ چنانچہ میں نے نذر مانی کہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا غلام ہو چکا ہوں اس کے بعد میں عازم نجف اشرف ہوا۔

جب میں نجف کی حدود میں پہنچا اور حضرت کے روضۂ اقدس پر نظر پڑی تو میرے اعضا کا درد کم ہو گیا اس وقت میں نے فریاد کی کہ مولا مجھے اس مصیبت سے آزاد فرمائیں۔ جب میں اٹھا تو درد کا کچھ بھی اثر باقی نہ تھا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرا گھوڑا وہاں موجود تھا۔ اور خورجین اسی طرح اس کی پشت پر رکھی ہوئی تھی۔

میں نے آواز دی تو آدمی گھوڑے کو میرے پاس لے آئے۔ اور خورجین میں رقم والی تھیلی اسی طرح موجود تھی۔ اس رقم میں سے سو قروش تصدق کئے۔ مولا کے روضہ کی زیارت کی وہاں سے کربلائے معلیٰ پھر کاظمین میں پہنچکر زیارت سے مشرف ہوا۔ اور رقم کو ہر زیارت کے موقع پر تصدق کرتا رہا۔ بالآخر واپس گھر پہنچا۔

لوگوں کو میری آمد کی اطلاع ملی۔ وہ ملنے کے لئے آئے اور وہ خطیب بھی آیا میں نے اسے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ جب رات ہوئی تو میں نے مکان کے دروازے بند کرا کر اپنے نوکروں سے کہا کہ اس کی خوب پٹائی کرو۔ جب پٹائی کے بعد بیہوش ہو گیا تو میں نے اسے اپنے مکان سے اٹھوا کر گلی میں پھینکوا دیا اس راہ سے گزرنے والوں نے اسے اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا اور اس طرح دشمنئ اہلبیتؑ کی اسے سزا مل گئی۔

(ماخوذ از کشتئ نجات مولفہ حجۃ الاسلام آقائے الحاج شیخ علی اکبر نہاوندی)

قبرِ مبارک جناب امیر علیہ السلام کا چوتھا معجزہ

(۴)

یہاں لولے اور لنگڑے سب ٹھیک ہو جاتے ہیں

کتاب مفاتیح الجنان اردو ترجمہ ناشر امامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور صفحہ نمبر ۱۳۹۔ ابوعبداللہ محمد بن بطوطہ جو علمائے اہل سنت میں سے ہیں۔ اور بہت بڑے تاریخ داں بھی ہیں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ سے نجف اشرف گیا تو وہاں جناب امیر علیہ السلام کے مرقد اطہر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

" جناب امیرؑ کی قبر اس شہر نجف میں واقع ہے اور یہاں شیعہ حضرات رہتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی قبر مبارک سے کافی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کی رات میں جیسے وہاں کے رہنے والے بیداری کی رات کہتے ہیں اطراف عراق۔ خراسان۔ روم اور دیگر ایرانی شہروں سے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو لولے، لنگڑے اور دیگر بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کی ضریح مقدس کے پاس ان مبتلاؤں کو جمع کر دیا جاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور پھر انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب یہ مفلوج لوگ ٹھیک ہو کر اٹھتے ہیں اور دوسرے لوگ جو ان کے گرد جمع ہوتے ہیں وہ یا نماز پڑھنے میں یا قرآن کی تلاوت یا پھر ذکر الٰہی میں اپنے کو مشغول رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ ان مفلوج آدمیوں کو دیکھا کرتے ہیں کہ کب ٹھیک ہوتے ہیں۔ جب رات آدھی یا دو تہائی گزر جاتی ہے تو اس وقت یہ تمام مریض جو چلنے پھرنے سے مجبور ہوتے ہیں بالکل تندرست ہو جاتے ہیں اور یہ پڑھتے ہوئے وہاں سے چل دیتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نقش جناب امیر علیہ السلام

مومنین حضرات کیلئے ایک صوفی درویش کا نایاب تحفہ

حضرت علی علیہ السلام کے نام کے بارہ عدد نقش جس سے ہر خاص و عام فیض روحانی حاصل کر سکتا ہے!

یہ نقش تعداد میں ۱۲ ہیں جن کو علم آعداد کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کے اسم مبارک یعنی لفظ "علیؑ" کا حساب نکال کر دوسرے متبرک ناموں کے حساب اعداد نکال کر ان سے حضرت علی علیہ السلام کے اعداد کو نسبت دے کر مرتب کئے ہیں۔ یہ ایک صوفی درویش کا تحفہ ہے جو اس کو اہلبیتؑ کے دربار سے عطا ہوا ہے ہر نقش اپنا الگ مقام۔ خاصیت۔ فوائد اور کام رکھتا ہے جو آگے چلکر لکھوں گا۔

یہ نقش اعظم جناب صوفی الحاج عشرت علی صاحب جو جیکب لائن میں رہتے ہیں مجھکو عطا کئے ہیں جو ان کو ان کے دادا صاحب اشرف علی صاحب مرحوم سرمہ والے ساکن فراش خانہ احاطہ حجن صاحب گلی میر مدار دہلی نے دیئے تھے آپ نے تمام عمر قدم شریف نبی کریمؐ کے دروازے پر بنے ہوئے حجرے میں قیام کیا اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر بھی اس ہی جگہ تالاب کے بائیں جانب ہے۔ یہ نقش آپ نے چودہ سال یاد الٰہی میں بسر کرنے کے بعد حاصل کئے تھے۔ آپ ہر اُس خاص و عام کا جو پریشان حال ہوتا اور آپ سے رجوع کرتا تھا اُس کی ان مقدس نقشوں کے

ذریعہ دادرسی کرتے تھے جناب صوفی اشرف علی صاحب کے گھرانے والے صنفی المعقیدہ مسلمان ہیں ان کے گھرانے کی ہر عورت چوڑی، رنگین کپڑے اور کسی قسم کی خوشی وغیرہ ایام عزا یعنی محرم الحرام میں نہیں کرتے تھے۔ ۱۰ محرم کو ان کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ ۱۳ رجب کو یوم ولادت جناب امیر علیہ السلام کی خوشی منائی جاتی نئے کپڑے پہنے جاتے تھے ان کے خاندان کے فرد جناب صوفی عشرت علی صاحب بھی یہی سب کچھ کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے بزرگوں کو کرتے دیکھا تھا آپ بڑے محب اہلبیتؑ ہیں ایران۔ عراق۔ شام وغیرہ کی زیارت پہلے کرنے گئے پھر اس کے بعد فریضۂ حج کی ادائیگی کی۔ آپ کا کہنا ہے کہ ان نقشوں کو میں پاکستان میں ۳۰ سال سے برابر بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے استعمال کر رہا ہوں اور ۶۰ سال پہلے میرے دادا اس سے لوگوں کو فیض روحانی عطا کرتے رہے۔

صوفی صاحب سے جب میری ملاقات ہوئی تو جناب نے کہا کہ آپ ان نقشوں کو اپنی کتاب "علیؑ علیؑ" میں لکھکر تمام لوگوں کو بخشدیجیے کیونکہ میرا آخری وقت ہے اور میری کوئی اولاد نہیں ہے جس کو میں یہ بیش بہا خزینہ عطا کروں۔ ان نقشوں سے تمام مومنین حضرات یا علیؑ مدد کہہ کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

صوفی عشرت علی صاحب 1/41/2/13 جیکب لائن کراچی میں مقیم ہیں ان سے اور مزید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

نقش لکھنے اور استعمال کرنے کا طریقہ

باوضو جانماز پر بیٹھکر ایک سو دس مرتبہ یا علیؑ ادرکنی کہکر عقیدت کے ساتھ محمدؐ اور انکی آل پاک پر درود و سلام پڑھ کر زعفران کو عرق گلاب میں گھول کر پھر حسب ضرورت صاف اور پاک کاغذ پر نقش

لکھ کر بتائے ہوئے طریقہ پر استعمال کیجئے انشاء اللہ آپ کی ہر نیک اور جائز خواہش مولا علیؑ پورا کریں گے۔

نقش اوّل

مولائے کائینات حضرت علی علیہ السّلام کے "علیؑ"، کے اعداد ۱۱۰ کی نسبت سے

نقش کی خاصیت اور فوائد

۲۷	۳۰	۳۳	۲۰
۳۲	۲۱	۲۶	۳۱
۲۲	۳۵	۲۸	۲۵
۲۹	۱۴	۲۳	۳۴

(۱) ہر کام میں بفضل خدا کامیابی ہوگی۔
(۲) مشکل آسان ہوگی۔
(۳) دشمن زیر ہوگا یعنلسی تونگری میں بدل جائے گی۔
(۴) مسافرت میں ہو تو گھر خیریت سے واپس آئے گا۔
(۵) اگر جسم میں سوجن یا درم ہو تو ۱۱۰ مرتبہ یا علیؑ یا علیؑ کہکر اس کے اوپر دَم کر دیجئے۔ انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ اس نقش کو موم جامہ کر کے بازو یا گلے میں پہنئے۔

نقش دوم

حضرت علی علیہ السّلام کے نام "علی"، کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت جناب کی ولادت سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد!

۸۶
۱۱۰

۲۰	۲۳	۵۴	۱۳
۵۳	۱۴	۱۹	۲۴
۱۵	۵۶	۳۱	۱۸
۲۲	۱۷	۱۶	۵۵

(۱) اگر حاملہ عورت کو زعفران سے لکھکر اس کا پانی پلا دیا جائے تو نیک اور صالح اولاد ہوگی اور وقت تولید آسانی ہوگی۔
(۲) اگر شادی کی خواہش ہو تو اس نقش کو

لکھ کر اپنے پاس رکھے تو نیک خوبصورت عورت ملے گی۔

(۳) کاروبار میں ترقی اور گھر میں خیر و برکت ہوگی اگر اس کو لکھکر گھر اور دوکان میں لگائیں۔ (۴) اس نقش کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کوئی شخص عقیدت کے ساتھ باوضو ایک سو دس مرتبہ صاف و پاک کاغذ پر زعفران سے لکھکر آٹے کی ایک سو دس گولیاں بنائے اور محمدؐ و آل محمد علیہ السلام پر درود و سلام پڑھتے ہوئے اس کو دریا میں ڈال دے یہ عمل ۲۱ دن تک کرے انشاءاللہ ۲۱ دن کے اندر اس کو مولا علیؑ کی زیارت نصیب ہوگی۔ دوران عمل جھوٹ بولنا اور برائی کرنے سے پرہیز کرے۔

نقش سوم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد کی مناسبت جناب کی وفات اور شب معراج سے

۱۱۰

۲۸	۲۷	۳۴	۲۱
۳۳	۲۲	۲۷	۲۸
۲۳	۳۶	۲۵	۲۶
۲۶	۲۵	۲۵	۳۵

نقش کی خاصیت اور فوائد

۔ اس نقش کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے والے کی جان و مال کی حفاظت بفضل خدا ہوگی وہ تمام آفات و ناگہانی مصیبت سے بچا رہے گا۔ (۲) مرنے والے کی قبر میں لکھکر اس نقش کو رکھ دیا جائے تو مرنے والا عذاب قبر سے نجات پائے گا (۳) زراعت کی ترقی کے لئے اس نقش کو لکھکر اس کا پانی کھیت میں ڈال دے۔ انشاءاللہ فصل بہت اچھی ہوگی اور اس کی حفاظت اللہ پاک خود کرے گا (۴) وقت مرگ اس نقش کو دھو کر اس کا پانی مرنے کے منہ میں ڈال دے اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی رحمت سے بخش دے گا۔

نقش چہارم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علیؑ" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت پنجتن پاک ۔ بارہ امام اور چہاردہ معصومین علیہ السلام سے

۷۸۶
۱۱۰

۱۴	۱۲	۷۹	۵
۷۹	۵	۱۴	۱۲
۵	۷۹	۱۲	۱۴
۱۲	۱۴	۵	۷۹

نقش کی خصوصیت اور فوائد

(۱) اس نقش کو لکھ کر پاس رکھنے والے شخص سے اس کا حاکم یا افیسر نرمی اختیار کرے گا (۲) زبان بندی کے لئے بہت مفید ہے جائز شکل میں ۔ (۳) مقدمہ میں کامیابی ہوگی بشرطیکہ حق پر ہو (۴) مریض کو پانی میں دھو کر پلائیں بہت اکسیر ہے ۔

(۵) اگر کوئی شخص لاپتہ ہو جائے اور ڈھونڈنے کے باوجود اس کا پتہ نہ چلتا ہو تو اس نقش کو لکھ کر اور نقش کے نیچے اس شخص کا نام لکھ کر جس کو بلانا مقصود ہے اناہ کے پیڑ میں یا حالت مجبوری کسی پیڑ میں باندھ دو انشاءاللہ وہ شخص ضرور آجائے گا ۔

نقش پنجم

حضرت علی علیہ السلام کے نام علی کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت شہادت فرزند عالی مقام سے !

نقش کی خاصیت اور فوائد !

۷۸۶
۱۱۰

۳۰	۲۰	۵۰	۱۰
۵۰	۱۰	۳۰	۲۰
۱۰	۵۰	۲۰	۳۰
۲۰	۳۰	۱۰	۵۰

(۱) اس نقش کو عصر و مغرب کے درمیان لکھ کر اس کے نیچے حضرت عباس علمبردار کا نام (یا عباس المدد) لکھ کر شربت یا دودھ

میں گھول کر بچوں کو پلا دیا جائے تو بارش اگر نہیں ہوتی رہو گی تو اللہ پاک کے حکم سے بارش ہونے لگے گی۔

(۲) اگر بچے بہت روتے رہوں تو اس نقش اعظم کو لکھ کر پھر اس کے نیچے حضرت علی اصغر علیہ السلام کا نام لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دو انشاءاللہ بچے کا رونا بند ہو جائے گا۔

نقش ششم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت جناب کی ولادت اور شب معراج سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد

۱۱۰

۲۶	۲۱	۵۰	۱۳
۵۰	۱۳	۲۶	۲۱
۱۳	۵۰	۲۱	۲۶
۲۱	۲۶	۱۳	۵۰

(۱) اگر عورت شروع چاند سے تیرہ دن برابر اس نقش کو پانی یا دودھ میں گھول کر پلا دیا جائے تو اولاد اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک اور صالح ہو گی (۲) نافرمان بیوی نافرمان بچہ۔ نوکر یا غلام کو دھو کر پلانے سے وفادار اور فرماں بردار ہو گا (۳) اگر کوئی چیز چوری ہو گئی ہو یا کھو گئی ہو تو اس نقش کو لکھ کر سرہانے رکھ کر سو جائے انشاءاللہ خواب میں حال معلوم ہو جائے گا۔ (۴) بیمار کو تین دن پلانے سے اللہ کے حکم سے شفا ہو گی۔

نقش ہفتم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ سے مناسبت اللہ پاک کے نام سے!

نقش کے فوائد اور خاصیت

(۱) اگر آسیب زدہ ہو تو اس نقش کو کپڑے کے اوپر لکھ کر اس کی دھونی آسیب زدہ کو دی جائے

انشاءاللہ شفا پائے گا۔

۷۸۶
۱۱۰

۱۷	۲۰	۶۴	۹
۶۳	۱۰	۱۶	۲۱
۱۱	۶۶	۱۸	۱۵
۱۹	۱۴	۱۲	۶۵

(۲) مرض مرگی یا غشی آنے والے یا سوکھے کی بیماری والے کو اوپر بتائے ہوئے طریقہ سے لکھکر گلاب کے پانی میں ڈبو کر پلائے تو انشاءاللہ شفا پائے گا۔

(۳) عورت گائے اور بکری کا دودھ کم ہو تو اس کو اسی طرح لکھ کر پانی میں دھو کر پلانے سے دودھ کی کمی دور ہو جائے گی اور خداوند کریم کے حکم سے کافی دودھ ہو گا۔

نقش ہشتم

حضرت علی علیہ السلام کے نام علیؑ کے اعداد ۱۱۰ سے مناسبت رسول خدا احمد مصطفےٰ کے نام سے

نقش کی خصوصیت اور فوائد

۷۸۶
۱۱۰

۴	۳	۸۱	۱۲
۸۰	۱۴	۳	۴
۱۴	۸۳	۱	۲
۲	۱	۱۵	۸۲

(۱) صبح کی نماز پڑھنے کے بعد پہلے ۹۲ مرتبہ یااللہ کہے پھر یا رسول اللہ کہے پھر یا علیؑ کہے اور اس نقش کو بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق لکھے۔ پھر ظہر اور عصر کی نماز کے پڑھنے کے بعد بارہ مرتبہ یااللہ یا رسول اللہ یا علیؑ کہکر اس نقش کو اپنے پاس رکھے تو اللہ کے حکم سے عزت پائے گا۔ دشمن زیر ہوں گے مرتبہ عطا ہو گا۔

نقش نہم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی"، کے اعداد ١١٠ کی مناسبت جناب کی وفات سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد

۷۵۶ / ١١٠

٢٨	٣١	٣٠	٢١
٢٩	١٢	٢٧	٣٢
٢٣	٣٢	٢٩	٢٦
٣٠	٢٥	٢٤	٣١

(١) اس نقش کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جس کے پاس ہو گا وہ شخص گناہوں سے باز رہے گا اور خیالات بد سے محفوظ رہے گا نیک اور صالح خیالات اس کے ذہن میں پرورش پائیں گے۔ (٢) ٢١ دن تک روزانہ لکھکر آٹے کی گولی بنا کر دریا یا سمندر میں ڈالے تو جو مراد رکھتا ہو گا وہ پوری ہو گی۔ غیب سے روزی پائے گا۔ (٣) نقش کو دودھ یا پانی میں دھو کر پلانے سے بچے پڑھنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ذہن پڑھائی کی طرف لگنے لگتا ہے اور بچہ عالم بنتا ہے۔

نقش دہم

حضرت علی علیہ السلام کے نام علی کے اعداد کی مناسبت پنجتن پاک سے!

۸۶ / ١١٠

١٢	١٥	٧٨	٥
٧٧	٦	١١	١٦
٧	٨٠	١٣	١٠
١٤	٩	٨	٧٩

نقش کے خواص اور فوائد

(١) جو کوئی شخص فقر فاقہ سے رنجیدہ ہو گھر میں لکھکر کسی جگہ لگا دے انشاء اللہ پریشانی سے نجات پائے گا۔ (٢) کاروبار کی جگہ پر رکھنے سے برکت ہو گی مفلسی دور ہو گی تونگری آئے گی روزی میں برکت ہو گی۔

اگر لکھ کر پاس رکھے تو ہر بلا و ناگہانی سے محفوظ رہے گا۔ (۵) قرضدار ہو تو قرضہ سے نجات ملے گی (۶) دشمن نہ رہیں گے (۷) حاکم مہربان ہوگا۔

نقش نمبر ۱۱

حضرت علی علیہ السّلام کے نام "علی" کے اعداد کی مناسبت بارہ امام سے

نقش کے خواص اور فوائد یہ ہے

۷۸۶
۱۱۰

۲۷	۳۰	۴۱	۱۲
۴۰	۱۳	۲۶	۳۱
۱۴	۴۳	۲۸	۲۵
۲۹	۲۴	۱۵	۴۲

(۱) یہ نقش ہر مرض میں اکسیر اعظم ہے اور ہر مصیبت میں مشکل کشائی کرتا ہے۔ (۲) چاندی پر کندہ کر کے پاس رکھے تو دشمن پر فتح پائے گا۔ حاکم مہربان ہوں گے۔ ہر آفات سے محفوظ رہے گا۔ خلق میں عزت اور وقار حاصل ہوگا۔
(۳) مشکلات و پریشانیاں دور ہوں گی۔
(۴) نورِ خدا سے پرنور ہوگا۔ ہر شخص کو چاندی پر لکھوا کر اس نقش کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔

نقش نمبر ۱۲

حضرت علی علیہ السّلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت چودہ معصومین ع سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد یہ ہے:- (۱) اس نقش کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو سفر میں ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہے گا۔

(۲) سوتے میں ڈر لگتا ہو تو ڈر جاتا رہے گا۔

(۳) ظالم کے ظلم، بلا ناگہانی اور طوفان سے محفوظ رہے گا۔

(۴) اگر کوئی شخص دماغی لو اذن اور کسی اثر میں مبتلا ہو تو اس نقش کو پانی میں دھو کر پلانے سے اللہ پاک شفا دے گا اور اپنا فضل کرے گا۔ !!!

۴۸۶
۱۱۰

۴۴	۴۷	۵	۱۴
۴	۱۵	۴۳	۴۸
۱۶	۷	۴۵	۴۲
۴۶	۴	۱۷	۶

موت کے علاوہ تمام بیماریوں کا نام علی سے علاج

بحوالہ کتاب "آپ کا کیا حال ہے" از عبدالکریم مشتاق۔ اس کتاب میں جناب عبدالکریم مشتاق صاحب نے ایک عظیم نسخہ تحریر کیا ہے جس کو میں مسلمانان عالم کے فائدے کے لئے تحریر کر رہا ہوں۔

ھوالشافی

باطہارت و اعتقاد کے ساتھ لاہوری نمک کی چٹکی لیجئے مصفے برتن میں رکھئے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھئے پھر گیارہ مرتبہ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ پڑھئے اور پھر ۱۱ مرتبہ یا علیؑ پڑھئے اور پھر گیارہ مرتبہ درود اللھم صل علی محمد و آل محمد پڑھ کر اس نمک پر دم کر دیجئے پھر مریض کو کھلا دیجئے۔ موت کے علاوہ تمام امراض کا علاج ہے۔ انشاءاللہ مشکل کشائے عالم کے نام کی قوت کا زندہ ثبوت فراہم ہو گا۔ یہ عمل گیارہ دن تک برابر کرنا ہے۔

مناجات زعفر جن رحمتہ اللہ علیہ

یہ ایک مخصوص اور کامیاب مُناجات ہے جس کو حضرت زعفر جن رحمتہ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے اگر پریشان حال اس مناجات کو پڑھے انشاءاللہ اس کی پریشانی دور ہوگی اور مراد مولائے کائینات کے دربار سے پوری ہوگی۔

ترکیب عمل

۱۳۵ - دفعہ اس مناجات کو رات کے ڈیڑھ بجے کے بعد تین روز تک ایک وقت اور ایک وقت اور ایک مقام پر تنہائی اور نیک ارادے کے ساتھ اول وآخر ۱۱ مرتبہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھ کر شروع کرے۔ انشاءاللہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔

مناجات

یَا وَالِیْنَا یَا وَلِیَ اللّٰہ اَغِثْنِیْ
یَا قُرَّۃَ عَیْنَ اَسَدُ اللّٰہ اَغِثْنِیْ
قَدْ جِئْتُ اِلیٰ بَابِکَ لِلّٰہِ اَغِثْنِیْ
اِرْحَمْ لِنَبِیْ لِیَدُ اللّٰہ اَغِثْنِیْ
مَنْ کَانَ سِوَاکَ مِلکَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاس
لَا وَالِیْنَا غَیْرُکَ یَا حَضْرَتِ عَبَّاس

دشمن کو فنا کرنے کا کامیاب عمل!

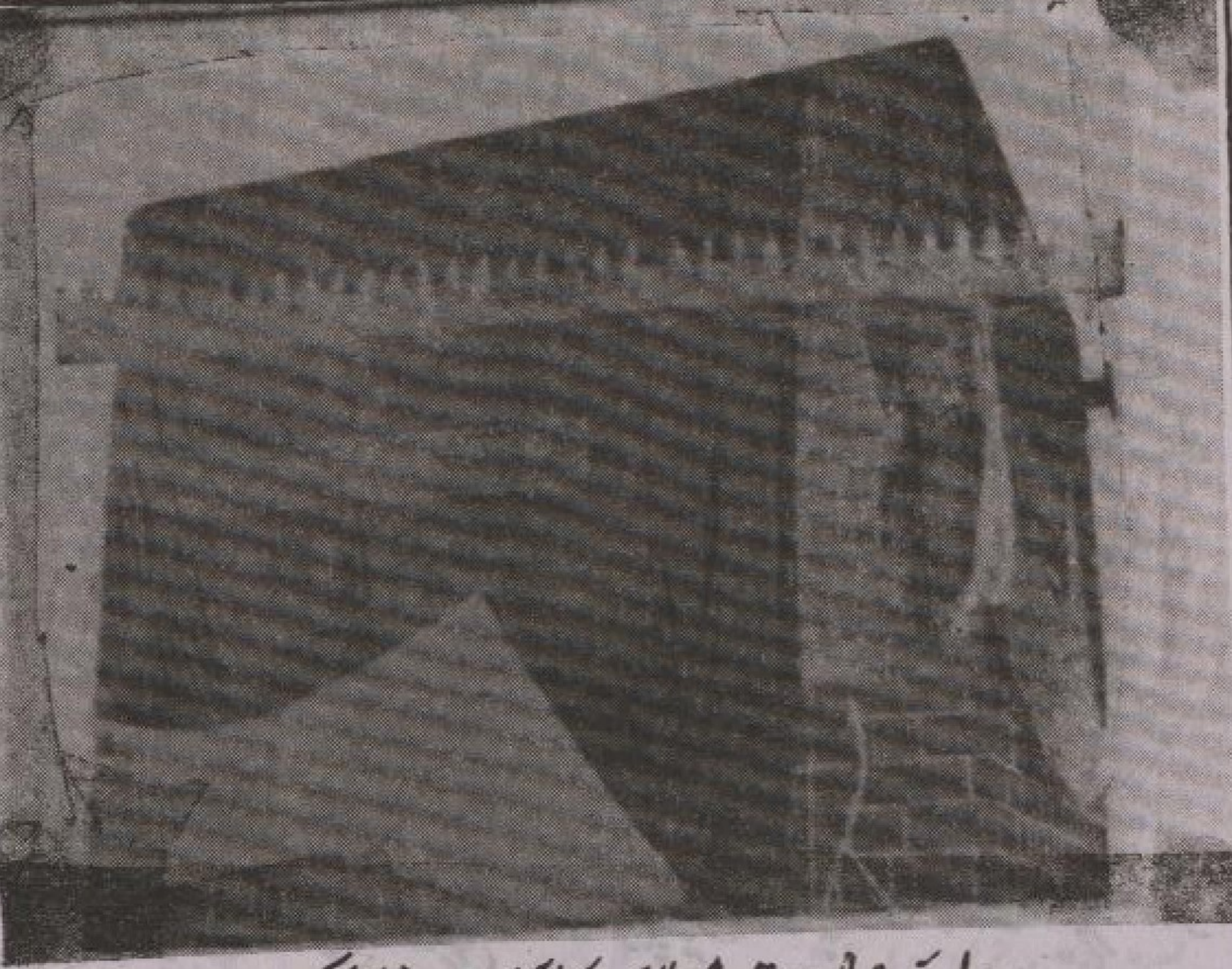
یہ بڑا کامیاب عمل ہے۔ جس کو سرکار صدر العلماء عامل روحانی علامہ سید محمد ذکی الاجتہادی صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا اور مجھ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ میں اس کو اپنی کتاب میں شائع کر کے مومنین حضرات کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں۔ یہ آپ کے گھرانے کا مجرب و روتی عمل ہے جس سے آپ کے آباؤ اجداد مختلف موقع پر فائدہ غیبی اٹھا چکے ہیں۔

عمل کی شرط:- اس عمل کو شروع کرنے سے پہلے آپ کو ایمانداری سے یہ طے کرنا ہوگا کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کا دشمن ناحق ہے۔ کوئی کوشش میل ملاپ کی نہیں ہے ہر ترکیب صلح صفائی کی بے کار ہو گئی ہے۔ دشمن نے عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ اس وقت اس عمل کو کرنا چاہیئے۔

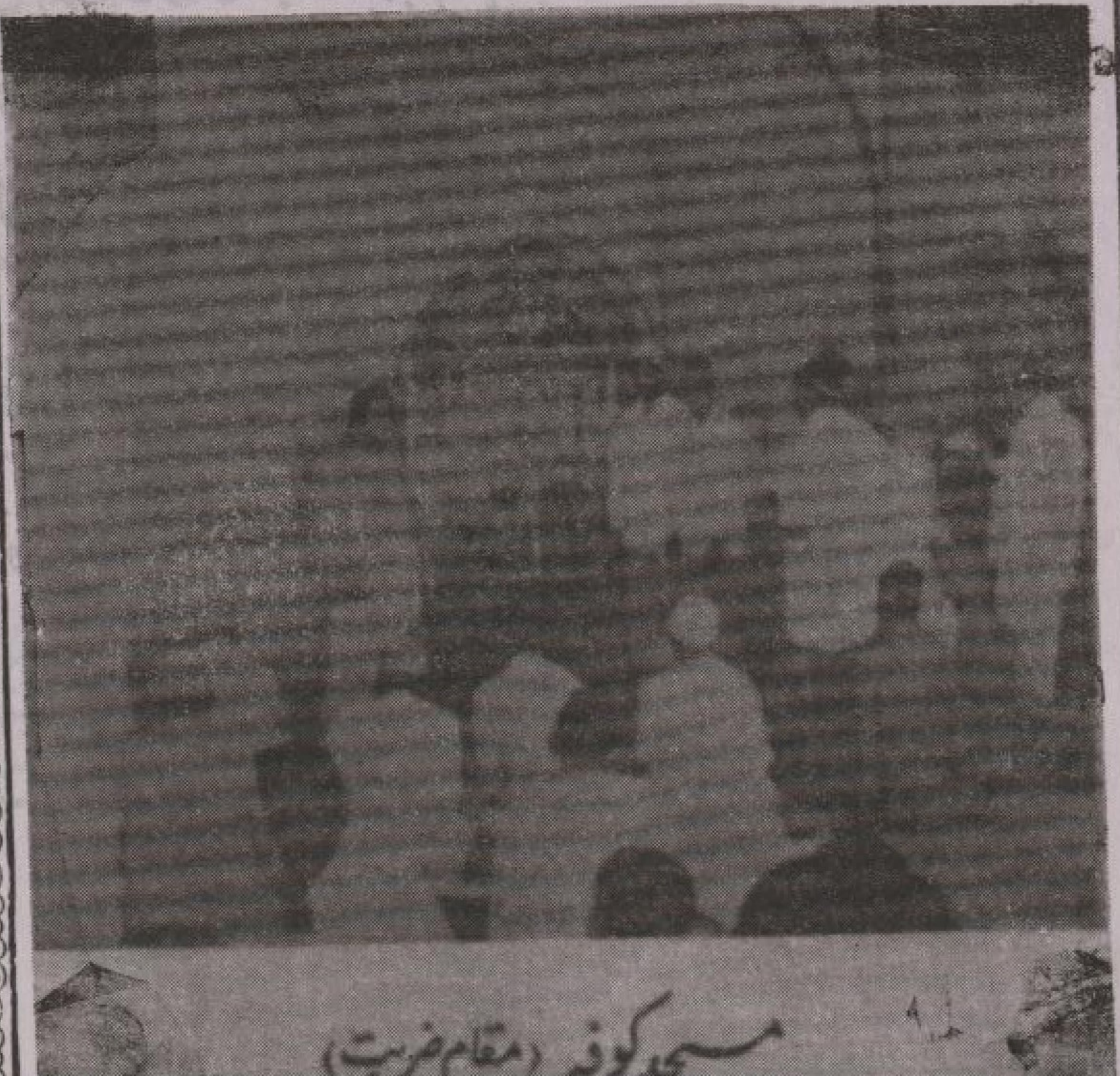
ترکیب عمل:- باوضو بارہ اور ایک بجے دن کے دوران دھوپ کے اندر ایک نیا چاقو سیدھے ہاتھ میں لے کر ایک سفید کاغذ پر دشمن کی شکل تصور کر کے اول و آخر ۱۱۔ مرتبہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجکر مصرعہ ثانی پر جب زن کا لفظ آئے تو چاقو کو تصویر کی کمر کے مقام پر (کاغذ پر) مارنے یہ عمل دس دن تک ہر روز ۱۰۱ مرتبہ کرے۔ (۱۰۱ مرتبہ یہ شعر پڑھے۔)

دعائے عمل

ضربے کہ زدی بر کمر مرّہ بن قیس یا صاحب اسرارؑ
یکبار دگر بر کمر دشمن من "زن"، یا حیدر کرارؑ



جائے ولادت مولائے کائنات (خانہ کعبہ)



مسجد کوفہ (مقامِ ضربت)

حضرت علیؑ کی زندگی کا نصب العین

"اُن کے افکار، گفتار اور کردار میں سلام ہی اسلام نظر آتا ہے"

(علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی)

آج اس وسیع کائنات عقل و آگہی کو مطمئن کرنے کے لئے ہمیں تحریک اسلام کی منزل بہ منزل رہبری کا از سر نو مطالعہ کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ اسلام جو اللہ کی نگاہ میں "دین محبوب" اور "دین مصطفےٰ" تھا جس کی بنیاد "عدل عالمگیر" اور تقویٰ پر تھی وہ کیوں اپنے نقاط اصلیہ سے دور اور "عہد واللہ" سے بیجا دور دکھائی دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اسکی افادیت اور تاثیر ختم ہوگئی اور اس کے ثمرات شیریں اور نتائج خوشگوار سے

علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی

اُمّت محروم ہوگئی اور وہ قوم جو کہ لمن الملک (کس کا ملک ہے) بجا رہی تھی اب صدائے "من مالکی" (میرا کون سا ملک ہے) بلند کئے ہوئے ہے۔ بڑے فخر سے کہتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کا تاج ہمارے ٹھوکر میں ہے اب تباہ کن سلطنتوں کا سرتیرغرہ کس کے قدموں پہ ہے وہ جو آبرے سے خراج لیتے تھے تباہ "کس کا فرقوم سے قرضہ نہیں لیتے"، وہ جو قیصر کو کلب کہتے تھے اب تباہ شیر یادر کے آگے دم نہیں ہلاتے۔ کہاں گیا وہ طنطنہ کہاں گیا وہ ہم ہمہ، کہاں گئی وہ حرکت سرتیرغرہ، کہاں گئی وہ سطوت کج کلاہی؟ تو فوراً تہی دامان عقل اور محرومان علم چیخ اٹھیں گے کہ ہم میں وہ اسلام نہیں۔ وہ اسلاف کی عظمتیں نہیں

نہیں رہیں تو کیا مروان، عبدالملک، ولید، یزید، ہارون و مامون اسلام کے مجسمے تھے؟ یہ ملوکیت کی پیداوار یہ خانہ کعبہ کو جلانے والے، مدینے کی حرمت تباہ کرنے والے، قرآن پر تیر برسانے والے قرونِ اولیٰ کے مسلمان نہ تھے مسلمانوں کے نمائندے سے نہ سمجھے جاتے تھے۔ فتوحات ان کے دور میں نہ رہ رہی تھیں۔ پھر ان کا وہ کونسا نہر و تقویٰ للّٰہیت اور اخلاص تھا جس نے ان کو فتوحات حاصل کیں اور اللہ کی نعمتوں کی گھٹائیں ان پر جھوم جھوم کر آئیں اور ٹوٹ ٹوٹ کر برسیں تو کیا یہ ان کی خوش حالی، فتوحات اور کامیابیاں اس لئے تھیں کہ وہ اللہ کے محبوب بندے اور نیکوکار مسلمان تھے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر اس جاہلانہ نعرہ کا مسلسل ادعا کہ ہماری ماضی میں شہرت و عظمت، فتح کامرانی ہمارے مذہب کی حقانیت اور عقیدہ کی صداقت کی وجہ سے، کس قدر غلط بات اور غلط اصرار ہے۔ مگر اس تاریک اور مہیب اندھیرے میں ایک چراغ روشن انسانیت کے افقِ اعلیٰ پر جلوہ فگن تھا اس میں نہ مسلم عصبیت تھی نہ قبیلوی نہ عربی وہ حق و انصاف عدل و داد، صدق و اخلاص، تقویٰ اور ورع، دین و شرع پر ہر بات کرتا وہ نام کے مسلمانوں کی چہار دیواری میں گھرے ہوئے چراغ کی طرح نہ تھا بلکہ ارض و سماء کی وسعتوں پر چھائے ہوئے آفتاب کی طرح تھا وہ فیض و افادیت کا دجلہ نہ تھا جو صرف ایک سرزمین کو سیراب کرتا ہے وہ ساقیٔ کوثر تھا۔ جس کا فیض مذہب و ملت سے حد بندیوں سے بلند ہر تشنہ لب کے لئے حاضر تھا۔ اس کی ذات نے ذکر و فکر کے جو چراغ جلائے آج بھی کائنات اس سے روشن ہے۔ اس کو دیکھو اس کو سمجھو اس کو پڑھو اور اس کے راستے پر چلو کہ اسی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے اسی میں اسلام کی حیات ہے۔ اسی دین مذہب کی وسعتیں جو اقوام ملل سے آگے بنی آدم کے تخیل میں ڈھلتی ہیں یہی وہ ہے جو عوام اور حکومت کے درمیان اس پل صراط کو عبور کرنا سکھاتا ہے جس پر چلنے سے بڑے بڑے سند بادیوں کے پاؤں کٹ گئے۔ آؤ کچھ دیر کے لئے ہم اس پرفریب دنیا سے نکل کر اس حقیقت پسند شخصیت کے سامنے کھڑے ہوں جس کے ایک ہاتھ میں عدل کی ترازو

ہے اور دوسرے ہاتھ میں تقویٰ کا سورج اور تمام عالم اسلامی اس کے زیر سایہ اطمینان کی سانس لے رہا ہے۔ جو اس نے کہا اس کو دیکھو پھر کہنے والے کو دیکھو کیا تم نے آزادی پر اس سے بہتر جملہ سنا ہے۔ اللہ نے تم کو آزاد پیدا کیا تو تم لوگوں کے غلام کیوں بنتے ہو؟ اور عوام کے احترام کے بارے میں یہ حقیقت پسندانہ قول دیکھا کہ "اور تم وہ راستہ اختیار کرو جسے عوام کی اکثریت پسند کرتی ہو کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی ناراضگی کو بے اثر بنا دیتی ہے اور اگر عوام ناراض ہوں تو خواص کی ناراضگی کوئی وقعت نہیں رکھتی ہے یہ خواص و مصاحبین حاکم کے اچھے حالات میں اپنی فرمائشوں اور تقاضوں کی وجہ سے اس بے چارے پر بارگراں بنے رہتے ہیں اور جب حاکم کے حالات خراب ہوں تو فوراً کھسک جاتے ہیں حاکم کے انصاف پر برہم ہوتے ہیں مانگتے ہیں تو چپچڑ ہو جاتے ہیں عطا پر شکر نہیں کرتے نہ ملنے پر عذر نہیں سنتے اور یاد رکھو کہ دین کا ستون مسلمانوں کی طاقت یہی عوام ہوتے ہیں۔

اور کیا آپ نے راعی کے رعایا سے رابطے پر اس سے بہتر کوئی مقولہ دیکھا ہے کہ "رعایا کے دل حکمرانوں کے خزانے ہوتے ہیں"۔ اب اس خزانے میں حکمراں عدل کے سکے رکھیں یا ظلم کے پتھر، جو رکھیں گے وہی پائیں گے۔

اور یہ ارشاد کہ اگر حکومت کے حق کا قیام اور باطل کا انہدام مقصود نہ ہو تو یہ پاپوش سے بھی کمتر ہے اور یہ فرمان کہ حکومت کا مطلب یہ نہیں کہ مال جمع کرو اور کسی سے اپنا کینہ نکالو۔ حکومت کا مقصد صرف یہ ہے کہ باطل مردہ اور حق زندہ ہو۔ اور یہ کہ ذلیل میری نظر میں عزت والا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دے دوں اور عزت والا کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کر لوں۔

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کی شخصیت

اخلاق و کردار کا نادر نمونہ اور عظمت و بزرگی کا دلکش مرقع ہے!

علامہ طالب جوہری

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت اخلاق و کردار کا وہ نادر نمونہ اور عظمت اور بزرگی کا وہ دلکش مرقع ہے کہ ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اسی لئے بولنے والوں کی زبانیں اور لکھنے والوں کے قلم آپ کی مدح و ثنا کے حق ادا کرنے سے قاصر اور آپ کی عظمت و منزلت بیان کرنے سے عاجز ہیں یہ وہ منزل ہے جہاں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ؎

ناقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے

علامہ طالب جوہری

یہ شرف و کمال، یہ عزت و بزرگی یہ جاہ و جلال، یہ حسن و جمال، یہ کردار کی بلندی، یہ اخلاق کی خوبیاں آخر ایک شخصیت میں کیسے جمع ہو گئیں۔ یہ کیونکر ہوا کہ ایک ہی شخص بیک وقت رجلِ کرار غیر فرار کی منزل پر بھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ باب مدینۃ العلم کا درجہ بھی رکھتا ہو۔ میدان میں علم بدوش اور تیغ بکف ہو اور منبر پر حکمت بزبان۔ وہ عالم ہو مگر باعمل شجاع ہو مگر عادل، حاکم ہو مگر درجۂ عبدیت کی ذمہ داریوں سے آگاہ!

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی اس فضیلت و عظمت کا سُراغ لگانے کے لئے ہم کسی اور طرف نظر کرنے کے بجائے خود آپ ہی کے اقوال خُطبات پر توجہ کریں تو ہمیں یہ معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے اپنی عظمت کا راز تربیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ہے حقیقت امر یہ ہے کہ پروردگار عالم نے ذات گرامی ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق عظیم کی اس معراج پر فائز کیا جہاں یہ حکم ہوا کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اب جس نے سراج منیر سے جتنا کسب نور کیا اس کی شخصیت اسی قدر روشن اور منور ہو گئی۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام بوجہ اس قرابت فطری کے جو آپ کو اللہ کے رسول سے تھی تربیت رسول کی نعمت سے فیضیاب ہونے کے سبب زیادہ اہل تھے چنانچہ نہج البلاغۃ کے ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا اور نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انھیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے جاتا تھا اور میں ان کے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال غار حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے۔ اور وہاں میرے علاوہ انھیں کوئی اور نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجہ کے علاوہ

کسی گھر میں اسلام نہ تھا اور میں ان کا تیسرا تھا۔ میں وحی و رسالتؐ کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

وحی و رسالت کے نور اور نبوت کی خوشبو کا مرکز اور منبع وہ ذات قدسی صفات تھی جو اوّل مخلوق اور آخر مبعوث ہے جس نے باطل کی آگ میں حق کے پھول کھلائے۔ شرک کے سمندر میں توحید کا راستہ بنایا اور سسکتی و دم توڑتی اخلاقی قدروں کو اعجاز عمل سے جلایا، وہ اللہ کا محبوب اس کا بندہ اور رسولؐ ہے۔

پروانہ بھی چراغ بھی خوشبو بھی پھول بھی
بندہ بھی ہے خدا کا خدا کا رسولؐ بھی

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں عبد اور معبود کے درمیان صرف ایک کمان کا فصل رہ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔ وہ رسالتؐ اور نبوت کی اس منزل پر فائز ہے جہاں اس کے بعد کسی نبیؑ یا رسولؐ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ اس کے ذریعہ دین کی تکمیل اور نعمت کا تمام ہو گیا۔ وہ صادق اور امین جس کی صداقت اور امانت کے معترف وہ لوگ بھی ہیں جو اس کی جان کے دشمن تھے اور وہ رحمۃ اللعالمینؐ جس نے اخلاق و کردار کا یہ معیار دنیا کو دیا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ وہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا اور اس نے اخلاق حسنہ کو ان بلندیوں تک پہنچا دیا جہاں پہنچتے ہوئے تخیل کے پر جلتے تھے وہ ایک ایسا شہر علم ہے جہاں اعمال صالحہ کی ایک دنیا آباد ہے جگہ جگہ تقویٰ کے پھول کھلے ہیں روش روش محبت کی خوشبو مہک رہی ہے جہاں ہر طرف توحید کا تمدن جلوہ فرما ہے، عدل و انصاف کی حکمرانی ہے۔ یہ ایک ایسا شہر علم ہے جو تمدن کے لئے ایک مثال اور انسانی فلاح کے لئے ایک دلیل ہے رسولؐ کی ذات عالمین کے لئے رحمت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں زندگی اپنی رہنمائی کے لئے اسی ذات مقدس صلعم

ف دیکھے۔ زندگی ایک رنگا رنگ اور متنوع حقیقت ہے اس لئے رسول اللہ
سیرت میں تنوع اور ہمہ گیری میں ایک ایسی جامعیت ہے جس کی مثال
ہر سے دی گئی ہے۔ جس طرح شہر متمدن زندگی کے ارتقا میں سنگ میل
اسی طرح ذات گرامی پیغمبر طالبان ہدایت اور داعیان شرافت کے لئے
ور اور ہر عہد میں رہنمائی کرتی رہے گی۔

عبث د معنی من کنت مولا ی روی هر شو
علیؑ مولا به ایں معنی که پیغمبرؐ لو د مولا !

مشاہیر اسلام کی نظر میں

واقعۂ غدیر

یعنی

جشنِ تکمیلِ دین

مولا علیؑ کی حاکمیت کا اللہ کی طرف سے

اعلان

عید غدیر خم وہ مبارک سعید دن ہے جس روز اہل ایمان روحانی مسرتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ شکریہ کی نمازیں ادا کرتے ہیں، دعائیں پڑھتے ہیں، برادر ایمانی گلے سے ملتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ غرض ایک ہمہ گیر خوشی سے لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ یہی وہ دن ہے جس روز دین اسلام کو حضرت اقدس الٰہی نے اپنی خوشنودی و تکمیل کا پروانہ مرحمت کیا ارشاد ہوا۔ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" یہی وہ ہمایوں دن ہے جس روز آیۂ مذکورہ کے نزول سے قبل رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُمّت مرحومہ کی نجات کا وہ انتظام

فرمایا جس ہر کا ربند رہنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا یعنی روز روشن میں سر میدان ہزاروں کے مجمع میں اور بعد نماز ظہر "جحفہ" کے مقام پر غدیر کے میدان میں مرد و زن، جوان و پیر مکی مدنی، مہاجر و انصار، عرب عجم، کالے گورے کے سامنے ارشاد فرمایا۔ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ "۔ حضور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں۔ اس اہم واقعہ کی مسرت اہل ایمان کو ہونا ہی چاہیئے تھی اور رہتی ہے۔ یہ حدیث شریف شیعوں کے نزدیک ہی متواتر نہیں بلکہ بین الاسلامی حیثیت سے ثابت ہے مسلمانوں کے ہر فرقے نے اس کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اہل علم نے ضخیم تصانیف اس موضوع پر اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ کچھ ناواقف لوگ کہتے ہیں یہ حدیث شیعوں کے گھر کی بات ہے اس لئے آیئے دیکھیں اس مبارک حدیث کو کس کس خوش قسمت نے روایت کیا ہے۔

اسامی صحابہ و تابعین رواتِ حدیثِ غدیر

ابن عقدہ کتاب الموالاۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ اسماء اُن حضرات کے ہیں جنھوں نے حدیث غدیر کو روایت کیا۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رض (۲) حضرت عمر فاروق رض (۳) حضرت عثمان غنی رض (۴) حضرت علی مرتضےٰ ع (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت زبیر (۷) حضرت عبدالرحمٰن عوف (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص (۹) حضرت عباس بن عبدالمطلب (۱۰) حضرت امام حسن علیہ السلام (۱۱) حضرت امام حسین علیہ السلام (۱۲) حضرت عبداللہ عباس (۱۳) حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (۱۴) حضرت عبداللہ بن مسعود (۱۵) حضرت عمار بن یاسر (۱۶) حضرت ابوذر غفاری (۱۷) حضرت سلمان فارسی (۱۸) حضرت سعد زرارہ انصاری (۱۹) حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری (۲۰) حضرت ابوایوب انصاری (۲۱) حضرت سہیل بن حنیف (۲۲) حضرت عثمان بن حنیف

(۲۳) حضرت حذیفہ بن الیمان (۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر (۲۵) حضرت براء عازب
انصاری (۲۶) حضرت رفاعہ بن رافع انصاری (۲۷) حضرت سمرہ بن جندب
(۲۸) حضرت سلمہ بن اللہ کوع (۲۹) حضرت زید بن ثابت انصاری (۳۰) حضرت
ابو لیلیٰ انصاری (۳۱) حضرت ابو قدامہ انصاری (۳۲) حضرت سہیل بن سعد
انصاری (۳۳) حضرت عدی بن حاتم طائیؓ (۳۴) حضرت ثابت بن یزید بن ودیعہ
(۳۵) حضرت کعب بن عجرہ انصاری (۳۶) حضرت ابو الہیثم بن تیہان انصاری
بدری (۳۷) حضرت ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری (۳۸) حضرت مقداد بن عمر
کندی (۳۹) حضرت عمر بن ابی سلمہ (۴۰) حضرت عبداللہ بن السید مخزومی۔
(۴۱) حضرت عمران بن حصین خزاعی (۴۲) حضرت بریدہ بن الحصیب اسلمی
(۴۳) حضرت ابو سعید حذری - (۴۴) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری (۴۵) حضرت
جریر بن عبداللہ بجلی (۴۶) حضرت زید بن ارقم انصاری (۴۷) حضرت حذیفہ
بن اسید (۴۸) حضرت عمر بن الحمق (۴۹) حضرت زید بن حارثہ انصاری (۵۰)
حضرت مالک بن الحویرث (۵۱) حضرت ابو سلیمان عاجر بن ثمرہ (۵۲) عبداللہ
بن ثابت انصاری (۵۳) حضرت حبشی بن جنادہ سلولی (۵۴) حضرت ضمیرۃ
الاسیدی (۵۵) حضرت عبید اللہ بن عازب انصاری (۵۶) حضرت حکم بن
ہرہ (۵۷) حضرت عبداللہ بن ابی ادنی اسلمی (۵۸) حضرت زید بن شراحیل
انصاری (۵۹) حضرت عبید اللہ بشیر غانہ وی (۶۰) حضرت نعمان بن عجلان
انصاری (۶۱) حضرت عبدالرحمٰن بن نعیم دیلمی (۶۲) حضرت ابو الحمراء خادم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۶۳) حضرت ابو فضالہ انصاری (۶۴) حضرت عطیہ
بشر مازنی (۶۵) حضرت عامر بن ابی لیلیٰ غفاری (۶۶) حضرت ابو الطفیل عامر
بن واثلہ کنانی (۶۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالرب انصاری (۶۸) حضرت
حسان بن ثابت انصاری (۶۹) حضرت سعد بن جنادہ عوفی (۷۰) حضرت
عامر بن عمیر عرنی (۷۱) حضرت عبداللہ بن یامیل (۷۲) حضرت حبہ بن جوین عرنی
(۷۳) حضرت عقبہ بن عامر جہنی (۷۴) حضرت ابو ذویب شاعر (۷۵) حضرت ابو شریح
خزاعی (۷۶) حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ (۷۷) حضرت ابو امامہ باہلی۔

(۷۸) حضرت عامر بن حمزہ (۷۹) حضرت جندب سفیان بجلی (۸۰) حضرت اسامہ بن حارثہ کلبی (۸۱) حضرت وحشی بن حرب (۸۲) حضرت قیس بن ثابت انصاری (۸۳) حضرت عبدالرحمٰن بن مذبح (۸۴) حضرت حبیب بن بدیل خزاعی (۸۵) حضرت انس بن مالک انصاری (۸۶) حضرت ابو ہریرہ (۸۷) حضرت جبلہ بن عمر انصاری (۸۸) حضرت ابو برزہ انصاری (۸۹) حضرت ابو رافع مولیٰ رسول اللہ (۹۰) حضرت ابو عمرہ بن عمر بن محصین انصاری (۹۱) حضرت ناجیہ بن عمر خزاعی۔ (۹۲) حضرت یعلیٰ بن مرۃ ثقفی (۹۳) حضرت سعید بن سعد بن عبادہ انصاری (۹۴) حضرت ابو سریحہ انصاری (۹۵) حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ (۹۶) ام المومنین حضرت عائشہ (۹۷) ام المومنین حضرت امّ سلمہ (۹۸) حضرت امّ ہانی بنت ابی طالب (۹۹) حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب (۱۰۰) حضرت اسماء بنت عمیس (۱۰۱) حضرت ابو زینب بنت عوف انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کے علاوہ ثمہ ذکر ابن عقدۃ ثمانیۃ وعشرین رجلا من الصحابۃ ولم یذکر اسماءھم

پھر ابن عقدہ نے اٹھائیس صحابیوں کا اور ذکر کیا مجملاً اور ذکر کیا جن کا نام نہیں لکھا۔

اسامی ائمہ محدثین مخرجین حدیث غدیر

اس حدیث کو بجز بخاری و مسلم و ابو داؤد و واقدی ہر طبقہ کے محدثین کی جماعت کثیر نے روایت کیا ہے جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) محمد بن اسحٰق صاحب السیرۃ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۱۹)

(۲) یوسف اسرائیل بن یونس السبیعی (خصائص نسائی صفحہ ۱۷)

(۳) قاضی شریک بن عبداللہ (خصائص نسائی صفحہ ۲۲) (۴) محمد بن جعفر مدنی معروف بہ غندر (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۹۸) (۵) وکیع بن الجراح (ابن ماجہ صفحہ ۱۲)

(۶) عبداللہ بن نمیر ہمدانی (مسند امام احمد جلد صفحہ ۸۴) (۷) عبدالرزاق
بن ہمام صنعانی (مناقب خوارزمی صفحہ ۹۴) (۸) حسین بن مروزی (قول
المستحسن صفحہ ۲۰۲) (۹) ابونعیم فضل بن دکین کوفی مستدرک جلد ۳
صفحہ ۱۱۰) (۱۰) عفان بن مسلم صفار (خواص الامہ صفحہ ۱۸) (۱۱) سعید بن منصور
خراسانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۷) (۱۲) علی بن حکیم الاودی (قول المستحسن
صفحہ ۲۰۴) (۱۳) علی بن محمد طنافسی (ابن ماجہ صفحہ ۱۲) (۱۴) عبد بن محمد بن
ابی شیبہ العبسی (قول المستحسن صفحہ ۲۰۲) (۱۵) عبیداللہ بن عمر قواریری
(قول المستحسن صفحہ ۲۰۵) (۱۶) اسحاق بن ابراہیم حنظلی معروف بہ بن راہویہ (
کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۶) (۱۷) عثمان بن محمد بن ابی الحسن بن ابی شیبہ -
(قول المستحسن صفحہ ۲۰۲) (۱۸) قتیبہ بن سعید سلفی (خصائص نسائی صفحہ ۷) (۱۹)
امام احمد بن حنبل (مسند جلد ۱ صفحہ ۸۴) (۲۰) ہارون بن عبداللہ ابوموسیٰ
الجمال (قول المستحسن صفحہ ۲۰۳) (۲۱) محمد بن بشار عبدی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)
(۲۲) ابوموسیٰ بن محمد المثنیٰ عنزی (نسائی صفحہ ۱۷) (۲۳) اسمٰعیل بن عبداللہ
اصفہانی الملقب بسمویہ بن محمد المثنیٰ (قول المستحسن صفحہ ۳۰۲) (۲۴) محمد بن
یحییٰ ذہلی (نسائی صفحہ ۷) (۲۵) محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی صاحب سنن
(ابن ماجہ صفحہ ۱۲) (۲۶) ابن ابی قتیبہ عبداللہ بن مسلم دینوری (کتاب الامامہ
والسیاسۃ جلد ۲ صفحہ ۹۳) (۲۷) محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی صاحب
السنن (ترمذی) شریف جلد ۲ صفحہ ۲۹۲) (۲۸) ابن ابی عاصم احمد بن عمر شیبانی
(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۷) (۲۹) زکریا ابن یحییٰ السجزی الخیاط (النسائی صفحہ ۲۹
(۳۰) عبداللہ بن امام احمد بن حنبل (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۳) (۳۱) احمد بن عمر
ابن عبدالخالق البزار (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۴) (۳۲) محمد بن شعیب نسائی
صاحب السنن (خصائص نسائی صفحہ ۲۹) (۳۳) حسن بن سفیان (مناقب خوارزمی
صفحہ ۱۲) (۳۴) محمد بن جریر طبری (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۰) (۳۵) ابوالقاسم
عبداللہ بن محمد بغوی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۹) (۳۶) محمد بن علی حسین
بن بشر ابوعبداللہ الزاہد الحکیم (ترمذی) قول المستحسن صفحہ ۲۰۲) (۳۷) احمد بن محمد

طحاوی (قول المستحسن صفحہ ۲۰۴) (۳۸) ابو عمر احمد بن محمد بن عبدربہ القرطبی (العقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۴۶) (۳۹) حسین بن اسمٰعیل المحاملی (کنز العمال) جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ (۴۰) ابوالعباس محمد بن محمد معروف بہ ابن عقدہ (قول المستحسن صفحہ ۲۱۱) (۴۱) دعلج بن احمد السجزی (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۰۹) (۴۲) محمد بن حبان بستی (قول المستحسن صفحہ ۳۰۱) (۴۳) سلیمان بن احمد طبرانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۵۴۱) (۴۴) احمد بن جعفر القطیعی (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۱۹) (۴۵) علی بن عمر دارقطنی (قول المستحسن صفحہ ۲۰۶) (۴۶) محمد بن عبدالرحمٰن المتخلص الذہبی (ریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۹) (۴۷) ابوعبداللہ حاکم صاحب مستدرک مستدرک ۱۰۹ (۴۸) احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی (نزل الابرار صفحہ ۲۰) (۴۹) ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴) (۵۰) ابن السمان اسمٰعیل بن علی زنجویہ رازی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۰) (۵۱) احمد بن حسین بیہقی (مناقب خوارزمی صفحہ ۱۱۲) (۵۲) ابن عبد اکبر یوسف بن عبداللہ نمیری قرطبی (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۵۳) (۵۳) احمد بن علی المعروف بہ خطیب بغدادی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴) (۵۴) ابوالحسن علی احمد واحدی (مطالب السؤل صفحہ ۱۶) (۵۵) احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی (خواص الامہ صفحہ ۱۹) (۵۶) علی بن محمد جلالی معروف ابن المغازلی۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۲) (۵۷) علی بن الحسن بن الحسین خلعی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۳) (۵۸) ابو منصور شہردار بن شیرویہ دیلمی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸) (۵۹) احمد بن محمد عاصمی (زین الفتی قلمی) (۶۰) ابوالموید بن موفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزم مکی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۰) (۶۱) علامہ فخرالدین رازی صاحب تفسیر کبیر (الشارح المصطفےٰ صفحہ ۱۵) (۶۲) ابوالسعادت مبارک بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (جامع الاصول جلد ۲ صفحہ ۱۱۸) (۶۳) ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۸) (۶۴) محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲) (۶۵) محمد بن طلحہ نصیبی شافعی (مطالب السؤل صفحہ ۱۶) (۶۶) ابوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی (تذکرہ خواص الامہ ۱۷) (۶۷) محمد بن یوسف گنجی

شافعی کفایۃ الطالب قلمی۔) (۶۸) ابوجعفر محب الدین احمد بن عبداللہ طبری (ریاض جلد ۲ صفحہ ۱۶۹) (۶۹) ابراہیم بن محمد حموینی (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۹۲) (۷۰) شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ذہبی (تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۲۴۵) (۷۱) نظام المرج نیشاپوری صاحب تفسیر (ارداح المصطفیٰ صفحہ ۱۲) (۷۲) ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۱) (۷۳) محمد بن یوسف زرندی (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۷) (۷۴) عبداللہ بن اسعد یمنی شافعی (مراۃ الجنان جلد ۱ صفحہ ۱۱۱) (۷۵) اسمٰعیل بن عمر دمشقی معروف بن کثیر صاحب تاریخ (قول المستحسن صفحہ ۲۱۳) (۷۶) علی بن شہاب الہمدانی (مودۃ القربیٰ المشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۴۹) (۷۷) محمد بن محمد معروف خواجہ پارسا (افضل الخطاب قلمی باب ۶۵ ینابیع المودۃ ملخصہ افضل الخطاب (۷۸) محمد بن محمد شمس الدین جزری صاحب حصن حصین (قول المستحسن صفحہ ۲۱۳) (۷۹) احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۷) (۸۰) نورالدین علی بن محمد معروف بہ ابن الصباغ مالکی (فصول المہمہ صفحہ ۱۱۹) (۸۱) محمد بن احمد عینی حنفی شارح بخاری (عمدۃ القاری معروف بہ عینی جلد ۷ صفحہ ۶۳۴) (۸۲) حسین بن معین الدین یزدی یبذی (فواتح قلمی) (۸۳) نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی شافعی صاحب جواہر العقدین (ینابیع المودہ صفحہ ۳۶) (۸۴) عبدالرحمٰن بن ابی بکر معروف بہ جلال الدین سیوطی (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵۶ و جمع الجوامع و تاریخ الخلفاء وغیرہ (۸۵) عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی معروف بہ جمال الدین محدث (اربعین و روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۳۳۴) (۸۶) احمد بن محمد معروف بہ ابن حجر ہیتمی مکی (صواعق محرقہ صفحہ ۸۸) (۸۷) علی متقی بن حسام الدین (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۰) (۸۸) شیخ محمد صالح کشفی (مناقب مرتضوی صفحہ ۶۷) (۸۹) ملا علی قاری ہروی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۸) (۹۰) محمد بن عبدالرؤف مناوی (کنوز الحقائق مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۸۱ و فیض القدیر جلد ۲ صفحہ ۴۴۲۔) (۹۱) محمد بن محمد بن علی شیخانی قادری مدنی (صراط السوی قلمی) (۹۲) احمد بن الفضل باکثیر مکی (وسیلۃ المآل قلمی) (۹۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

اشعۃ اللمعات جلد ۳ صـ۲۵ (۹۴) محمد بن عبدالرسول مدنی (رسالۃ الاشاعۃ قلمی)
(۹۵) حسام الدین بن محمد بایزید سہارنپوری صاحب مرافض الروافض (عروۃ الوثقیٰ
صـ۵۵۶ (۹۶) مرزا محمد معتمد خاں بدخشانی تنزل الابرار صـ۱۹۱ (۹۷) شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی (ازالۃ الخفا مقصد دوم صـ۲۶۱ (۹۸) محمد بن اسمٰعیل بن صلاح
الامیر یمانی صنعانی (روضہ ندیہ صـ۶۷) (۹۹) محمد بن علی الصبان (اسعاف الراغبین
صـ۱۵۲ (۱۰۰) مولوی رشید الدین خاں (ایضاح لطافۃ المقال قلمی) (۱۰۱)
ملا محمد مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجات صـ۱۳۴ (۱۰۲) سید صدر الدین احمد
روائح المصطفےٰ صـ۱۱ (۱۰۳) شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ
صـ۳۳ (۱۰۴) مولوی ولی اللہ فرنگی محلی (مراۃ المومنین وتنبیہ الغافلین
صـ۵۲ (۱۰۵) مولوی شاہ تقی علی قلندر علوی کاکوروی (روض الازہر صـ۱۰۱
(۱۰۶) مولوی شاہ حسن بخش علوی کاکوروی (تفریح الاذکیا جلد ۲ صـ۳۸۵
(۱۰۷) مولوی حسن الزماں ترکمانی حیدرآبادی (قول المستحسن صـ۲۰۱ (۱۰۸)
مولوی حافظ شاہ علی انور قلندر علوی کاکوروی (شہادت نامہ صـ۱۲ (۱۰۹)
مولوی حکیم مظہر الحق قنوجی شمس التواریخ جلد ۵ صـ۵۰) (۱۱۰) حافظ عبدالرحمٰن
پنجابی (المرتضیٰ صـ۵۳) وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آئمہ محدثین مرقومہ
بالا حضرات کے حالات سے کتب اکابر قوم مملو ہیں۔

ناظرین محترم اب آپ پر اس حدیث کی اہمیت روشن ہو گئی ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

خطبۂ سلسلۃ الذہب!

خطبۂ غدیر بزبان جناب امیر علیہ السلام

یہ ایسا عظیم الشان نایاب گرانقدر خزینہ علم و معرفت گنجینۂ رشد و ہدایت خطبۂ مبارکہ ہے جو معصومین آئمہ کے دلوں میں اولیاء و عرفا خطبا و ادبا کے سینوں میں محفوظ رہکر جیلاً بعد جیل منتقل ہوتا رہا صفحہ قرطاس پر بہت بعد میں آیا کتابوں کی زینت بہت بعد میں بنا زیور کتابت سے بہت بعد میں آراستہ ہوا یہ صرف مخصوصین کے حلقوں میں فردوسی صحبتوں میں جنتی محفلوں میں بہشتی دوستوں میں جام کوثر کی طرح گردش کرتا رہا۔ پیمانہ ایمان بن کر سب کو جانچتا رہا ہر کہہ وعہ کی زبان و قلم سماعت و بصارت سے روگردان دامن کشاں رہا پھر محفل قابل مورد صالح دیکھکر پہلے پہل صاحب کشف و کرامات سید السادات عالم باکمال صاحب اقبال مؤلف کے ہاتھوں نقاب رُخ الٹ کر حریم ناز سے نکلکر جلوہ گاہ عام پر آیا۔ جامع نہج البلاغہ مناد الہدیٰ علامہ سید رضی علیہ الرحمۃ کی علمی آنکھیں پر تجسس نگاہیں یقیناً اس کو ڈھونڈھتی رہیں اور خطبات حضرت امیرؑ کے بحر زخار ناپیدا کنار میں اس طرح گوہر آبدار کے لئے غواصی کرتی رہیں۔ اہل راز اسے اپنے سینوں میں چھپائے دل سے لگائے سرتاپا حصار آہنیں بنے ہوئے جان سے بڑھ کر حفاظت کرتے رہے علماء اس کو شننے کی امیدیں لئے ہمہ تن گوش بن گئے عرفا اس کی لذت اٹھانے کے لئے

مجسمہ ہوش ہو گئے ادبا، اس کو دیکھنے کے لئے سراپا چشم بن گئے بالآخر
مصلحت امامت نے تقاضہ کیا اور زمانہ امام کاظم علیہ السلام میں انکشاف
غدیر کی طرح عہد امام رضاؑ میں انکشاف خطبۂ غدیر ہوا اور اس کو سب سے
پہلے ثانی علیؑ امام رضاؑ نے اپنے سن رسیدہ معمر و بزرگ صحابی فیاض
بن محمد بن موسیٰ کی موجودگی میں اپنے مخلص دوستوں کے جمع غفیر و جشن غدیر
میں سنایا۔ فیاض نے اس پورے واقعہ کو نوے ۹۰ سال کی عمر میں شہر
طوس میں ۲۵۹ھ میں سعید بن ہارون الروزی سے بیان کیا۔ راوی
فیاض کہتے ہیں کہ میں در دولت امام رضا علیہ السلام پر روز غدیر حاضر
ہوا تمام خالص و مخلص و مخصوص اصحاب کا خانہ اقدس میں اجتماع تھا۔
سب کو طعام غدیر کی دعوت تھی مولاؑ کے ساتھ سب کے سب روزہ دار
تھے افطار کے لئے سب حاضر تھے کیا کہنا اس بے تکلف پاک و پاکیزہ
ضیافت کا مقدس دن طیب و طاہر گھر طیب و طاہر دستر خوان طیب و طاہر
طعام طعام تطہیر میزبان حلقہ بگوشان تطہیر مہمان ایسی دعوت تو چشم
فلک و حور و ملک نے بھی نہ دیکھی تھی یہ صرف دعوت ہی نہ تھی بلکہ آبروئے
جنت اس خوانِ نعمت پر کھنچ آئی تھی رب العالمین خود بھی اس
دعوت میں میزبان تھا قدرت روزی بخش دستر خوان تھی اس غذا کا
ہر لقمہ درجات ایمان و حقائق عرفان کا ضامن تھا تقویت روح ایقان کا
سبب تھا حقیقت قرآن کے مشاہدہ کا موجب تھا جنت کا اس گھر سے
کیا تقابل اس طعام کا جنت سے کیا موازنہ آج تو گلشن غدیری کی کل
بہاریں وارث نقطہ بسم اللہ کے گھر میں سمٹ آئی تھیں عجیب منظر ہے
جانشین غدیری مولاؑ ہے غدیری مجمع ہے، غدیری دستر خوان ہے غدیری
میزبان ہے غدیری مہمان ہے ہم مشربان غدیر جمع ہیں کسی کا امتیاز
نہیں ہے۔ سب رنگ غدیر میں رنگے ہوئے عطر غدیر میں بسے ہوئے

ہیں۔ طعام مادّی کی دعوت کے پہلے مولاؑ نے طعام روحانی کا مائدہ رحمت بچھایا ہے آج غذا وہ ہو جس کا ذائقہ زبان آشنا نہ ہو خطبہ وہ ہو جس کا لطف گوش آشنا نہ ہو مولاؑ نے حکم دیا تمام حاضرین میں فرداً فرداً ہر ہر صحابی کے گھران کے عیال و اطفال کے لئے بھی غدیری خاصہ جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ غدیری تحفہ بھی ہو غدیری خلعت بھی ہو غدیری جوڑے بھی بھیجے جائیں سب کو غدیری انگوٹھیاں بھی نام بنام تقسیم ہوں کوئی محروم نہ رہے حتیٰ کہ پاپوش و نعلین تک کی کمی نہ رہے تکمیل خلعت غدیری میں کوئی کسر نہ رہے آج تنہا مومنین ہی سرشار نہ ہوں بلکہ مومنات بھی فیضیاب ہوں گویا غدیری انعام گھر بیٹھے ملتا ہے بشرطیکہ خالص ایمان ہو۔ مارے خوشی کے سب کے رنگ رخ بدل گئے رنگ محفل بدل گیا رنگ ماحول بدل گیا رنگ سماء و سمک بدل گیا آج نرالا دن آگیا ہر طرف پوری فضا کے کائنات میں زمین سے آسمان تک خوشی و مسرت چھا گئی ہوائے صحن عالم عطر خیز و عطر بیز و عطر بیز ہو گئی گل غدیر کی خوشبو مہکی خزاں بہاروں میں جا چھپی جامہ نوبدل کر آپہنچی۔ گل غدیر کھلنے لگا شمیم گل روش ہوا پر اڑنے لگی برکتیں خانہ امام کے صدقے ہونے لگی رحمتیں طواف کرنے لگیں سب انتظامات کے بعد ایک مرتبہ حضرت امام رضاؑ رونق افروز بزم غدیری ہوئے وارث لسان اللہ نے زبان عصمت کو گردش دی لعل لب امامت وا ہوئے دہن اقدس سے آواز بلند ہوئی حدّثنی ابی سنو میرے بابا حضرت کاظم علیہ السلام نے مجھ سے بیان فرمایا ان سے میرے دادا حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا ان سے میرے جد حضرت محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا ان سے میرے جد حضرت حسین بن علی علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک سال غدیر اور جمعہ دونوں عیدیں جمع ہو گئیں گویا یہ عیدوں کا قران السعدین تھا امیر کائناتؑ طلوع آفتاب کے ۵ گھنٹے کے بعد دولت سرا سے برآمد ہوئے خطیب منبر

سلونی فراز مسجد کوفہ کے منبر پر رونق افروز ہو لسان اللہ نے لہجہ قدرت میں خطبہ شروع فرمایا تو فصاحت بلائیں لینے لگی معنی و بیان طواف کرنے لگے محاسن کلام قدم بوس ہونے لگے اس خطبہ مبارکہ کی یہ خصوصیت رہی کہ مولائؑ نے حمد الٰہی و ثنا ربانی کے وہ در شاہوار برسائے ایسے جواہر آب دار لٹائے کہ عالم کائنات انگشت بدنداں ہو گیا بحر معرفت علوی و دریائے علوم حسینی ساری یوں موجزن و متلاطم ہوا کہ ادبائے عرب کے سفینے ڈوب گئے خطبائے عراق کے بیڑے غرق ہو گئے ہوائے علم الٰہی کے تیز و تند جھونکوں سے یونانی فلسفہ و حکمت کے چراغ گل ہو گئے کاخ معرفت یونان میں اندھیرا چھا گیا اور ایوان دین اسلام میں لازوال اجالا ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هذا اليوم عظيم الشان فيه وقع الفرج ورفعت الدرج و
یہ بہت عظیم الشان روز ہے جس کے دامن میں آسودگی لپٹی ہوئی ہے رفعتوں کے زینے

وضحت الحجج وهو يوم الايضاح والافصاح عن المقام الصراح
اس میں نصب ہو چکے ہیں اور خدا کی حجتیں اس میں روشن ہو چکی ہیں یہ خدا کی بات

ويوم كمال الدين ويوم العهد المعهود ويوم الشاهد والمشهود
کے واضح کرنے کا دن ہے یہ محل صراحت سے طلوع حقیقت کا دن ہے یہ روز کمال دین

ويوم تبيان العقود عن النفاق والجحود ويوم البيان عن حقائق
ہے یہ روز عید بھی ہے اور جس کا عہد لیا گیا وہ روز بھی یہ گواہی دینے والا اور گواہی

الايمان ويوم دحر الشيطان ويوم البرهان هذا اليوم الفصل
دیا ہوا روز ہے۔ یہ نفاق و انکار کی گرہوں کو کھولنے والا دن ہے یہ حقائق

الذي كنتم توعدون هذا اليوم الملاء الاعلى الذي انتم عنه
ایمان بیان کرنے کا دن ہے یہ شیطان کو کچلنے کا دن ہے یہ حق کے ثابت ہونے کا دن ہے

معرضون هذا اليوم الارشاد ويوم محنة العباد ويوم
یہ اسی فیصلے کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا یہ ملاء اعلیٰ (ملائکہ) کا دن ہے جس سے
الدليل على الذواد هذا اليوم ابداء خفايا الصدور ومضمرات
تم لوگ روگرداں ہو یہ رشد و ہدایت کا دن ہے یہ بندوں کی آزمائش کا دن ہے یہ سیر ابی
الامور هذا اليوم النصوص على اهل الخصوص هذا اليوم شيث هذا
کا راستہ بتلانے کا دن ہے یہ سینوں کے راز کو فاش کرنے کا دن ہے یہ چھپی ہوئی باتوں کو
يوم ادريس هذا اليوم يوشع هذا اليوم شمعون هذا اليوم امن
ظاہر کرنے کا دن ہے یہ مخصوصین کے لئے نص صریح کرنے کا دن ہے یہ حضرت شیثؑ
المامون هذا اليوم اظهار المصون من المكنون هذا اليوم املاء
(وصی آدمؑ) کا دن ہے یہ ادریس (وصی نبی) کا دن ہے حضرت یوشع وصی موسیٰ کا دن ہے
السرائر فلم يزل عليه السلام يقول هذا اليوم فراقبوا الله واتقوه
یہ شمعون وصی عیسیٰ کا دن ہے یہ جہنم سے امن و اماں کا دن ہے یہ گوشہ دل میں محفوظ خوشبو کے اظہار کا دن
واسمعوا له واطيعوه واحذروا المكر ولا
ہے یہ پوشیدہ حقیقتوں کے انکشاف کا دن ہے اسی طرح مولا مسلسل یہ دن ایسا دن ایسا فضائل
ولا تخادعوه وفتشوا ضمائركم ولا توار
غدیر بیان فرماتے رہے پھر آگے ارشاد ہوا دیکھو خدا کا حاضر و ناظر جانو اس سے ڈرتے رہو اس کی آواز
بوه وتقربوا الى الله بتوحيده
پر کان دھرو اس کی اطاعت کرو اس کے سامنے حیلے بازی بہانے تراشی سے ڈرو اس کو دھوکہ دینے کی
وطاعة من امركم ان تطيعوه ولا
لا حاصل کوشش نہ کرو اپنے ضمیر کو ٹٹولتے رہو خود فریبی میں مبتلا نہ ہو تم توحید کے وسیلہ اور جو
تمسكوا العصم الكوافر ولا يجانح بكم الغي
طاعت خدا کا حکم دے اس کے وسیلہ سے تقرب الٰہی حاصل کرو ہم آغوش تان

فتضلوا عن سبیل الرشاد بما تبع اولئك الذین ضلوا
کفر کے ساتھ ربط ضبط نہ رکھو کہ کہیں کوئی گمراہ تم کو راہ ہدایت سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو۔

واضلوا قال اللہ تعالیٰ من قائل فی طائفۃ ذکرھم بالذم فی کتابہ
ان لوگوں کی پیروی کے باعث جو خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہوں خدا قرآن میں ایک کافر

انا اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا ربنا اٰتھم ضعفین
گروہ کے آدمی کی بات نقل فرماتا ہے بطور مذمت کہ روز قیامت اس کا کہنا ہوگا

من العذاب والعنھم لعنا کبیرا وقال اللہ تعالیٰ واذ یتحاجون
کہ ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی تھی مگر انھوں نے ہمیں گمراہ کردیا۔

فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا
اے ہمارے پروردگار تو ان کو دوہرے عذاب کا مزا چکھا اور ان پر بہت بڑی

فھل انتم مغنون عنا من عذاب اللہ من شیء قالوا لو ھدانا
لعنت کر دوسری جگہ ارشاد ہے کہ تم آتش جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑا

اللہ لھدینا کم افتذرون الا ستکبار ما ھو ھو ترك الطاعۃ
کروگے اور بے چارے کمزور لوگ بڑے بڑے جبر گیا داریوں سے کہیں گے کہ دنیا میں

لمن امر اللہ بطاعتہ والترفع عمن ندبوا الی متابعتہ
تو ہم تمہارے ہی پیرو تھے کیا تم آج ہم کو عذاب خدا سے کسی طرح بچالوگے تو وہ جواب

والقرآن ینطق من ھذا عن کثیران تدبرہ متدبر زجرہ وعظہ
دیں گے کہ اگر ہم خود ہدایت یافتہ ہوتے تو اے لوگو کیا تم جانتے ہو کہ اس آیت میں استکبار

واعلموا ایھا المؤمنون ان اللہ عزوجل قال ان اللہ یحب
کے کیا معنی ہیں یہ اس ترک اطاعت کا نام ہے جس کی فرماں برداری کو اللہ نے تم پر واجب

الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص
کیا تھا مگر تم نے نہ مانا اور اس نافرمانی کا نام ہے جن کے ہمراہ چلنے کو اللہ نے لازم قرار دیا تھا

اتدرون ما سبیل اللہ ومن سبیلہ ومن صراط اللہ ومن
مگر نہ چلے قرآن میں اس قسم کا تذکرہ بکثرت ہے کاش غور وفکر کرنے والا اس بات میں تدبر

طریقہ اتاص اطا اللہ الذی من لادیسلکہ

سے کام نے تنبیہ ونصیحت سمجھے اے اہل ایمان خوب سمجھو خدا فرماتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو دوست

بطاعۃ اللہ فیہ ھوی بہ الی النار

دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی

انا سبیلہ الذی نصبنی للاتباع

ہوئی دیوار آہنی ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ سبیل خدا کیا ہے اور اس سے

بعد نبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ انا

مراد کون ہے ؟ صراط خدا کون ہے ؟ راہ حق کون ہے ؟ یاد رکھو ! میں صراط خدا ہوں جو میرے راستے پر

قسیم النار انا حجۃ اللہ علی الفجار

مطیع خدا بنکر نہ چلے وہ جہنم میں اتر گیا میں سبیل خدا ہوں مجھ کو اللہ نے ختم المرسلین کے بعد

انا نور الانوار فانتبھوا من رقدۃ

کے بعد پیروی کرنے والوں کے لئے نصب فرمایا ہے میں قسیم جنت و نار ہوں

الغفلۃ الخ

فاجروں پر خدا کی حجت ہوں میں نوروں کا نور ہوں اب بھی وقت ہے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ

افسوس کہ یہ پورا خطبہ سینکڑوں کتابوں میں ڈھونڈھنے کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا اس شکل میں مولا ہی سے مدد کا طالب ہوں ۔

ترجمہ از قلم حجۃ الاسلام سرکار ضیاء العلماء مولانا السید ضیاء الحسن صاحب قبلہ

مجتہد العصر امیر جامعہ علوم حیدری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خطبہ مونقہ علویہ

(بغیر الف)

حضرت علی علیہ السّلام کا ایک عجیب و غریب خطبہ

امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے اس ادبی معجزہ کو بہ نظر استعجاب دیکھنے والے ایک اور زاویہ سے اس کا مطالعہ کریں۔ قبل بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب دنیا میں دو چیزیں کمال پر تھیں ایک شجاعت اور دوسری فصاحت و بلاغت، موخر الذکر کے بارے میں جزیرۃ العرب پر بسنے والے دوسری اقوام عالم کو عجم یعنی گونگا سمجھتے تھے۔ علم الکلام پران کے عبور کی بہترین دلیل وہ واقعہ ہے۔ جہاں سورۃ الکوثر کے آخر میں لکھنے والے نے عاجز آکر ماھذا الکلام البشر لکھ دیا تھا۔ اسی سے اس کی زبان دانی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کلامِ خالق و کلام مخلوق کے فرق کو سمجھتا تھا۔

حضور سرورِ کائینات صلعم کو بھی انبیائے ماسبق کی طرح اس زمانہ کے کمالات کے مقابل معجزات خالق اکبر کی جانب سے عطا ہوئے تھے اور ان معجزات میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کی ذات گرامی بذاتِ خود ایک معجزہ ہے۔ دنیا والے حضرت کے رزمیہ کارناموں کو معجزہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن حضرت علی علیہ السّلام کے بزمیہ کارنامے بھی ایک سلسلہ معجزات ہیں جن میں سے ایک یہ خطبہ

موسومہ بہ خطبہ مُونقہ یعنی بغیر الف کا خطبہ!

اس خطبہ میں کسی قسم کے استعجاب کی ضرورت نہیں کہ الف اس میں استعمال نہیں ہوا۔ یہ خطیب کی خوبی ہے جس کے سامنے الفاظ و حروف سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے جس کو چاہتے استعمال کرتے اور جس کو چاہتے چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اسی خطبہ میں وہ دیگر ایسے ہی حروف تہجی کو بھی ترک فرما دیتے جو الف کے بعد کلام کے لئے از حد ضروری ہیں تب بھی مقام حیرت نہ تھا بلکہ اگر امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کی نظر اپنے کسی ادنیٰ خادم پر ہو جاتی اور اس کو آپؑ حکم فرما دیتے تو اس میں یہ صلاحیت و قابلیت پیدا ہو جاتی کہ وہ اس قسم کے ادبی معجزات دنیا میں چھوڑ جاتا۔

یہ خطبہ "نہج البلاغہ" میں شامل نہیں ہے جس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ ۳۸۸ھ میں ابو الحسن بن محمد بن الحسن الخلال نے اپنے استاد احمد بن محمد بن عمران سے یہ خطبہ ان کے گھر پر سُنا مطالب المسئول میں لکھا ہے کہ ایک روز رسول اکرمؐ اور چند اصحاب ایک مقام پر جمع تھے اور بحث شروع ہوئی کہ حروف تہجی میں کونسا حرف ایسا ہے جس کے بغیر کوئی جملہ پورا نہیں ہو سکتا اور الفاظ میں جس کا سب سے زیادہ استعمال ہو سب نے اتفاق کیا کہ "الف" کے بغیر کلام کرنا ناممکن ہے۔ اس محفل میں حضرت علی علیہ السّلام بھی موجود تھے یہ سُنتے ہی آپ نے رسول اکرمؐ سے اجازت لے کر فی البدیہہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ میں اس عظیم خطبہ کا اردو ترجمہ بھی اسی انداز میں پیش کر رہا ہوں جو جناب السیّد آغا اشہر لکھنوی صاحب نے بڑی عقیدت اور جانفشانی سے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ الف استعمال نہ ہوا امید کرتا ہوں آپ پسند فرمائیں گے جن کتابوں میں اس خطبہ کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:۔ "جمع الجوامع" (سیوطی) "کفایت الطالب"۔ محمد بن مسلم شافعی۔ کشف الغمہ وغیرہ۔

خطبۂ مولفہ

حمدِ معبود

حَمَدْتُ حَمْدَہٗ وَعَظَّمْتُ مَنْ عَظُمَتْ

میں نے بکثرت حمدِ معبود کی ہے نیز بزرگی کثیر معبود کی ہے

مِنَّتُہٗ وَسَبَقَتْ رَحْمَتُہٗ غَضَبَہٗ وَتَمَّتْ کَلِمَتُہٗ

جس کی مرحمت مخلوق پر بیحد ہے جسکی رحمت کو غضب پر سبقت ہے جس کے دہن کی ہر لفظ پوری ہو کے رہی کُن فیکون

وَنَفَذَتْ مَشِیَّتُہٗ وَبَلَغَتْ قَضِیَّتُہٗ حَمِدْتُ حَمْدَ مُقِرٍّ

جسکی مشیت مصروفِ عمل رہی جسکے حکم کی تعمیل ہوتی رہی میں نے ویسے ہی مدح گو کیطرح مدح کی ہے

بِرُبُوبِیَّتِہٖ مُتَخَضِّعٍ لِعُبُودِیَّتِہٖ مُتَنَصِّلٍ مِنْ خَطِیْئَتِہٖ

جو مقر رب پرورش ربّانی ہے خلوص سے سرنگوں بندگی ہے گنہ معبود سے پرہیز کنندہ

مُعْتَرِفٍ بِتَوْحِیْدِہٖ مُؤَمِّلٍ مِنْ رَبِّہٖ مَغْفِرَۃً تُنْجِیْہِ

و معترفِ توحید ہے جو متمنیٔ مغفرت رب ہے کہ مخلصی نصیب ہو۔

یَوْمَ یُشْغَلُ عَنْ فَصِیْلَتِہٖ وَبَنِیْہِ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَرْشِدُہٗ

جس روز کہ ہر فرد کو قبر میں عزیزوں سے فرزندوں سے بے تعلقی ہوگی ہم ربّ جلیل سے مدد

وَنَسْتَہْدِیْہِ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ شَہِدْتُ

طلبِ رشد طلبِ ہدیٰ طلب ہیں ہم مومنِ توحید ہیں نیز رب ہی پر ہم کو توکّل ہے میں ویسے ہی تصدیق

لَہٗ تَشَہُّدَ مُحْصِنٍ مُوْقِنٍ وَبِرَبِّہٖ مُؤْمِنٍ مُتْقِنٍ

کنندۂ توحید ربّی ہوں جیسے وہ بندہ جو شرک سے محفوظ یقین سے مملو نیز مضبوط مومن رب بھی ہے

وَوَحَّدْتُہٗ تَوْحِیْدَ عَبْدٍ مُذْعِنٍ لَیْسَ لَہٗ شَرِیْكٌ

ہیں ویسے ہی تصدیق کنندۂ توحید ہوں جیسے وہ بندہ جسے مکمل یقین ہو کہ نہ تو کسی غیر کی ملک

فِیْ مُلْکِہٖ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ وَلِیٌّ فِیْ صُنْعِہٖ جَلَّ عَنْ مُشِیْرٍ

ربّی میں شرکت ہے نہ صنعت وعمل میں کوئی نصیر رب ہے، وہ ہستی جلیل

وَوَزِیْرٍ وَعَوْنٍ وَمُعِیْنٍ وَنَظِیْرٍ عَلِمَ فَسَتَرَ وَنَظَرَ

مشیر و وزیر نیز عون و معین و مثل و نظیر سے بہت بلند ہے وہ علیم عیوب ہے مگر پردہ پوش

فَخَبَرَ وَمَلَكَ فَقَهَرَ وَعُصِیَ فَغَفَرَ وَحَکَمَ فَعَدَلَ

بیک نظر خبیر ہر شے ہے پورے ملک پر تسلّط غلبۂ رب ہے جب بندے سے معصیت ہوئی درگذر کر دی

لَمْ یَزَلْ وَلَنْ یَزُوْلَ وَلَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ قَبْلَ

حکم رب عین عدل ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے نیز ہمیشہ کے لئے موجود مثل رب کوئی نہیں ہے وہ

کُلِّ شَیْءٍ وَبَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ رَبٌّ مُتَفَرِّدٌ بِعِزَّتِہٖ

ہستی جلیل ہر شے سے قبل ہے نیز ہر شے کے بعد وہ رب عزّت میں منفرد ہے

مُتَمَکِّنٌ بِقُوَّتِہٖ مُتَقَدِّسٌ بِعُلُوِّہٖ مُتَکَبِّرٌ بِسُمُوِّہٖ لَیْسَ

کل مخلوق پر بقوت خود متصرف ہے، مقدس و عظیم و بلند ترین ہے بلندی و عظمت پر

یُدْرِکُہٗ بَصَرٌ وَلَیْسَ یُحِیْطُ بِہٖ نَظَرٌ قَوِیٌّ مَنِیْعٌ

متکبر برحق ہے کوئی بصر رب تک نہیں پہنچ سکتی نہ کوئی نظر محیط رب ہو سکتی ہے

رَؤُفٌ رَّحِیۡمٌ عَجَزَ مَن وَصَفَهٗ مَن یَصِفُهٗ وَضَلَّ عَن نَعۡتِهٖ
وہ قوی ہے بلند ہے، رؤف ہے، رحیم ہے ہر تعریف کنندہ رب مظہر عجز ہے نہ کسی سے
مَن تَعَرَّفَهٗ قَرُبَ فَبَعُدَ وَبَعُدَ فَقَرُبَ یُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ
ہوئی نہ ہو سکے گی وہ شخص گم گشتہ معرفت ہے جو مدعی معرفت ہے وہ قریب ہے پھر بھی دور ہے نیز دور ہوتے
مَنۡ یَّدۡعُوۡهُ وَیَرۡزُقُهٗ وَتَحۡبُوۡهُ ذُوۡ لُطۡفٍ خَفِیٍّ وَبَطۡشٍ
پر بھی شہ رگ سے قریب تر وہ ہر مدد طلب کے لئے لبیک گو کنندہ ہے، رزق دہندہ ہے
قَوِیٍّ وَرَحۡمَۃٍ مُوۡسَعَۃٍ وَعُقُوۡبَۃٍ مُوۡجِعَۃٍ
منعم بے غرض ہے لطف و کرم اب پوشیدہ ہے حملہ غضب قوی و رحمت وسیع تعزیر سخت
رَحۡمَتُهٗ جَنَّۃٌ عَرِیۡضَۃٌ مُّوۡنِقَۃٌ وَعُقُوۡبَتُهٗ جَحِیۡمٌ
تکلیف دہ رحمت معبود چوڑی چکلی سپر حفظ سے نیز عقوبت ربی

مَمۡدُوۡدَۃٌ مُّوۡثَقَۃٌ ۔
دوزخ ہے جو طویل و یقینی ہے !

نعتِ رسولؐ

شَهِدۡتُ بِبَعۡثِ مُحَمَّدٍ عَبۡدِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ
میں دل سے تصدیق کنندہ بعثت محمد یہ ہوں جو بندہ معبود بھی ہے رسول بھی ہے
وَصَفِیِّهٖ وَنَبِیِّهٖ وَخَلِیۡلِهٖ وَحَبِیۡبِهٖ صَلّٰی رَبُّهٗ
برگزیدہ بھی ہے نبیؐ بھی ہے خلیل بھی ہے پھر سب کے بعد حبیب بھی ہے ۔

حضرت علیؑ دوسروں کو سکھانا چاہتے ہیں کہ اپنے گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت کی دعا کیونکر مانگنی چاہیئے۔ اس لئے وہ خود اپنے گناہوں کے لئے دعائیں مانگتے تھے اور انبیاء و آئمہ اور صالحین کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ کہ وہ استغفار کو عبادت سمجھ کر اور بندگی کا نشان سمجھ کر بجا لاتے تھے اور اپنے اعلیٰ مرتبہ کے لحاظ سے اپنی معمولی بات کو گناہ کہتے تھے۔ حالانکہ وہ آئینی لحاظ سے گناہ نہ تھے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا

"خدایا تو میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے۔" (صہ ۵۵۵ نہج البلاغہ)

"خدایا میں نے اپنے نفس سے (اطاعت و بندگی الٰہی کے جو وعدے کئے تھے اور ان وعدوں کو تو نے مجھ سے وفا ہوتے نہ پایا، اس پر بھی تو درگزر سے کام لے۔"

انھوں نے بار بار نصیحت کی ہے کہ اپنے گناہوں کی توبہ موت سے پہلے کر لینی چاہیئے۔ ورنہ دنیاوی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مر چکنے کے بعد "اب نہ کسی نیکی میں اضافہ کر سکتے ہیں، نہ کسی بدی کی معذرت کر سکتے ہیں۔" (صفہ ۹۳۶ نہج البلاغہ)

"پس خدا اس پر رحم فرمائے کہ جس نے توبہ کر لی ہو اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی ہو اور موت کے آنے سے پہلے تیاری کر لی ہو۔"

(صفہ ۹۹۲ نہج البلاغہ)

"عمل کی طرف جلدی کرو، اور مرگِ ناگہانی سے ڈرو۔۔۔ آج اگر روزی کا کچھ حصّہ فوت ہو گیا تو کل اس میں اضافہ ہو سکتا ہے اور کل (گزشتہ) جتنی عمر جا چکی ہے، آج وہ واپس نہیں آ سکتی۔"

(صہ ۸۲۹ نہج البلاغہ)

"کوئی شبہ نہیں، دُنیا کو دل کی حد بینائی کی انتہا ہے۔"

(صفحہ ۹۴۶ نہج البلاغہ)

"سبحان اللہ - زندہ مردہ سے کس قدر قریب ہے اس سے مِل جانے کے لئے، اور مردہ زندہ سے کس قدر دور ہے، اس سے کبھی نہ مِل سکنے کے لئے۔"

"سبحان اللہ، اس دنیا کی مسرّت کتنی پُر فریب اور اس کی سیرابی کس قدر سببِ تشنگی (آخرت میں) ہے اور اس کا سایہ کیسا گرمیِ دوزخ کا موجب ہے، نہ آنے والی چیز (یعنی موت) روکی جا سکتی ہے، نہ گزشتہ (از دست رفتہ) واپس آسکتا ہے؟"

مومنین کی تعریف کرتے ہوئے امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے۔

"اُنھوں نے (آخرت کی) آسائش کو رنجِ دُنیا سے اور (اُس دن کی) سیرابی کو (آج کی) تشنگی سے بدل لیا۔ انھوں نے موت کو قریب سمجھا اور عمل کی طرف مبادرت کی، انھوں نے دُنیا کی اُمید وں کو جھٹلایا اور (گویا) موت کا نظارہ کرلیا، بلاشبہ دنیا فنا کا گھر ہے، تکلیف کا گھر ہے، انقلاب اور عبرت کا گھر ہے۔"

(صفحہ ۸۲۵ نہج البلاغہ)

خلاصہ یہ کہ اسلام دنیاوی زندگی سے بھاگنے کی نہیں بلکہ صحیح طور سے بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ حمایت باطل سے علیحدگی حق سے اتحاد اور موت و زندگی بعد مرگ کو مدنظر رکھنا مندرجہ بالا مضمون کا حاصل ہے:-

مولائے کائنات کی پیشگوئیاں

(بحوالہ قادیانی رسالہ ہفت روزہ "لاہور" ۴ مئی سنہ ۱۹۸۰ء سے ۱۰ مئی سنہ ۱۹۸۰ء ایڈیٹر ثاقب زیروی صفحہ ۱۵)

پندرہ خصلتیں

حضرت علیؑ ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری اُمت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوئیں اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ .... فرمایا!

(۱) جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے (۲) امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔ (۳) زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے (۴) شوہر بیوی کا مطیع اور ماں کا نافرمان بن جائے (۵) آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور ماں، باپ پر ظلم ڈھائے (۶) مساجد میں شور مچایا جائے۔ (۷) قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو (۸) آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے (۹) مرد ریشم پہننے لگیں (۱۰) نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔ (۱۱) آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے (۱۲) گانے والی لڑکیاں فراہم کی جائیں۔

(۱۳) اس وقت کے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

(۱۴) لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں (۱۵) اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں! (راجا سعید احمد کراچی)

شیعیانِ حیدر کرار کے متعلق

سابق چیف جسٹس آف پاکستان کی رائے

عالی مرتبت عالی جناب محمد منیر صاحب چیف جسٹس آف پاکستان (ریٹائرڈ) کی شہرۂ آفاق کتاب "جناح سے ضیاء تک" جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے۔ بہت آسان۔ بامحاورہ اور عام فہم زبان میں ساری تحریر ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۹ اور صفحہ نمبر ۱۴۶ پر شیعیان حیدر کرار کے متعلق جو کچھ درج ہے اس کا اصلی عکس اگلے صفحہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔ میں نے یہ اقتباس کتاب مذکورہ کے پہلے اڈیشن سے پیش کیا ہے۔!

- کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال کے اندر دو ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں!

اس کتاب کی اشاعت اور تالیف پر

جناب محمد منیر صاحب چیف جسٹس آف پاکستان (ریٹائرڈ)

دلی مبارکباد کے مستحق ہیں

خداوند کریم ان کو ان کی توفیقات میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (محمد وصی خان)

In the Shia Political Conference when a Shia A'alim, Maulana Abdul Hamid Chandio, said that democracy was not known in Islam, several political leaders staged a walk out ('Musaawat' for December 15, 1978). A Shia Mujtahid, on being interviewed on television was asked what was Nizam-i-Mustafa, gave a long reply which was blacked out. The Shias cannot be ignored in enforcing Nizam-i-Mustafa as they are educated and powerful section of the community, having different views on Ushr and Zakat and penal laws. They number about 3 crores. Mufti Jafar, their mujtahid, wrote a minute of dissent when the Ushr and Zakat were being discussed but he was over-ruled. He has now threatened to resign from the Advisory Council of Islamic Ideology. Allama Mufti Syed Nasiruddin Ijtehadi, Allama Shabbir Ansari, Allama Syed Najamal Hasan have said that though they welcome Nizam-i-Mustafa, their idea of Nizam-i-Mustafa is different from that of Sunnis.

then I am nothing more than a man" ('Mishkat' Book I, Chapter VI). This tradition takes away the authority of hadis relating to worldly affairs and introduces secularism in Islam.

The Shias judge Hadis from their own point of view and only consider such traditions reliable as are based on the authority of Ali and Ahli-bait. They have their own collections of Ahadis and do not accept the traditions compiled by Bukhari and his coworkers when they do not tally with their own traditions. They believe that the only Islamic form of Government was in the time of the Holy Prophet and therefore have different views on Ushr and Zakat and the cutting off of hands of the thief. They do not use the word Ushr but Khums, being 1/5 of the savings and the net agricultural produce. Further they believe that Government cannot collect Zakat or Ushr; their mujtahid only can do so and distribute the Zakat among the persons who are, according to the Shia views, entitled to it.

پہلا اسلامی سکہ حضرت علی علیہ السلام نے جاری کیا

کتاب The Calligrapher of Thatta

یہ کیلی گرافر آف ٹھٹھ" جس کو جناب ایم۔ اے غفار صاحب نے تحریر کیا ہے اور اس کے ناشر پاکستان ایران کلچرل ایسوسی ایشن کراچی ہے جس نے ۱۹۶۸ء میں اس کو شائع کیا۔

• اس کتاب کا اصلی مضمون جو انگریزی زبان میں ہے اس کی فوٹو کاپی قارئین کرام کی معلومات کے لئے شائع کر رہا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا اسلامی سکہ عبد الملک نے ۷۵ھ میں جاری کیا لیکن یہ غلط ہے کیونکہ ۴۰ھ میں دورِ خلافت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام میں اسلامی سکہ جاری ہوا۔ (نوٹ:۔ کتاب کا اصلی مضمون جناب سید رضا رضوی صاحب ساکن بہار کالونی جمشید روڈ نے فراہم کیا جن کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وحتی)

The Calligraphers of Thatta 41 - 42

Calligraphers

Tradition attributes Ali b. Abi Talib the honour of being a distinguished scribe in the prophet's time. He is credited with the collection for the first time of the whole of the Quran after the death of the Prophet. Numismatic evidence proves that the first real Arabic type on the coins appeared in the Caliphate of Ali which bears the date 40 H. This was the model, on which Abdul Malik's reforms were based in 75 A.H.[1]

از کلامِ عارف

بزرگ مولانا جلال الدین بلخی رومیؒ

اے رہنمائے مومناں اللہ مولانا علیؑ
توئی سروشِ غیب داں اللہ مولانا علیؑ
دانندۂ از ہمہ انجام و آغاز ہمہ
اے قدر و اعزاز ہمہ اللہ مولانا علیؑ
قاضی و شیخ و محتسب دارد بدل بغض علیؑ
ہر سہ شدند از دیں بری اللہ مولانا علیؑ
شاہم علی مرتضیؑ بعدش حسنؑ نجم سما
خوانم حسینؑ کربلا اللہ مولانا علیؑ
آں آدم آلِ عبا دانم علیؑ زین العبا
ہم باقرؑ و صادقؑ گوا اللہ مولانا علیؑ
موسیٰ کاظمؑ ہفتمیں باشد امام و رہنما
گوید علیؑ موسیٰ رضا اللہ مولانا علیؑ
سوئے تقیؑ آئی و نقیؑ در مہر او مہدی بخواں
با عسکری رازی بگو اللہ مولانا علیؑ
مہدیؑ سوار آخریں بر خصم بکشاید کمیں
خارج رود زیر زمیں اللہ مولانا علیؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سمٹے تو بنے نقطہ پھیلے تو یہ قرآن ہے
اِس پیکرِ معنی کی تفسیر نہیں ممکن

علی ہیں نقطۂ زیبائے بائے بسم اللہ
جسے کلام ہو اس میں وہ آئے بسم اللہ

مُرتبہ

محمد وصی خاں

کردہ ام این نذرِ مولائے نجف گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

کتاب ملنے کے پتے

- محفلِ حیدری، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸
- احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی
- محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی

بمبئی بازار - کھارادر - کراچی ۲

یا علی المدد
ید اللہ علی
صفوۃ اللہ علی
حجت اللہ علی
اسد اللہ علی
ولی اللہ علی
عدل اللہ علی
عین اللہ علی
علیہ السلام

یا علی المدد
الولی علی
الوصی علی
الصفی علی
الساقی علی
الہادی علی
الساجد علی
العابد علی
علیہ السلام